مرزا مظہر جانجاناں کے خطوط

Marfat.com

مرزا مظہر جانجاناں کے خطوط

مرزا صاحب کے تمام فارسی خطوط
اور دیگر نثری تحریروں کا اردو ترجمہ
ضروری حواشی و تعلیقات کے ساتھ

مرتبہ و مترجمہ

خلیق انجم، ایم۔اے

لیکچرر شعبۂ اردو، کروڑی مل کالج، دہلی یونیورسٹی

مکتبہ برہان اردو بازار۔ دہلی

Marfat.com

اپنی امّی کے نام

Marfat.com

فہرس

دیباچہ	۹	بنام محمد اسحاق خاں	۱۴۵
مرزا صاحب کے سوانح	۱۱	بنام صاحبزادہ مرید حسن	۱۴۷
مرزا صاحب اور تصوف	۲۲	بنام نواب عبداللہ خاں	۱۴۸
مرزا صاحب کے خطوط	۳۸	بنام نواب فیض اللہ خاں	۱۴۹
خطوط بنام نامعلوم (۲۱ خطوط)	۵۶	بنام نواب ارشاد علی خاں	۱۵۰
بنام شاہ ابوالفتح	۱۱۵	بنام ظفر علی خاں	۱۵۱
بنام نامعلوم	۱۱۸	بنام شاہ ابوالفتح (۲ خطوط)	۱۵۲
بنام میر مسلمان (۴ خطوط)	۱۲۱	بنام چودھری تہور خاں	۱۵۴
بنام مولوی نثار اللہ سنبھلی (۴ خطوط)	۱۲۹	بنام مولوی قطب شاہجہانپوری	۱۵۵
بنام شاہ محمد سالم	۱۳۶	بنام سید حفیظ اللہ خاں	۱۵۶
بنام مولوی نعیم اللہ بہرائچی	۱۳۷	بنام میر اجنبی	۱۵۷
بنام میاں محمد قاسم (۳ خطوط)	۱۳۹	بنام مولوی محمد سعید	۱۵۸

Marfat.com

بنام ملا محمد یار	۱۶۰	بنام مولوی احمد	۲۱۰
بنام مولوی عبدالرزاق	۱۶۱	بنام دلیل احمد	۲۱۲
بنام مولوی احسن خاں بریلوی	۱۶۲	بنام محمد مُراد	۲۱۳
بنام مولوی محمد حکیم نبگالی	۱۶۳	بنام حکیم محمد فاروق	۲۱۴
بنام میر پیر علی	۱۶۴	بنام حکیم شریف خاں	۲۱۵
بنام میر محمد مبین خاں	۱۶۵	بنام بدر علی	۲۱۶
بنام میر محمد معین	۱۶۷	بنام صاحبزادہ غلام عسکری	۲۱۷
بنام متعلقان میر محمد معین	۱۶۹	بنام میر مسلمان	۲۱۸
بنام نامعلوم	۱۷۰	بنام سید موسیٰ خاں	۲۱۹
بنام سید حشمت خاں	۱۷۱	دیباچہ دیوان فارسی	۲۲۱
بنام انتظام الدولہ (۲ خطوط)	۱۷۲	سرو آزاد کی عبارت	۲۲۳
بنام نواب عماد الملک (۴ خطوط)	۱۷۳	دیباچہ حاشیہ رسالہ غلام یحییٰ	۲۲۵
بنام صاحبزادہ غلام عسکری (۱۰ خطوط)	۱۸۱	وصیت نامہ	۲۲۶
بنام صاحبزادہ محمد احسان (۳ خطوط)	۱۹۳	حواشی	۲۲۹
بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۷ خطوط)	۱۹۷	اشاریہ	۲۵۹
بنام متعلقان قاضی ثناء اللہ	۲۰۹	کتابیات	

Marfat.com

دیباچہ

مغل حکومت کے دورِ آخر میں مذہب اور اخلاق بھی سیاسی زوال کے شکار ہو گئے تھے۔ تصوّف کو انفرادی نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا گیا تھا۔ بعض دُنیا پرستوں نے عیش و عشرت اور جنسی بے راہ رویوں کو تصوف میں اس طرح خلط ملط کر دیا کہ حرم و میکدہ اور رند و زاہد کی تفریق مٹ گئی۔ اُس وقت چند ذی شعور، خدا ترس اور باہمت بزرگوں نے ایمان، صداقت اور سچائی کے ایسے چراغ روشن کیے جن سے فسق و فجور کی یہ تاریکیاں دور ہو گئیں ان بزرگوں میں شاہ ولی اللہ، خواجہ میر درد اور مرزا مظہر جانجاناں قابلِ ذکر ہیں۔

مرزا مظہر اٹھارویں صدی عیسوی کے سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ان کی خانقاہِ ارشاد نے اخلاقی اور روحانی اقدار کو فروغ دینے میں ناقابلِ فراموش رول ادا کیا ہے۔

مرزا صاحب کو خدا نے کچھ ایسا مزاج اور ایسی صلاحیتیں ودیعت کی تھیں۔ کہ وہ جس میدان میں بھی گئے امام بن کر رہے۔ اردو شاعری میں انہیں "نقاشِ اوّلِ ریختہ" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے جب میدانِ شاعری میں قدم رکھا تو اردو شاعری ایہام جیسے سقم کے خار زاروں میں اُلجھی ہوئی صرف الفاظ کی جادوگری بنی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہی اس خلافِ فطرت، تصنع اور بناوٹ کے خلاف آواز بلند کی اور سادہ گوئی کی بنیاد رکھی جس کا اکثر تذکرہ نگاروں نے اعتراف کیا ہے۔ اس لیے انہیں "بستانِ دِلّی" کا امام کہنا بے جا نہ ہوگا۔

Marfat.com

مرزا صاحب کی ادبی یا مذہبی شخصیت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ان خطوط کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ کیونکہ ان کی اور کوئی نثری تصنیف نہیں ہے۔ صرف یہی خطوط ہیں۔ جو مرزا صاحب کے عقائد و نظریات، ذہن اور شخصیت کو سمجھنے میں ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔ ان خطوط ہی سے ہمیں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مغل حکومت کی سیاست میں نمایاں حصّہ لیتے تھے۔ اگرچہ عملی طور پر انہوں نے قحبۂ دنیا سے نجات پالی تھی لیکن انسانی فلاح و بہبود کے خیال سے وہ ملکی سیاست میں ہمیشہ دلچسپی لیتے رہے۔ اور جہاں تک ممکن ہوا۔ امرا اور رؤسا کو مشورے دیتے رہے۔

ان خطوط کے ترتیب دینے اور ترجمہ کرنے میں جن احباب سے مجھے مدد ملی ہے ان میں جناب نورالحسن انصاری، نثار احمد فاروقی صاحب، رشید حسن خاں صاحب اور اسلم پرویز صاحب کا شکریہ ادا کرنا میرا خوشگوار فرض ہے۔ جناب عبدالرزاق قریشی مؤلف مرزا مظہر جانجاناں کی عنایتوں کا بھی شکرگزار ہوں۔ اگر نیشنل میوزم نئی دہلی کے انچارج بخاری صاحب اور اقبال صاحب کا کرم شامل نہ ہوتا تو یہ مجموعہ مرزا صاحب کے دو نادر خطوط سے محروم رہ جاتا۔

اپنے بزرگ اور سرپرست مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے نہ صرف اس کام کا حکم دیا بلکہ اس کی اشاعت میں بھی پوری دلچسپی لی۔

خلیق انجم
انجم لاج۔ کلاں محل۔ دہلی
۱۵ دسمبر ۱۹۶۱ء

Marfat.com

مرزا صاحب کے سوانح

مرزا صاحب کے آبا و اجداد میں دو بزرگ باباخان اور مجنون خان ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آئے تھے[۱]۔ یہ دونوں پہلے ہمایوں اور پھر اکبر کی فوج میں اہم عہدوں پر فائز رہے[۲]۔ مجنوں خاں ہندوستان میں قاقشالان کے سردار تھے ان کی وفات کے بعد قاقشالان نے باباخاں کو اپنا سردار بنا لیا۔ اکبر کے "آئین داغ"[۳] کے سلسلے میں جن لوگوں نے بغاوت کی تھی ان میں باباخاں کا نام بھی آتا ہے۔ اکبر نے بغاوت دبا دی لیکن شاہی فتح سے قبل ہی باباخاں کا انتقال ہوگیا۔ خط ماتقدم کے طور پر اس خاندان پر اعلیٰ مناصب کے دروازے بند کر دیے گئے۔ اس لیے باباخان کے لڑکے شاہ بابا سلطان اور پوتے مرزا محمد امان کا ذکر

---

[۱] کلمات طیبات ص ۱۴۱۔ مرزا صاحب نے اپنے خط میں مجنون خان کی بجائے مجنب خان لکھا ہے۔ جو غالباً کاتب کا سہو ہے۔ سرو آزاد ص ۲۳۲۔ تذکرہ سفینہ خوش گو (قلمی ورق ۱۸۷-۱۸۸ ب۔ پٹنہ) معمولات مظہریہ ص ۱۔ میں بھی یہ نام مجنوں خاں ہے۔

[۲] ان بزرگوں کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو ماثر الامرا اول ص ۳۹۱-۳۹۲ ماثر الامرا جلد سوم ص ۲۰۹-۲۱۱۔ اکبرنامہ جلد دوم ص ۲۵۷۔ اکبرنامہ جلد سوم ص ۱۵۰۔ آئین اکبری جلد اول ص ۲۲۳۔ عالمگیر نامہ ص ۳۹۵۔ (باقی حاشیہ ص ۱۲ پر)

Marfat.com

تاریخ کے صفحات پر نظر نہیں آتا۔ صرف نعیم اللہ بہرائچی کے درج کیے ہوئے شجرہ نسب سے یہ نام معلوم ہوتے ہیں۔[۵۱] بقول نعیم اللہ مرزا محمد امان کی شادی اکبر کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ مگر اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔ مرزا محمد امان کے صاحبزادے مرزا عبد السبحان کی شادی اسد خاں وزیر کی لڑکی[۵۲] یا بقول بعض مورخین خالہ زاد بہن سے ہوئی تھی۔ اس کا بھی کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ یہ مرزا مظہر کے جدّ امجد تھے۔ اورنگ زیب کے عہد میں کسی منصب پر فائز تھے۔ لیکن اورنگ زیب کے منصب داروں کی فہرست میں یہ نام نہیں ملتا۔ مرزا عبد السبحان جدّ امجد تھے مرزا صاحب کے۔ مرزا عبد السبحان کے صاحبزادے مرزا جان اورنگ زیب کے منصب داروں میں تھے[۵۳]۔ اور یہی مرزا مظہر کے والد تھے۔ اورنگ زیب دکن میں تھا تو انھوں نے ملازمت ترک کر دی اور تمام ساز و سامان غریبوں فقیروں میں تقسیم کر دیا۔ صرف پچیس ہزار روپے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے بچا کے رکھے تھے مگر ایک دوست کو ضرورت پڑنے پر وہ بھی دے دیے۔ مرزا جان ترک جاہ و

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱) تذکرہ ہمایوں و اکبر ص ۱۴۱۳۔ [۵۰] آئین داغ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ آئین اکبری جلد اول ص ۱۴۴-۱۴۵۔ دربار اکبری ص ۵۳-۵۷

[۵۱] معمولات مظہریہ ص ۱۱۔ [۵۲] شاہ غلام علی اسد خاں وزیر کی لڑکی لکھتے ہیں۔ مقامات مظہری ص ۱۵۔ لیکن نعیم اللہ بہرائچی نے خالہ زاد بہن لکھا ہے۔ معمولات مظہریہ ص ۱۵۔ [۵۳] غالباً کسی غیر اہم منصب پر فائز تھے ان کا نام کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔

Marfat.com

منصب کے بعد اکبر آباد واپس آرہے تھے۔ راستے میں کالا باغ (مالوہ) میں قیام کیا اور یہیں ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۰ھ[۱] کو اُن کی ولادت ہوئی۔ جب اورنگ زیب نے مرزا صاحب کی ولادت کی خبر سنی تو اس نے مرزا جان کے نام کی مناسبت سے ان کا نام جان جان رکھ دیا۔[۲] شمس الدین حبیب اللہ اُن کا لقب تھا۔ اس طرح ان کا پورا نام شمس الدین حبیب اللہ مرزا جانجان اور تخلص مظہر تھا۔ بعد میں جان جان بگڑ کر جانجاناں ہو گیا۔ اور یہ نام اتنا مقبول ہوا کہ مرزا صاحب اپنے خطوط میں خود بھی یہی نام لکھنے لگے۔[۳] ۱۱۵۴ھ سے قبل ہی اُن کا نام بدل چکا تھا۔ مرزا جان نے اپنے اکلوتے لڑکے کو آدابِ بادشاہی۔ فنونِ سپاہ گری اور دوسرے مروّج فنون سکھائے تھے۔ انھوں نے رسائل فارسی محاورہ وغیرہ اپنے والد سے پڑھے تھے۔ اور

---

[۱] مختلف تذکروں۔ تاریخوں اور خود مرزا صاحب کے بیانوں سے اُن کا سنہ ولادت ۱۱۱۰ — ۱۱۱۳ھ تک کوئی ایک سال قرار پاتا ہے۔ میں نے مختلف دلائل و شواہد کی مدد سے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے "مرزا مظہر جان جاناں" میں ان کا سنہ ولادت ۱۱۱۰ھ ثابت کیا ہے۔ عبدالرزاق قریشی ۱۱۱۳ھ تسلیم کرتے ہیں۔ مرزا مظہر جانجاناں ص ۴۶۔ [۲] یہ واقعہ نعیم اللہ بہرائچی نے نقل کیا ہے۔ تسمولات مظہریہ ص ۹۔ اُن کی تعلیم و تربیت سے متعلق تمام معلومات اسی کتاب سے لی گئیں۔ [۳] درگاہ قلی خاں کی "مرقع دہلی" ۱۱۵۱ھ — ۱۱۵۴ھ کے درمیان کی تالیف ہے۔ انھوں نے مرزا صاحب کا نام مرزا جانجاناں بغیر کسی اختلاف کے لکھا ہے۔ خان آرزو نے ۱۱۶۴ھ کی تالیف مجمع النفائس میں لکھا ہے کہ اُن کے والد کا نام محمد جان تھا۔

Marfat.com

قرآن شریف علم تجوید اور قرأت کی سند قاری عبدالرسول سے حاصل کی تھی
والد کی وفات (۱۱۳۰ھ) کے بعد حاجی محمد افضل سے حدیث اور تفسیر وغیرہ
پڑھی۔ اور پھر علم طریقت و باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور نقشبندی
سلسلے کے ایک بزرگ نور محمد بداؤنی[1] سے بیعت ہو گئے۔ چار سال تک مرزا
کسب سلوک کرتے رہے اور سنہ ۱۱۳۵ھ (۱۷۲۲ء) میں خرقہ اور اجازت مطلقہ
ملی[2]۔ اسی سنہ میں نور محمد بداؤنی کا انتقال ہو گیا۔ مرزا صاحب کو اپنے مرشد
سے اتنی عقیدت اور ارادت تھی کہ چھ سال کی طویل مدت تک ان کے مزار
پر مجاوری کرتے رہے[3]۔ پھر حافظ سعد اللہ[4] کے مرید ہو گئے اور بارہ سال
تک اُن کی خدمت گذاری کی۔ ان کے انتقال کے بعد مرزا شیخ محمد عابد سنامی[5]
سے بیعت ہوئے۔ اور اُن سے خرقۂ اجازت طریقہ قادریہ سہروردیہ اور
نقشبندیہ حاصل کیا[6] اور ۱۱۵۵ھ میں خود رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع
کر دیا[7]۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳) اس لیے مرزا کا نام جان جانان پڑ گیا اور اب مرزا جان جاناں
کے نام سے مشہور ہیں۔ مجمع النفائس (قلمی۔ رامپور)

[1] نور محمد بداؤنی کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو معمولات مظہری ص
۱۹-۲۲۔ خزینۃ الاصفیا ص ۷-۹۔ مزارات اولیائے دہلی

[2] معمولات مظہریہ ص ۱۵۔ [3] خزینۃ الاصفیا جلد اوّل ص ۹۔ [4] معمولاتِ
مظہری ص ۱۵۔ [5] مقامات مظہری ص ۱۰-۱۱۔ اور مرقع دہلی ص ۱۹۔
[6] مقامات مظہری ص ۱۱-۱۴۔ اور معمولات مظہریہ ص ۱۷۔ [7] مرزا صاحب
(باقی حاشیہ ص ۱۵)

Marfat.com

مرزا صاحب خوبصورت۔ وجیہہ اور تندرست آدمی تھے۔ بقول نعیم اللہ بہرائچی دراز قد تھے۔ عمامہ باندھتے تھے۔ لباس بہت معمولی مگر صاف ہوتا تھا۔ قمیض پیش چاک پہنتے تھے[۱]۔ انشار اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا مظہر سفید قمیض اور سفید کلاہ پہنے ہوئے تھے اور کاندھوں پر ناسپاتی رنگ کا دوپٹہ سموسہ بنا کر ڈال رکھا تھا[۲]۔ مرقع شعرا مرتبہ رام بابو سکسینہ میں ان کی تصویر موجود ہے جس میں ان کے پٹے بال ہیں۔ کشادہ پیشانی باریک بھویں۔ بڑی بڑی آنکھیں لمبی ستوان ناک اور گھنی داڑھی ہے۔ مرزا صاحب بڑے نازک مزاج تھے ان کی لطافت اور نفاست طبع ضرب المثل ہو گئی تھی۔ صاحب نشتر عشق لکھتے ہیں کہ وہ اتنی نازک اور لطیف طبیعت رکھتے تھے کہ ہرگز کسی دوسرے کا کام انھیں پسند نہیں آتا تھا۔ بلکہ اکثر اپنے گھر کا کام کاج اپنے ہاتھوں سے درست کرتے تھے[۳]۔ اگر چارپائی میں ذرا سی کان ہو تو وہ رات بھر نہ سو پاتے تھے۔ بقول محمود احمد عباسی ایک دفعہ جب مرزا صاحب نے امروہہ میں خانقاہ حضرت شاہ عبدالہادی میں قیام کیا تو وہ رات بھر اس چارپائی پر نہ سو سکے جو باریک سُتلی کی نفیس چارپائی اُن کے لیے بنوائی گئی تھی۔ صبح کو ناپنے پر معلوم ہوا کہ اس میں ہلکی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴) ۱۱۸۵ھ کے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ تیس سال سے بندگان خدا کی تربیت میں مشغول ہوں۔ کلمات طیبات ص ۱۴۔

[۱] معمولات مظہریہ ص ۱/۶۔ [۲] دریائے لطافت ص ۲۹۱۔

[۳] نشتر عشق (قلمی) ص ۱۲۵۵۔

Marfat.com

سی کان تھی ۔ محمود صاحب کا بیان ہے کہ یہ چارپائی اب تک (سنہ ۱۹۳۲ء زمانہ تالیف تذکرۃ الکرام) خانقاہ میں موجود ہے[۱] اگر لحاف کے نگندے ٹیڑھے سلے ہوتے تو وہ رات بھر سو نہیں سکتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ارواحِ ثلاثہ میں بیان کیا گیا ہے[۲] غرض اُن کی نازک مزاجی اور لطافتِ طبع کا ذکر اکثر تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں مختلف واقعات بیان کیے ہیں۔ اُن کے مریدوں نے مرزا صاحب کی اس خوبی کے بیان میں اتنا غلو کیا کہ یہ اُن کی خرابی نظر آنے لگی[۳]۔

حالانکہ وہ انتہائی مہذب با اخلاق اور دوسروں کے دُکھ درد میں حصّہ لینے والے انسان تھے۔ اُن کا توکل اس حد تک تھا کہ دولت مندوں سے ملنے یا اُن کے پیش کیے ہوئے تحفے قبول کرنے سے ہمیشہ گریز کرتے تھے۔ وہ پابندی کے ساتھ جمعرات کو جامع مسجد جاتے تھے۔ اور یہیں ان کے شیدائی امرا اور رؤسا ملاقات کا شرف حاصل کرتے تھے[۴]۔ لیکن اگر وہ کچھ پیش کرنا چاہتے تو مرزا صاحب صاف انکار کر دیتے۔ کسی امیر نے اُن کے رہنے کے لیے ایک حویلی اور خانقاہ اور غریبوں کے لیے آمدنی کے کچھ ذرائع خدمت

---

[۱] تذکرۃ الکرام جلد دوم ص ۱۵۵۔ [۲] ارواحِ ثلاثہ ص ۲۵-۲۶۔

[۳] صاحبِ قواعد فخریہ نے مولانا فخر الدین شاہ ولی اللہ اور مرزا مظہر سے متعلق ایک واقعہ بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا زود رنج اور بد دماغ انسان تھے۔ قواعدِ فخریہ آصفیہ لائبریری حیدرآباد۔ قلمی ورق ۴۳ ب۔

[۴] مقاماتِ مظہری ص ۳۴۔

Marfat.com

میں بیٹھی کیجیے مگر مرزا نے یہ کہکر معذرت کرلی کہ جب مکان چھوڑ کر ہی جانا ہے تو اپنا ہو یا دوسرے کا سب برابر ہے اور ہر شخص کی روزی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جو ہر حالت میں پہنچتی ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ شاہ غلام علی نے بھی بیان کیا ہے۔ ایک دفعہ محمد شاہ بادشاہ نے اپنے وزیر قمرالدین خان کی معرفت کہلوایا کہ خدا نے ہمیں ملک عطا کیا ہے جو علاقہ آپ کی سمجھ میں آئے قبول فرمائیے۔ انہوں نے جواب دیا اللہ خدا نے فرمایا ہے کہ قل متاع الدنیا قلیل۔ متاعِ ہفت اقلیم قلیل فرمودہ است۔ نزد شما ہفتم حصہ آں قلیل یک اقلیم ہندوستان است۔ پیشِ شما چیست کہ بہرِ فقرا بقبول آں فرود آید (۱) مرزا صاحب کے استغنا اور صبر و توکل سے متعلق اس قسم کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

ان کی خوش گفتاری معجز بیانی اور آداب مجلس کا ذکر اکثر تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔ قدرت اللہ صدیقی لکھتے ہیں۔ وہ اس مرتبہ کے خوش تقریر ہیں کہ تحریر میں نہیں آسکتا (۲) اشرف علی خاں کافی عرصے تک مرزا کی صحبت اور رفاقت میں رہے تھے۔ ان کی ذہانت۔ ذکاوت خوش گفتاری اور فصاحت بیانی کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ کہ دقتِ فہم۔ ذکار طبع۔ سلاست گفتگو فصاحت کلام اور خوش گوئی ہیں یکتائے لیل و نہار اور بے مثل روزگار ہیں (۳) ان کے ایک

---

۵ ر

(۱) مقامات مظہری ص ۴۳

(۲) جام جہاں نما (قلمی رامپور) ص ۳۴۷

(۳) تذکرۃ الشعرا (قلمی۔ رامپور) ص ۶۹۲

Marfat.com

اور ہم عصر بھگوانداس ہندی نے ان کی معجز بیانی کی داد دیتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ شعر اس انداز سے پڑھتے تھے کہ سننے والے کے دل میں اُتر جاتے تھے۔ بہت سے لوگ تو ان کی سحر کار زبان سے اشعار سننے اور محظوظ ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے مرزا صاحب کی لطافت و نزاکت طبع کی طرح ان کی حُسن پرستی بھی مشہور ہے وہ خود کہا کرتے تھے کہ شیر خوارگی کے زمانے میں بھی وہ خوبصورت عورت کی گود میں جانا پسند کرتے تھے۔ اور بدصورت عورت کی گود میں نہیں جاتے تھے۔(۱) اکثر تذکرہ نگاروں نے ان کی حسن پرست طبیعت کا ذکر کیا ہے۔ فضل علی خاں لکھتے ہیں کہ اکثر جوانانِ رعنا سے محشور تھے (۲) سعادت خاں ناصر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ انہیں تاباں سے محبت تھی اور اس کے غم میں زار و نزار تھے۔ اور اس کی خاطر کبھی کبھی اُردو میں شعر کہہ لیا کرتے تھے (۳) بعض تذکرہ نگاروں نے محمد فقیہ صاحب (۴) دردمند اور انعام اللہ خاں یقین (۵) سے مرزا کے تعلقات کو بھی اس رنگ میں پیش کیا ہے۔ خوش گو کو مرزا سے بہت محبت اور عقیدت ہے۔ وہ ان کی عشقیہ زندگی کا ایک واقعہ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ مرزا صاحب اور ان کے منظورِ نظر میں کچھ جھگڑا ہوگیا۔ مرزا صاحب چھ مہینے تک اُس مسجد سے باہر نہیں نکلے جس میں ان کی اقامت گاہ تھی۔ اور اس مسجد میں انہوں نے اپنے لیے ایک قبر بنوائی تھی اور دن

(۳) تذکرہ خوش معرکہ زیبا (قلمی) آزاد لائبریری علیگڑھ

(۱) معمولات مظہریہ ص ۷
(۲) بستانِ خزاں (قلمی رامپور)
(۴) مخزن نکات ص ۴۹
(۵) گلشن سخن (قلمی علیگڑھ) ورق ۱۸۵، الف

Marfat.com

رات اس قبر میں پڑے رہتے۔ اور ہر وقت آہ و بکا کرتے لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ (۱) مرزا صاحب کی حسن پرستی کو محمد حسین آزاد نے خاص انداز میں پیش کر کے خوب تبلیغ کی ہے۔

اُن کے مریدوں میں بہت بڑی تعداد روہیلوں کی تھی (۲) یہ وہ لوگ تھے جو مغل حکومت کے لیے برابر خطرہ بنے ہوئے تھے۔ نجف خاں کے زمانے میں روہیلوں کا بہت زیادہ زور ہو گیا تھا۔ دلی کے اکثر گلی کوچوں میں آباد ہو گئے تھے۔ رُہیلے چونکہ ابھی عیش و عشرت میں نہیں ڈوبے تھے اس لیے ان کے دست و بازو میں ابھی تک طاقت باقی تھی اور نجف خاں کو ہمیشہ ان سے خوف رہتا تھا۔ دہلی میں روہیلوں کا سب سے بڑا مرکز مرزا کی خانقاہ تھی۔ اس لیے نجف خاں کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ مرزا کو قتل کرا دینا۔ چنانچہ ۷ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ کو کچھ رات گزری تھی کہ کچھ لوگوں نے دستک دی۔ نوکر باہر آیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ مرزا سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں نوکر نے مرزا کو اطلاع دی۔ مرزا خواب گاہ سے باہر آئے۔ اُن میں سے ایک نوجوان جو مغل تھا آگے بڑھا اور اس نے پوچھا مرزا مظہر آپ ہی ہیں مرزا نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے دو ساتھیوں نے اس کی تصدیق کی۔ نوجوان نے مرزا پر طمنچہ کی گولی داغ دی۔ گولی سینے پر دائیں طرف دل کے قریب لگی وہ زمین پر گر گئے (۳) اور قاتل فرار ہو گئے۔

---

(۱) سفینۂ خوش گو (قلمی) ورق ۱۸۸-۴ الف و ب

(۲) کلمات طیبات ص ۶۵

(۳) قاتلانہ حملہ کی پوری تفصیل شاہ غلام علی نے بیان کی ہے مقامات مظہری ص [illegible]

Marfat.com

مسلمان جراحوں نے بہت کچھ علاج کیا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ آخر تیسرے دن ۱۰ار محرم الحرام کو مغرب کے وقت، وفات کر گئے (۱) ترکمان دروازے کے قریب ایک حویلی میں اُن کو دفن کیا گیا۔ یہ حویلی مرزا کی بیوی کی ملکیت تھی (۲) بعد میں خانقاہ شاہ غلام علی کہلائی اور آج کل خانقاہ شاہ ابوالخیر کے نام سے مشہور ہے۔ مرزا کی قبر اب بھی سنگِ مرمر کے ایک بہت خوبصورت مجرہ میں محفوظ ہے۔ لوحِ قبر پر مرزا کا یہ شعر کندہ ہے ؎

بہ لوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

اکثر معتقدوں دوستوں اور ہم عمروں نے مرزا کی وفات کی تاریخیں کہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ میر قمر الدین نے حدیث نبوی سے تاریخ وفات نکالی۔

عاش حمیداً مات شہیداً

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے آیت شریف سے تاریخ وفات نکالی

اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم

۱۱۹۵ھ

اکثر مورخین نے مرزا صاحب کے قتل کی وجہ مذہبی اختلاف بتائی ہے ان کا خیال ہے کہ مرزا صاحب کو شیعہ گروہ کے آدمیوں نے مذہبی تعصب کی وجہ سے

(۱) مقامات مظہری ص ۶۱

(۲) مرزا نے اپنے وصیت نامہ میں اس حویلی کا ذکر کیا ہے۔ معمولات مظہریہ

مارا ہے۔ خود نجف خاں بھی کٹر شیعہ تھا۔ کریم الدین علی لطف، قدرت اللہ قاسم وغیرہ کا بھی یہی خیال ہے۔ کئی تذکرہ نگار اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کے قتل میں نجف خاں کا ہاتھ تھا۔ تاریخ محمدی میں مرزا محمد حارثی کے کسی وارث نے ان کی وفات سے متعلق لکھا ہے کہ ۹ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ کو دہلی میں نجف خاں کے مغل ملازموں کے ہاتھ سے مرزا نے طپنچہ کی گولی کا زخم کھایا۔ صاحب تذکرہ عشقی نے مرزا کے قاتل کے متعلق یہی لکھا ہے کہ وہ نجف خاں کا ملازم تھا اور مذہبی تعصب کی وجہ سے انہیں قتل کیا گیا تھا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کے قتل میں سیاسی اور مذہبی دونوں اسباب کام کر رہے تھے۔ جن میں سیاسی اسباب کو اولیت خاص تھی۔ اور مذہب کو محض سیاسی اغراض کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔

Marfat.com

مرزا صاحب اور تصوّف

ہندوستان میں تصوّف کی باقاعدہ داغ بیل چشتیہ سلسلے کے بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ہاتھوں پڑی۔ جو پرتھوی راج کے عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ اگرچہ خواجہ صاحب پہلے بھی ہندوستان میں بہت سے بزرگ آئے۔ مگر تاریخ میں ان کے حالات پوری طرح روشن نہیں ہیں۔ خواجہ صاحبؒ نے ہندوستان آکر اجمیر میں قیام کیا۔ جہاں تمام عمر رشد و ہدایت کا کام کرتے رہے۔ تصوّف کے ایک اور مشہور سلسلے سہروردیہ کے ایک بزرگ حضرت شیخ بہاء الدّین زکریا بھی ہندوستان آئے۔ اور اُنھوں نے مُلتان اور سندھ کو اپنا مرکز بنایا۔ اُسی زمانے میں ایک اور "فردوسیہ سلسلہ" قائم ہوا جسے حضرت شیخ بدرالدین سمرقندیؒ نے ہندوستان میں جاری کیا۔ پندرھویں صدی کے وسط تک شاہ نعمت اللہ قادری۔ قادری سلسلے کے اور شاہ عبداللہ شطاریؒ شطاریہ سلسلے کے بزرگ بھی ہندوستان آچکے تھے۔

اکبر کے عہد میں خواجہ باقی باللہؒ نے نقشبندیہ سلسلہ ہندوستان میں قائم کیا۔ یہی چند بڑے بڑے سلسلے ہیں جنھوں نے پندرھویں صدی عیسوی سے لے کر انیسویں صدی کے آخر تک تمام اقطاع ہند میں خانقاہی نظام کو منضبط اور منظم کر کے چلایا اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اصلاح کی۔ آج بھی ہندوستان

کی تمام معروف اور لائقِ ذکر خانقاہوں کا سلسلہ انھیں سے ملتا ہے۔[1]

ہندوستان میں تصوّف نے ایک عظیم تحریک کی صورت اختیار کر لی تھی۔ صوفیاء ایک طرف حکمراں طبقے کے ظلم و استبداد کے خلاف جہاد کرتے تھے اور دوسری طرف بے بس لاچار اور مجبور انسانوں کو صبر و قناعت اور تسلیم و رضا نیز انسانی عظمت اور خودداری کا درس دے کر اُن میں خود اعتمادی اور بلند کرداری پیدا کرتے تھے۔ یہ انھیں صوفیاء کا فیض تھا کہ حکمراں طبقہ کی گمراہیوں کے باوجود مذہبی عقائد میں ایسا زوال پیدا نہیں ہوا جو عام لوگوں کو اس سے منحرف کر دیتا۔ یا حالات کا بہاؤ انھیں کسی اور طرف لے جاتا۔ وہ بناوٹ تصنع اور کٹھ ملاؤں کے ظاہری فریب سے بچ کر باطنی تربیت۔ تقویٰ۔ طہارتِ نفس کی تعلیم دینے لگے۔ یہ صوفیا اتباعِ سنّت پر زور دیتے اور اتباع شریعت کو ملحوظ رکھتے تھے حضرت نصیر الدین چراغ دہلی نے ایک بار اپنے مرید کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"مسلکِ پیر حجت نمی شود۔ دلیل از کتاب و سنّت می باید"

ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے۔

"..... شیخ الاسلام نظام الدین در بیعت عام کشادہ بود و گناہ گاران را خرقہ و توبہ میداد و بارادہ خود قبول می کرد و خاص و عام و غنیا و مفلس و ملکا و فقرا و متعلما و جاہلا و غازیا و مجاہد و احرار و عبید الطاقہ و توبہ و مسواک پاکی میفرمود و جماہیر طوائف مذکور از آں کہ خود را مرید شیخ میدانستند از بسیار نا کردہ دینہا دست

---

[1] یہ تمام معلومات تاریخ مشائخ چشت سے حاصل کی گئی ہیں۔ ص ۱۳۳-۱۳۴۔

می داشتند .... مرد وزن وپیر وجوان وبازاری و
عامی وغلام وچاکر کودکان وخورد سال بہ نماز در آمدہ بودند۔ واغلب
واکثر مرد آیندگان ارادت نماز چاشت واشراق را ملازم گشت
.... وکار مریدان قدیم جز طاعت وعبادات
وترک تجرید وکتب سلوک خواندن وماثر مشائخ ومعاملات مشائخ
وحکایت کردن کارے دیگر نبود .... خواص وعوام
نیکوکاری وگرائیدہ وحاشا وکلا در چند سال آخر عہد علائی نام شراب
وشاہد وفسق وفجور وقمار وفحش ولواطت و بچہ بازی بر زبان اکثر
مردمان گذشتہ باشد"[1]

ظاہر ہے کہ تصوف مردم بے زار نہیں تھا۔ اِس میں انسان دوستی۔ زندگی کی قدروں پر ایمان۔ سچائی اور صداقت تھی۔ یہ سماجی اصلاح کی بہترین تحریک تھا۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ حضرات رہبانیت کے قائل تھے۔ یا انھوں نے عوام کو ترکِ دنیا کی تعلیم دی۔ اُن کا مقصدِ اصلاح یہ تھا کہ اخلاق کی تربیت کی جائے۔ اکلِ حلال حاصل کیا جائے۔ اور لذاتِ دنیا سے کنارہ کش ہو کر کتاب وسنت کی پیروی میں ثابت قدم رہا جائے۔ یہ دنیا میں بہتر زندگی گذارنے کے وسائل تھے. ترکِ دنیا کے نہیں.

چنانچہ حضرت نظام الدین اولیارحؒ کہا کرتے تھے۔

"ترکِ دنیا آں نیست کہ کسے خود را برہنہ کند لنگوٹہ بہ بندد وبنشیند۔
ترکِ دنیا آں ست کہ لباس بپوشد وطعام بخورد واما آنچہ میرسد

[1] تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۴۳-۳۴۶۔

Marfat.com

بے ثباتی کا شدید احساس۔ بے وجہ قناعت اور کلبیت و انفعالیت نے تصوّف میں راہ پا لی۔ تصوّف جس کا مقصد انسان دوستی تھا۔ مردم بے زار ہو گیا۔ قرآن، شرع رسومات مذہب اور سنّتِ نبوی کو بے کار سمجھ کر وحدت الوجود کے فلسفے پر زور دیا جانے لگا۔ اِس طرح اسلام اور اسلامی تصوّف کی صورت مسخ ہونے لگی۔ اور یہ وبا شاید اکبر کے زمانے میں انتہا کو پہنچ گئی۔

اکبر کی تحریک "دینِ الٰہی" اور مجدد الف ثانیؒ کی تحریک "اتباعِ سنّت تقریباً ایک مخصوص حالات کے دو مختلف ردِ عمل ہیں۔ اگر ہم اکبر کے دور کے علماء اور صوفیاء کے حالات پر نظر ڈالیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اکبر نے "دینِ الٰہی" کیوں ایجاد کیا تھا۔ اور احیائے سنّت کے لئے مجدد الف ثانیؒ کیوں پیدا ہوئے۔

ابتدا میں اکبر مذہب اسلام کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا۔ کیمڈی (KAMMADY) نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ۱۵۸۵ء میں ابو تراب مکّہ سے ایک پتھر لائے جس پر آنحضرت کا نقشِ قدم بنایا جاتا تھا اکبر شہر سے چار کوس دور استقبال کے لیے گیا اور حکم دیا کہ تمام امراء درباری باری باری اِس پتھر کو لے چلیں۔

مگر بعد میں کچھ علماء کی بے دینی۔ عیاری اور مکاری۔ ہوسِ دولت و جاہ دیکھ کر اکبر ان سے متنفر ہو گیا۔ اس عہد کے علماء پر تبصرہ کرتے ہوئے مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں۔

"عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است و بہ ظلمات بدعت آرام گرفتہ۔ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند۔ و باحیائے سنّت

Marfat.com

ب کشاید۔ اکثر علماء این وقت رواج دہندہائے بدعت اند و محو کنندہائے سنت"۔[1]

بعض مذہبی مسائل میں اکبر علماء دین کا مشورہ طلب کرتا۔ تو ایک عالم ایک چیز جائز قرار دیتا اور دوسرا اس کو حرام۔ اکبر مخدوم الملک سیّد عبداللہ کی بہت عزت کرتا تھا۔ لیکن اُس کی جاہ پرستی۔ دنیاداری اور غیر اسلامی حرکتوں نے اکبر کے بنیادی عقائد بدل دیے اور وہ اسلام سے متنفر ہو گیا۔ مخدوم الملک کے بارے میں ملّا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں۔

"چنداں خزائن و دفائن او پدید گشت۔ قفل آں را بکلید وہم نتواں کشاد۔ ازاں جملہ چند صندوق طلاء از گورخانہ مخدوم الملک کہ بہ بہانہ اموات دفن کردہ بود ظاہر شد"۔[2]

اِن ہی حالات نے اکبر میں صداقت اور سچائی کی تلاش کا جذبہ پیدا کیا۔ اُس نے ۱۵۷۵ء میں "عبادت خانہ" کے نام سے ایک عمارت بنوائی۔ اس کے چار حصّے تھے۔ جس میں سیّد۔ علماء۔ فقہاء۔ شرفا اور امراء بیٹھتے تھے۔ مذہبی مسائل پر مجادلے اور مباحثے ہوتے۔ اکبر کافی عرصے تک اُن سب کی بحث و تکرار سنتا رہا۔ آخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ہر شخص دلائل پیش کرنے کے بجائے جذباتیت۔ شور و غل اور غم و غصّہ سے دوسروں کو شکست دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ مباحثے صداقت کی طرف رہنمائی کے بجائے ذہنی ورزشیں تھیں۔ خانقاہوں کی حالت دیکھ کر اکبر کو

---

[1] مکتوبات مجدد الف ثانیؒ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۲۔

[2] منتخب التواریخ۔ ص ۳۱۱۔

Marfat.com

اور بھی مایوسی ہوئی۔ اہلِ طریقت کو اسلام سے دور کا واسطہ نہیں تھا۔ "ہمہ اوست" کے فلسفے کا سہارا لے کر اہلِ خانقاہ مذہب کی ظاہری رسوم۔ پابندی شرع اور اتباعِ سنّت سے بالکل بے نیاز ہو گئے تھے۔ خانقاہیں عیش و عشرت۔ آوارگی اور خلاف مذہب و اخلاق حرکتوں کی آماجگاہ بن گئی تھیں۔ اور اہل خانقاہ تنہا پسندی، مردم بیزاری اور کلبیت کے شکار ہو چکے تھے۔

اکبر نے دوسرے مذاہب کا مطالعہ شروع کیا۔ ملاؔ لکھتے ہیں۔

"اصناف دانایان از ہر دیار و ارباب ادیان و مذاہب بہ دربار جمع شدند۔ بشرف ہم زبانی مخصوص بودند۔ بعد از تحقیق و تفتیش کہ شب و روز شیوہ پیشہ غیر ازاں نہ داشتند"[1]

اس تحقیق و تفتیش نے اکبر کے "دینِ الٰہی" کو جنم دیا اور یہ حالات تھے جنھوں نے اکبر کو ایک بہترین سیاست دان بنا دیا۔

مجدد الف ثانیؒ کی تحریک بھی اسی کا ردِ عمل تھی۔ اِس تحریک کو مختصراً الفاظ میں "اتباعِ سنّت" اور "اجتناب عن البدعۃ" کہا جا سکتا ہے۔ وہ طریقت اور تصوّف کے اُن تمام فلسفوں کے خلاف تھے جن میں اشراقیت۔ ویدانت اور عیسائیت کے نظریات کام کر رہے تھے۔ اکبر نے بعض غیر شرعی چیزوں کو مثلاً جوا۔ شراب اور سور وغیرہ کو جائز قرار دے دیا تھا۔ مجدد الف ثانیؒ نے اُن کی سختی سے مخالفت کی۔ جہانگیر کے دربار میں اُن کے تعظیمی سجدے کا واقعہ مشہور ہے۔ جہانگیر نے ایک دفعہ اُنھیں دربار میں بلایا اور تعظیمی سجدے کے لیے کہا، اُنھوں نے صاف انکار کر دیا۔ جہانگیر نے یہ آہنی عزم

---

[1] منتخب التواریخ۔ ص ۲۵۶۔

کسی انسان میں نہیں دیکھا تھا۔ غصّے سے بے قابو ہوگیا۔ اور گرفتار کر کے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا۔ مگر دو سال بعد اُنھیں رہا کر دیا گیا۔ مجدّد الف ثانیؒ جب تک زندہ رہے قرآن اور اتباع سنّت کی تبلیغ کرتے رہے۔ وہ اپنے مسلک میں اتنے انتہا پسند ہو گئے کہ اُن کے دل میں ہندوستان کے دوسرے مذاہب کا قطعی احترام نہیں رہا۔ سو سال بعد یہی حال اُن کے پیر دشاہ ولی اللہؒ کا تھا۔ مرزا مظہر اسی سلسلہ سے بیعت تھے مگر اس طریقہ میں یہ اُن کا اجتہاد ہے کہ وہ ہندوؤں کو مشرکانِ عرب کی طرح بُت پرست نہیں مانتے تھے۔ وید، رام چندر اور کرشن جی کا احترام کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تناسخ کے مسئلہ پر یقین رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔

مجدد الف ثانیؒ کی یہ تحریک دراصل اورنگ زیب کے ہاتھوں پھلی پھولی۔ ہندوستانی تہذیب و تمدن سے متاثر ہو کر دربار میں جن غیر اسلامی رسومات کو دخل ہو گیا تھا۔ عالمگیر نے اُنھیں ختم کر دیا۔ تخت پر بیٹھتے ہی سنہ شمسی کو جو پارسیوں کی تقلید سے قائم کیا گیا تھا قمری سے بدل دیا۔ "درشن" کا غیر اسلامی طریقہ بالکل بند کر دیا۔ لوگ دربار میں بادشاہ کی تعظیم کے خیال سے ایک دوسرے کو صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے تھے۔ اورنگ زیب نے سلام کا مسنون طریقہ رائج کیا اور حکم دیا کہ مسلمان عام طور پر سلام کا یہی طریقہ برتیں۔ اُس نے سب سے اہم کام یہ کیا کہ علماء و فضلاء کو جمع کر کے تصنیف کا ایک محکمہ قائم کیا۔ اور کئی سال کی لگاتار کوشش کے بعد فتاویٰ عالمگیری تیار کرائی۔[1] اورنگ زیب سے قبل مغل بادشاہ سکّوں پر کلمہ کندہ کراتے تھے۔ اورنگ زیب نے اُسے بند کرا دیا۔ تاکہ کلمہ کی بے حرمتی نہ ہو۔

---

[1] عالمگیر سے متعلق تمام معلومات "مفاہیم عالمگیری" سے لی گئی ہیں۔ ص ۱۲۵ - ۱۳۸۔

Marfat.com

۱۲ مئی ۱۶۵۹ء کو تمام صوبہ داروں کو ایک سرکلر بھیجا گیا۔ جس میں سخت ہدایات دیں کہ اُن کے علاقے میں بھنگ وغیرہ کی کاشت نہ کی جائے۔ اور حکم عدولی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔[1] اورنگ زیب نے تمام پرانی مسجدوں کی مرمت کرا کر انھیں درست کروایا اور اُن میں امام۔ مؤذن اور خطیب اور دوسرے ملازم رکھے۔ جن کی تنخواہیں سرکاری خزانوں سے دی جاتی تھیں۔ لیکن اورنگ زیب کی آنکھ بند ہوتے ہی مجدّدی تحریک کا اثر ختم ہونے لگا۔[2]

چونکہ اس کی وفات کے بعد مغل حکومت کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ بادشاہ۔ امرا۔ اور اہل سیف لاچار اور مجبور رہ گئے تھے۔ اِس لیے وہ اپنے بازوؤں اور تدبیروں سے زیادہ خانقاہوں میں کی جانے والی دعاؤں، تعویذوں اور ایسی ہی روحانی چیزوں پر یقین کرنے لگے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب ہندوستان کی سیاست میں زوال آجانے کی وجہ سے اخلاقی اور مذہبی اقدار بھی زوال پذیر ہو گئی تھیں۔ مذہب ایک مضحکہ خیز چیز بن گئی تھی۔ خانقاہوں میں رہنے والے

---

[1] تاریخ اورنگ زیب۔ سرکار۔ جلد سوم ص ۸۳-۸۴۔

[2] دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔

"..... بعد از دریافت حقیقت الحقائق و تحقیق رموز و دقائق مذہب برحق صوفیہ و فائز گشتن بایں عطیہ عظمیٰ در صدر آں شد کہ ورق کند مشرب موحدان ہند و بعضے از محققان ایں قوم و کاملان ایشان کہ بہ نہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدا یابی رسیدہ بودند۔ مکرر صحبتہا داشتند و گفتگو نمودہ۔ (باقی ص ۳۱ پر)

Marfat.com

عیار اور مکار صوفیوں کی پورے سماج پر گرفت بہت مضبوط ہو گئی تھی اور محمد شاہ کا زمانہ تو اس سلسلے میں یادگار ہے۔ اُس زمانے کے متعلق مرزا حیرت لکھتے ہیں۔

"(محمد شاہ رنگیلے کا زمانہ) انتہا درجہ کا ملکی اور مذہبی پہلو سے تاریک تر اور ناپاک تھا۔ شریعت محمدی پر مضحکہ خیز نکتہ چینیاں (ں) عین دربار میں ہوتی تھیں۔ اور مے نوشی کی لذتوں اور سرخوشانہ اور بے خودانہ حالتوں کے آگے حدیثِ نبوی پر قہقہے اُڑائے جاتے تھے۔ .... محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں جس تصوف نے رنگ جمایا تھا وہ اسلامی ذہن کا اپنے میں بڑا مادہ رکھتا تھا۔ امرد پرستی اور ناپاک عشق کا صوفیوں کی مجلس میں عروج ہوا۔ .... محمد شاہ کے زمانے میں اس جھوٹے تصوف اور قابل نفرت صوفیوں کو جس قدر عروج ہوا وہ تاریخ میں ایک نامور زمانہ ہے۔ اکثر عظیم الشان جلسوں میں اللہ ہو کی صدائیں اور جھوٹے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰)

جز اختلاف لفظی در دیانت و شناخت حق تفاوتے ندید" (سفینۃ الاولیاء ص ۸۰)

اورنگ زیب دراصل اس تحریک سے خائف تھا وہ جانتا تھا کہ ان صوفیوں کے ہاتھوں اسلام اپنی انفرادیت کھو کر ہندوستانی مذاہب میں ضم ہو جائے گا۔ اس نے سختی سے اس تحریک کو دبا دیا۔ لیکن اُس کی وفات کے بعد یہ تحریک پھر ابھری اور اس دفعہ بڑے کر و فر کے ساتھ۔ کیونکہ تمام ترقی پسند قوتیں اس تحریک کے ساتھ تھیں۔

Marfat.com

صوفیوں کے چٹخاروں کی آوازیں بلند ہوتی ہوئی سنائی دیتی تھیں
اور اُن میں وہ وہ خرافات باتیں ہوتی تھیں کہ جو قابلِ بیان نہیں[1]
تقریباً یہی زمانہ ہے جس میں مرزا مظہر نے ہوش سنبھالا اور اپنی باطنی تربیت
مکمل کر کے رشد و ہدایت کی طرف متوجہ ہوئے۔ حالانکہ بادشاہوں اور امراء کی
سرپرستی نے ایسے صوفیاء کی بہت ہمت افزائی کی تھی۔ جن کی زندگی کا مقصد صرف
سماجی عزت و وقار اور دولت حاصل کرنا تھا۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اس دور
میں چند برگزیدہ شخصیتوں کو چھوڑ کر تمام صوفی "نمود و نمود" تھے۔ جس نے عیاری اور
مکاری سے لاکھوں روپیہ جمع کیا تھا۔ ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی جسے وہ
الہامی کہتا تھا۔

ہر طرف انحطاط اور زوال کا بازار گرم تھا۔ بادشاہ اور امراء اور رؤسا
سے لے کر عوام تک سب عیش و عشرت میں مبتلا تھے۔ ایک سماج کے شکست و ریخت
کے نمایاں آثار دکھائی دے رہے تھے۔ تصوف محض ایک افیون بن کر رہ گیا تھا۔
جس سے "غرض نشاط" نہیں بلکہ یک گونہ بے خودی تھی۔

اِس عہد کو پھر سے ایک مجدد الف ثانی کی ضرورت تھی۔ مگر اس دفعہ ایک
نہیں کئی مجدد پیدا ہوئے۔ شاہ ولی اللہ[2] مولانا فخر الدین[3] اور خواجہ میر درد۔

---

[1] حیات طیبہ۔ ص ۷۔۹۔ [2] شاہ ولی اللہ کی ولادت ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۳ء میں
ہوئی۔ ان کے والد شاہ عبدالرحیم کی علمیت اور قابلیت۔ پاک بازی اور صداقت کی
دھاک پورے ہندوستان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اورنگ زیب نے "فتوی عالمگیری"
مرتب کرانے کے ارادہ سے ایک شعبۂ تالیف کھولا تو (باقی حاشیہ ص ۴۳ پر)

Marfat.com

اور مرزا مظہر۔ اِن سب بزرگوں نے پھر مجدد تحریک کا احیا کیا۔ ان سب میں کچھ اختلافات ضرور تھے مگر بنیادی عقائد ایک ہی تھے۔ یعنی قرآن اور سنّتِ نبویؐ کی تبلیغ۔"

مرزا صاحب اتباعِ کتاب وسنّت میں اس قدر سخت تھے کہ ایک دفعہ اُن کے والد اُنھیں اپنے پیر و مرشد شاہ عبدالرحمٰن قادری کی خدمت میں لے گئے۔ اتفاق سے سکر و سماع کی حالت میں شاہ عبدالرحمان عصر اور مغرب کی نماز نہیں پڑھ سکے۔ انھوں

(بقیہ حاشیہ ص۴۲) اُنھیں اِس سلسلے کا سرپرست مقرر کیا۔ شاہ ولی اللہؒ بھی تجدید تحریک سے تعلق رکھتے تھے۔ اُنھوں نے مرزا مظہرؒ کی طرح مجدد تحریک کی مردہ رگوں میں ایک بار خون دے کر اُسے زندہ کیا۔ اُن کی تعلیم بھی صرف اتباع سنّت تھی اور حقیقت یہ ہے کہ اِس میدان میں تمام بزرگوں سے بازی لے گئے۔ خود اُن کے زمانے اور بعد میں بھی اُن کی جو قدر و منزلت پورے ہندوستان میں رہی ہے۔ وہ اُن کے ہم عصروں میں کسی کو بھی نصیب نہ ہو سکی۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی محض اِس مقصد پر قربان کر دی کہ اسلام کو ان غلط اثرات اور روایتوں سے محفوظ کیا جائے جو اِس عظیم الشان درخت کی جڑوں پر کلہاڑی مار رہے تھے۔ وہ پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے قرآن شریف کا فارسی ترجمہ کیا۔ اور تصوّف کے مسائل کو اِس انداز میں پیش کیا کہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد اور ہندوستانی تصوّف کے فلسفوں میں کوئی تفریق باقی نہیں رہی۔ لیکن اِس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ شاہ صاحب اپنے مسلک اتباعِ سنّت میں بہت زیادہ انتہا پسند ہو گئے تھے اور ہندوستان کے دوسرے مذاہب کی اُن کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہیں تھی۔ ۱۱۷۶ھ ہجری (۱۷۶۲ء) میں شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (باقی ص۴۴ پر)

Marfat.com

نے یہ حالت دیکھ کر دل میں فیصلہ کر لیا کہ اگر والد نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو کہا تو وہ انکار کر دیں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) شاہ ولی اللہ اور اُن کا فلسفہ از مولانا عبید اللہ سندھی۔ شاہ ولی اللہ از مناظر احسن گیلانی۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ۔ شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات۔

۳۵ شاہ فخر الدین کی ولادت ۱۱۲۶ھ میں اورنگ آباد میں ہوئی۔ اُن کے والد شاہ نظام چشتیہ سلسلے کے مشہور بزرگ شاہ کلیم اللہؒ کے مرید تھے اور شاہ کلیم اللہؒ ہی نے شاہ نظام کو تبلیغ کے لیے دکن بھیجا تھا۔ جہاں انھوں نے مستقل سکونت اختیار کر لی۔ فخر الدین نام شاہ کلیم اللہ ہی کا تجویز کیا ہوا ہے۔ شاہ فخر الدین بچپن ہی میں اپنے والد سے بیعت ہو گئے تھے ظاہری تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد شاہ فخر الدین نے لشکر میں ملازمت کر لی۔ چونکہ ان کی پرورش صوفیانہ ماحول میں ہوئی تھی اس لیے دن بھر فوجی کاموں میں مصروف رہتے اور رات کو خدا کی عبادت کرتے۔ مگر بہت جلد اُن کی طبیعت فوجی کاموں سے گھبرا گئی اور اورنگ آباد میں اپنے والد کے سجادہ نشین ہو گئے ۱۱۶۰ یا ۱۱۶۱ ہجری میں دہلی آ گئے اور یہاں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ شاہ فخر الدین کا مدرسہ دہلی میں بہت مشہور و معروف تھا اور تاریخی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ مدرسہ اجمیری دروازہ کے باہر غازی الدین خاں فیروز جنگ کا بنوایا ہوا تھا۔ شاہ فخر الدین کا شمار بھی ان مصلحین قوم میں ہے جنھوں نے عوام کو تصوف کی بے راہ روی سے نجات دلائی۔ شاہ ولی اللہؒ اور مرزا مظہرؒ کی طرح وہ بھی "ہر چھوٹی بڑی" بات میں اتباعِ سنت کرتے لوگوں کو بھی اِس امر کی بڑی تاکید کرتے "نماز روزے اور مذہب کی ظاہری رسوم کی سخت پابندی کرتے۔ غالب کے دوست کالے صاحب (باقی صفحہ ۳۵ پر)

Marfat.com

مگر خیرت گذری والد نے کچھ نہیں کہا۔

مرزا صاحب کی پوری زندگی سنّتِ نبوی کی ایک زندہ مثال تھی۔ سلام کرنے میں بھی وہ سنّتِ رسول کا خیال کرتے تھے اور بقول شاہ غلام علی۔

"مردم را با ادب سلام موافق سنّت رسول خدا تاکید می نمودند و از دست بر سر داشتن و خم شدن منع می فرمودند"[1]

مرزا صاحب روزے کے اتنے پابند تھے کہ مرتے وقت نماز کی ادائیگی کے لیے پریشان رہے۔ وفات کے وقت شاہ غلام علی اُن کے پاس تھے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"از نہایت ضعف آواز مبارک شنیدہ نمی شدہ روز صوم روزہ جمعہ بعد نماز صبح از بندہ پرسیدند کہ یازدہ نماز از قضا شدہ و تمام بدن خون آلودہ است۔ طاقت برداشتن سر نباشد۔ نماز موقوف باید داشت و باشارہ ادا کند شما درین مسئلہ چہ معلوم است۔ عرض نمودم مسئلہ آں است کہ حضرت ایشان فرمودند۔ بعد از گذاشتن نیم روز ہر دو دست برداشتہ تا دیرے فاتحہ خواندند"[2]

(بقیہ حاشیہ ص ۴۴) غلام قطب الدین کے صاحبزادے اور شاہ فخر الدین کے پوتے تھے۔ تاریخ مشائخ چشت۔ ص ۴۶۰-۴۲۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ مناقب فخریہ (قلمی) نظام الملک آصفیہ لائبریری۔ حیدرآباد۔ قواعد فخریہ (قلمی) عیوض علی مملوکہ حسن ثانی صاحب نظامی۔ فخر الطالبین سید نور الدین حسین (قلمی) مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی۔ آثار الصنادید سرسید۔ باب چہارم ص ۳۰ - ۳۵۔

[1] مقاماتِ مظہری ص ۶۱۔ [2] ایضاً ص ۱۰۔

Marfat.com

وہ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے۔

"ایمان مجمل کہ ایمان آوردم بخدا و رسول خدا و آنچہ پیغمبر از خدا آوردہ است۔ دوست دارم دوستانِ خدا و رسول را۔ و بیزارم از دشمنانِ خدا و رسول۔ بہ جہت نجات کافیست"[1]

مرزا صاحب کو بحیثیت صوفی بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی۔ ہندوستان کے اکثر حصّوں میں ان کے مرید موجود تھے۔ لوگ دور دور سے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے آتے تھے۔ انھیں اپنے مریدوں کے اصرار پر اکثر دہلی سے باہر جانا پڑتا تھا۔ شاید جتنے رو ہیلے اُن کے مرید تھے کسی اور کے نہیں تھے۔

شاہ ولی اللہ جیسے مجتہد العصر اور عظیم المرتبت انسان مرزا صاحب کی عظمت کے قائل تھے۔ اُن کی نظروں میں مرزا صاحب کی کس قدر وقعت اور عزت تھی اس کا اندازہ اس طرح سے لگایا جاسکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ ایک خط میں مرزا کو القاب لکھتے ہیں۔

"بنام مرزا صاحب خدائے عزوجل آن قیم طریقہ احمدیہ و امی سنتِ نبویہ را دیر گاہ داشتہ مسلمین را متمتع و مستفید گرداند"[2]

ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔

"مرزا صاحب متع اللہ المسلمین بافادات قیم الطریقۃ الاحمدیہ و روے ریاض الطریقۃ بتوجہات النفس الزکیۃ۔ آمین"[3]

شاہ ولی اللہ نے اُن کی عظمت کا اعتراف اِن الفاظ میں کیا ہے۔

"و آنچہ قدر ایشان ما مردم می دانیم شما چہ دانید۔ احوالِ مردم ہند

---

[1] مقامات مظہری ص ۳۶۔ [2] و [3] کلمات طیبات ص ۱۶۶ - ۱۶۷۔

Marfat.com

بر ما مخفی نیست کہ خود مولد و منشار فقیر است۔ و بلادِ عرب را نیز دیدہ ام و سیر نمودہ۔ احوال مردم ولایت او نقات آن جا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ کہ عزیزے بر جادہ شریعت و طریقت و اتباع کتب و سنّت ہم چنیں استوار مستقیم باشد۔ و در ارشاد طالبان شانے عظیم و نفس قوی دارد۔ درین جز زمان مثل ایشان در بلاد عظیم دریافتہ نمی شود مگر در گذشتگان بلکہ در ہر جز زمان وجود ایں عزیزان کمتر بودہ است۔ چہ جائے ایں زماں کہ پُر فتنہ و فساد است۔"[1]

خواجہ میر درد بھی اُن کے معترف تھے۔ وہ کہا کرتے تھے۔

"ہر کہ را از اصحاب ایشاں می بینم از نسبت عزیزانِ بہرہ یاب است۔ اما درجات و حالات و مقامات تفاوت دارند۔"[2]

انھوں نے اپنی متصوفانہ زندگی میں وہ مقام حاصل کر لیا تھا کہ بقول اُن کے

"روزے حضرت سیّد (نور محمد بداؤنی) کفش بندہ درست کردہ نہادند فرمودند شمارا بجناب الٰہی قبول تمام است۔"[3]

مرزا اپنے ایک اور استاد حاجی محمد افضل کے بارے میں لکھتے ہیں

"حضرت حاجی محمد افضل بہ تعظیم بندہ زاست می ایستادند۔ کہ تعظیم کمالات نسبت شما میکنم۔"[4]

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہندوستان میں اسلامی سماج کی کشتی کو طوفان سے بچایا اور پوری زندگی کی قربانی دیکر مذہبی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت کی اُن میں مرزا صاحب کا نام سرفہرست ہے۔

---

[1] کلمات طیبات ص ۲۰۰۔ [2] مقاماتِ مظہری ص ۲۹۔ [3] ایضاً۔

Marfat.com

مرزا صاحب کے خطوط

خطوط اپنے لکھنے والے کی شخصیت و سیرت اور اُس کے زمانے کے سیاسی، سماجی اور تاریخی عوامل کا بہترین آئینہ ہوتے ہیں۔ کسی انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے حالات معلوم کرنے کے لیے اِس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ خطوط کے بعد سوانح عمری کا درجہ ہے۔ لیکن عام طور پر سوانح لکھتے ہوئے انسان حق و صداقت سے کام نہیں لیتا۔ اور حقیقت پردوں میں چھپی رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسا محض اِس لیے ہوتا ہے کہ سوانح نگار دروغ گوئی پر مجبور ہوتا ہے، یا ارادتاً حقائق کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور بعض اوقات خود اُسے بھی اس کا علم نہیں ہوتا کہ وہ جو کچھ سوچ رہا ہے اور لکھ رہا ہے اُس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کے برعکس خطوط نویسی میں دروغ گوئی کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ شاذ و نادر ہی مکتوب نگار کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اُس کے خطوط صرف مکتوب الیہ ہی نہیں ہزاروں اور لاکھوں لوگ پڑھیں گے۔ اس لیے وہ اپنی زندگی کے روزمرہ کے واقعات بے کم و کاست اور انتہائی بے تکلفی سے بیان کر دیتا ہے۔ اور خطوط میں بیان کی ہوئی یہ بہت سی چھوٹی بڑی باتیں حقیقت کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ اور اس کے ذہن کو سمجھنے میں ہماری ممد و معاون ہوتی ہیں۔

اگر کوئی صنفِ ادب فن تاریخ سے بہت قریب ہے تو وہ خطوط نویسی ہے۔

Marfat.com

مورخ کا اپنا ایک نقطۂ نظر ہوتا ہے جو ہر واقعہ کو ایک مخصوص زاویہ سے دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اُس کو حاکمِ وقت کا خوف ہوتا ہے۔ کبھی ایک مخصوص مذہب یا سیاسی جماعت کی طرف داری منظور ہوتی ہے، اِس لیے اکثر وہ حقائق کو توڑ مروڑ کر اس طرح پیش کرتا ہے کہ واقعات کی شکل و صورت بالکل بدل جاتی ہے۔ خطوط میں انسان اپنے چہرے پر کتنا ہی دبیز نقاب کیوں نہ ڈال لے۔ پھر بھی حقیقت کی تلاش زیادہ مشکل نہیں ہوتی اور مکتوب نگار کی کوششوں کے باوجود اُس کے ذہن کے تمام گوشے روشنی میں آجاتے ہیں۔

ہندوستان میں صدیوں قبل فارسی مکتوب نگاری نے باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر لی تھی۔ آج بھی ہندوستان کی مختلف لائبریریوں میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فارسی خطوط کے سینکڑوں مجموعے مل جاتے ہیں جن میں خسرو، کی رسائل الاعجاز محمود گاواں کی ریاضی الانشاء، چندر بھان برہمن کی انشائے برہمن، ابوالفضل فیضی، ظہوری، عالمگیر، نعمت خاں عالی اور بیدل وغیرہ کے رقعات قابل ذکر ہیں۔ ان کتابوں میں بعض مکتوبات کے مجموعے ہیں۔ بعض میں انشاء پردازی کے اصول و قواعد بھی بیان کیے گئے ہیں۔

مرزا صاحب رشد و ہدایت کے کام میں اِس طرح مصروف رہے کہ انھیں زندگی بھر تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینے کی فرصت نہیں مل سکی۔ اِسی لیے اُن کا سرمایۂ تصانیف بہت مختصر ہے۔ اُنھوں نے خود ۱۰۷۰ھ میں بیس ہزار اشعار میں سے تقریباً ایک ہزار کا انتخاب کر کے دیوان مرتب کیا تھا۔ اور اُس دیوان کا دیباچہ بھی خود ہی لکھا، جس سے دو اہم باتوں کا پتہ چلتا ہے: ایک تو یہ کہ مرزا صاحب نے شعر و شاعری

Marfat.com

میں دل چسپی صرف "ہنگامِ جوانی" میں لی تھی اور آخری عمر میں یہ مشغلہ ترک کر دیا تھا۔ دوسرے ۱۱۵۰ھ میں مرزا صاحب کا ایک دیوان مرتب ہوا تھا۔ اور اس پر بھی مرزا صاحب نے مقدمہ لکھا تھا۔ مگر وہ دیوان اب نایاب ہے۔ مرزا صاحب کا فارسی دیوان شائع ہو چکا ہے۔ اُنھوں نے فارسی اشعار کی ایک بیاض "خریطۂ جواہر" کے نام سے مرتب کی تھی۔ یہ بیاض بھی شائع ہو چکی ہے۔ اگرچہ اُردو شاعری میں مرزا صاحب کی وہی اہمیت ہے جو فلسفہ میں ارسطو یا افلاطون کی ہے۔ لیکن اُنھوں نے اُردو شاعری کو ہمیشہ "خلافِ ذیٔ" اور "دونِ مرتبہ" سمجھا۔ اِس لیے کبھی دیوان مرتب نہیں ہوا۔ مختلف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تذکروں اور بیاضوں میں اُن کا اُردو کلام بکھرا ہوا ہے۔ میں نے اُن کے تمام اُردو اشعار یک جا کر دیے ہیں۔ جو میرے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے "مرزا مظہر جانجاناں :۔ اُن کا عہد اور شاعری" میں شامل ہیں[1]۔ فارسی و اُردو نثر میں اُن کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ صرف فارسی خطوط ہیں۔ اپنے خطوط کے بارے میں انھوں نے ایک خط میں لکھا ہے۔

"دبستانِ تحقیق کے اِس بے سواد میں کتاب کی تصنیف کی استعداد نہیں ہے۔ دوستوں نے بعض شریعت اور طریقت کے مسائل پوچھے تھے۔ اُن کے جواب مکاتیب کے طور پر لکھے ہیں۔ عزیزوں نے ان کو فراہم کیا ہے۔"

(تینتالیسواں خط)

آزاد لائبریری علی گڈھ میں رقعات مرزا مظہر کا ایک قلمی نسخہ ہے۔ جس میں صرف

---

[1] عبدالرزاق قریشی نے "مرزا مظہر جانجاناں" میں مرزا کے اشعار مرتب کیے ہیں۔

Marfat.com

۲۳ خطوط ہیں۔ یہی ۲۳ خطوط شاہ غلام علی کی مقامات مظہری[1] میں بھی شامل ہیں۔ غالباً مرزا صاحب کے رقعات کا یہ پہلا مجموعہ ہے جو مرتب ہوا۔ بعد میں اُن میں اضافے ہوتے رہے۔ کلماتِ طیبات میں حضرت غوث الثقلین، مرزا صاحب، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور شاہ غلام علی کے مکتوبات ہیں۔ مرزا صاحب کے مکتوبات کی تعداد ۸۰ ہے۔ کلماتِ طیبات کے آخر میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ایک رسالے اسرار العارفین کا فارسی ترجمہ بھی شامل ہے۔ یہ کتاب پہلی بار $\frac{۱۳۰۳ھ}{۱۸۸۵ء}$ میں مطبع العلوم مراد آباد سے محمد امجد علی مالک اخبار "نیر اعظم" کے زیر اہتمام $۶\frac{۱}{۲}$ اور ۱۰" کے سائز پر شائع ہوئی۔ مولوی حافظ علی مراد آبادی اس کے مرتب اور مولوی قمر الدین مراد آبادی اور مولوی صدیق حسن سنبھلی نے اس کی تصحیح کی اور حاشیے لکھے۔ اس مجموعے کا دوسرا ایڈیشن $\frac{۱۳۰۸ھ}{۱۸۹۱ء}$ میں پھر اسی مطبع سے شائع ہوا اس دفعہ مولوی قمر الدین کے ساتھ جو مولوی صدیق حسن سنبھلی کا نام تھا، وہ نکال دیا گیا۔ پہلے ایڈیشن میں منشی انوار حسین تسلیم کی تقریظ شامل ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں یہ تقریظ بھی نکال دی گئی، اور سائز بھی بدل کر "$۶\frac{۱}{۲}$ × $۹\frac{۱}{۲}$" کر دیا گیا۔ عبد الرزاق قریشی صاحب نے ایک اور ایڈیشن کا ذکر کیا ہے۔ جو میری نظر سے نہیں گذرا۔ یہ ایڈیشن ۱۳۰۹ھ میں مجتبائی پریس دہلی سے حافظ محمد عبد اللہ کے زیر اہتمام چھپا تھا۔ اور مولوی فضل الرحمٰن صاحب نے اس کی تصحیح کی تھی[2]۔

---

[1] مقامات مظہری کا اردو ترجمہ ۱۹۱۵ء میں کتب قومی، منزل نقشبندیہ، کشمیری بازار لاہور سے چھپا تھا جس پر مترجم کا نام نہیں تھا۔

[2] مرزا مظہر جانجاناں ص ۲۰۸

کرنی چاہی۔ غالبؔ نے اُردو مکتوب نگاری میں جو اصلاحیں کی تھیں اور جس سادگی اور بے تکلفی کی طرح ڈالی تھی۔ اُس کی ابتدا ستر اسّی سال قبل مرزا صاحب نے ہی کی تھی مرزا مظہر خواہ مخواہ کے طویل اور پُر تکلف اور مبالغہ آمیز القابات کے خلاف تھے۔ وہ خود بھی سیدھے سادے القاب لکھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ وہ مخدوما، جان من، برادرِ من جیسے القاب استعمال کرتے تھے۔ وہ خط کی ابتدا اِس طرح کرتے ہیں:" بعد حمد و صلوٰۃ از فقیر مولوی صاحب مہربانی سلمہ الرحمٰن مطالعہ فرمایند!" اور کبھی صرف "بعد" حمد و صلوٰۃ" یا "حامداً و مصلیاً" یا "باعثِ تحریر آنکہ" سے خط شروع کرتے۔

مرزا صاحب بہت سادہ القاب لکھ کر فوراً مطلب کی بات پر آجاتے ہیں۔ ایسے خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہے جس میں مرزا بغیر کسی القاب یا تو طیبہ و تمہید کے مطلب کی بات کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ خود اپنے مریدوں اور معتقدوں کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں۔ میر اجنبی کے نام ایک خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"معلوم ہے کہ بھائی اپنے ہاتھ سے خط نہیں لکھتے۔ جو لکھتا ہے اُس سے کہہ دیں کہ یہ گھسا پٹا لقب (حقائق و معارف آگاہ) چھوڑ دے۔ کیونکہ ہمارے اور تمہارے تعلقات میں ان الفاظ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کا سلیقۂ تحریر معلوم ہے۔ بے مزہ تکلف کو دخل نہ دیں اُس کے بعد اس طرح لکھیں کہ میر اجنبی کی طرف سے مرزا جانجاناں مطالعہ کریں۔ اس کے بعد مطلب لکھیں"۔ (سینتالیسواں خط)

Marfat.com

میر صاحب نے غالباً مرزا صاحب کو پر تکلف القاب لکھا تھا۔ مرزا صاحب ان کو لکھتے ہیں:۔

"امید ہے کہ مراسلات اور مخاطبات میں پرانی رسم کے مطابق "مرزا صاحب" پر اکتفا کریں گے۔"

مرزا صاحب خط کے مضمون میں بھی سادگی بیان کا پورا التزام کرتے ہیں اکثر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سامنے بیٹھے ہوئے کسی انسان سے مخاطب ہیں۔ ان کے انداز تحریر میں وہ ہی بے تکلفی اور بے ساختگی ہوتی ہے۔ جو صرف گفتگو میں ممکن ہے۔ غالب کی خوش نصیبی تھی کہ انہوں نے اس وقت اردو مکتوب نگاری کی اصلاح کی جب فورٹ ولیم کالج اور دہلی کالج کی نثر نے غالب کے لیے میدان ہموار کر دیا تھا۔ اور عوام کا ذہن اس اصلاح کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ لیکن مرزا صاحب کی وہی قسمت تھی جو محمد شاہ تغلق کی تھی۔ یعنی وہ اپنے وقت سے بہت پہلے پیدا ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے فارسی مکتوب نگاری میں مشکل پسندی نکتہ آفرینی۔ دقتِ مضامین، اور تکلف و تصنع کے خلاف آواز بلند کی اور خود ایسی فارسی نثر کے نمونہ پیش کیے جن میں سادگی، صفائی، سلاست و فصاحت، بے تکلفی، بے ساختگی، شیرینی اور روزمرہ کا لطف تھا۔ تو وہ فارسی داں طبقہ جس کا مزاج دربار اور امرا و رؤسا کی مصاحبت میں بنا تھا اسے قبول نہ کر سکا۔

مواد کے اعتبار سے بھی ان خطوط کی بہت زیادہ اہمیت ہے بعض خطوط میں مرزا صاحب نے تصوف کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ خاص طور پر ابتدائی ۲۳ خطوط اس سلسلے میں بہت اہم ہیں۔ پہلے خط میں اپنا حسب و نسب اور مختصر سے

Marfat.com

خاندانی حالات بیان کیے ہیں۔ باقی خطوط میں مریدوں اور معتقدوں کے شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ خطوط مرزا صاحب کے مسلک ان کے عقائد اور نظریات کو سمجھنے کا بہترین اور واحد ذریعہ ہیں۔ انہیں خطوط میں تصوف کے اہم ترین مسائل جبر و اختیار، سماع، کرامات و خرق عادات، وحدت وجود، نسبت، علم حضوری و حصولی، اتباع سنت اور ذکر جہر وغیرہ جیسے اہم مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے عقائد کے سلسلے میں جو چیز ہمیں سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ ہندو دھرم کے بارے میں اُن کے نظریات ہیں۔ جن سے ان کی ذہنی کشادگی وسعت قلب اور انسان دوستی کا پتا چلتا ہے۔ جہاں ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ مرزا صاحب اتباع سنّت میں بہت زیادہ کٹر تھے۔ وہاں ہمیں اس کا بھی علم ہوتا ہے کہ وہ مشرکان ہند کے دین کو کفّار عرب کی طرح بے اصل نہیں سمجھتے تھے چودھویں خط میں کسی مرید کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ نوع انسانی کی پیدائش کے آغاز میں رحمت الٰہی نے دنیا اور عاقبت کی اصلاح کے لیے برہما نامی ایک فرشتے کے ہاتھ ایک کتاب بھیجی تھی۔ مرزا صاحب اس کتاب یعنی چاروں ویدوں کی پوری تفصیل بیان کر کے لکھتے ہیں کہ ان ویدوں کو ماننے والے تمام فرقے خداوند تعالےٰ کی توحید پر متفق ہیں، اور دنیا کو حادث و مخلوق جانتے ہیں دنیا کے فنا ہونے حشر جسمانی اور جزائے اعمال نیک و بد پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جہاں تک ان لوگوں کی بت پرستی کا تعلق ہے۔ یہ لوگ بعض فرشتے جو اللہ کے حکم سے اس عالم کون و مکان پر تصرف رکھتے ہیں۔ یا بعض کاملوں کی روحیں جن کا جسموں سے ترکِ تعلق کے بعد بھی اس کائنات پر تصرف باقی ہے۔ یا بعض ایسے زندہ لوگ جو ان لوگوں کے

Marfat.com

خیال میں حضرت خضر کی طرح زندہ جاوید ہیں۔ اُن کے بُت بنا کر اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اس توجہ کے سبب سے کچھ مدّت کے بعد صاحبِ صورت سے ربط پیدا کر لیتے ہیں۔ مرزا صاحب کے خیال سے ہندوؤں کا یہ عمل صوفیوں کے ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمان صوفی اپنے پیر کا بُت نہیں تراشتے۔ کفارِ عرب کی بت پرستی بالکل مختلف چیز ہے۔ کیونکہ اہلِ عرب بتوں کو اپنی ذات سے موثر اور متصرف جانتے تھے۔ اُن تمام شواہد و دلائل کی روشنی میں مرزا صاحب یہ یقین رکھتے تھے کہ ہندو دھرم خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ جو ظہورِ اسلام کے بعد منسوخ ہو گیا۔ اور رام چندر، کرشن جی وغیرہ کی عزت اور احترام کرنا چاہیے۔ کیونکہ ممکن ہے یہ خدا کے بھیجے ہوئے ولی یا پیغمبر ہوں۔ اسی خط میں مرزا صاحب کی یہ راست فکری اور ذہنی کشادگی محض خیال اور فکر تک محدود نہیں تھی عملی زندگی میں بھی ہندوؤں کے ساتھ ان کا ہمدردانہ اور پُرخلوص رشتہ تھا۔ اُن کے شاگردوں میں کئی لوگ ہندو تھے۔ جس میں لبساون لعل بیدار اور کشن چند مجروح کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مقاماتِ مظہری اور معمولاتِ مظہریہ میں بہت سے ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ جن سے مرزا صاحب کے توکل کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے محمد شاہ بادشاہ وزیروں اور امیروں کی دولت کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ بلکہ ان لوگوں نے جب مرزا صاحب کی خدمت میں دولت کی پیشکش کی تو مرزا صاحب نے کمال استغنا کے ساتھ انہیں ٹھکرا دیا۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ جس مکان میں مرزا صاحب کی شہادت ہوئی وہ کیول رام نامی ایک بنئے نے ان کے لیے بنایا تھا۔[1] ظاہر ہے کہ

[1] دریائے لطافت ص ۳۹۱

Marfat.com

قبولیت کا یہ شرف صرف دلی تعلق کی وجہ سے بخشا گیا ہوگا۔ مرزا صاحب نے اپنے خطوط میں اکثر لوگوں کی سفارشیں کی ہیں بلکہ ایک خط میں کسی امیر سے اپنے ہمشیر زادوں کی سفارش کی ہے۔ مگر اس خط میں اُن کا لہجہ اور الفاظ اتنے زوردار اور موثر نہیں جتنے کہ اس خط میں ہیں۔ جو انہوں نے برج لال نامی ایک نوجوان کی سفارش میں صرف کیے ہیں۔ برج لال کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کے بعد مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"تم کو معلوم ہے کہ ہم نے اس اہتمام سے تم سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔ اور ہم کو مبالغہ کی عادت نہیں ہے۔"

(بنام محمد قاسم)

ان خطوط ہی سے ہمیں مرزا صاحب کے تصورِ اخلاق کا بھی علم ہوتا ہے۔ انہوں نے اکثر خطوں میں اپنے مریدوں کو نصیحتیں کی ہیں۔ جو بظاہر ان کی اپنی زندگی کی آئینہ دار ہیں۔ ایک خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"اپنی بدخلقی سے پیروں کو بدنام نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی تمہارے طریقہ کی طرف آئے۔ تو اس سے خدمت لینے کی بجائے خود اس کی خدمت کرو۔ ہاں اگر وہ محبت کے غلبہ سے خود تمہاری خدمت کرے تو دوسری بات ہے"۔

(بنام شاہ محمد سالم)

آخری عمر میں مرزا صاحب نے قیمتی لباس پہننا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن جب محمد قاسم نے انہیں قیمتی کپڑے کے دو تھان بھیجے اور منت و سماجت کی وہ اُس کا لباس پہنیں تو مرزا صاحب انکار نہ کر سکے۔ اس مرید کو لکھتے ہیں۔

Marfat.com

میں اُن پر سختی نہ کرنا۔ اور بہت دلجوئی کرنا۔ اگر فقیر کو پیٹھ پیچھے برا بھی
تو ہرگز مقابلہ نہ کرنا۔ اور ہرگز اُن سے بد دل نہ ہونا کیونکہ ہماری تمہاری
خیریت اسی میں ہے۔"

مرزا صاحب اتنے وسیع القلب اور انسان دوست تھے کہ کبھی کسی انسان کا دل دُکھانا اور اُسے معمولی سی تکلیف بھی پہنچانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ حد تو یہ تھی کہ اگر کسی انسان کا زُہد اور تقویٰ کسی دوسرے آدمی کی تکلیف کا باعث ہو تو وہ ایسے زہد سے دامن بچانا پسند کرتے تھے۔ قاضی ثناء اللہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میرے بھائی عجیب بات ہے پانی پت کا ہر شخص تمہاری شکایتوں سے بھرا بھرا آتا ہے۔ معلوم نہیں تم کیا کرتے ہو۔ اگر تمہاری سچائی اور دیانت لوگوں کی تکلیف کا سبب ہے تو ایسی راستی سے باز آؤ۔"

وہ کسی سے ناراض بھی نہیں ہوتے تھے اور اگر کسی وجہ سے تھوڑی بہت رنجش ہوگئی۔ تو معمولی معذرت سے دل صاف کر لیا کرتے تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

فقیر تمہارے اندازِ تحریر سے ناراض تھا، چونکہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے میں نے خود کو زبردستی باز رکھا۔ اور تمہارے حق میں دعائے خیر کی۔ تاکہ خاطر جمع ہو۔ اب جو تم نے معذرت کی ہے دل صاف تر ہو گیا۔ ہم نے معاف کر دیا۔ خاطر جمع رکھو۔"

(ستائیسواں خط)

ایک اور خط میں اپنی ناراضگی بڑی خوبصورت تشبیہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

کا مطالعہ نہ کیا ہوگا۔

ان رقعات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں میں سب سے زیادہ تعداد روہیلوں کی تھی۔ روہیلوں کو ان سے کتنی عقیدت تھی۔ اور کتنے روہیلے ان کے مرید تھے۔ اس کا اندازہ ان کے ایک خط سے ہوتا ہے۔ روہیلکھنڈ کے کسی شہر سے محمد احسان احمدی کو لکھتے ہیں۔

"اخذ طریقہ کے لیے روہیلوں کا اتنا ہجوم ہے کہ تمام دن توجہ دینے سے فرصت نہیں ملتی۔ فقیر کے پہنچنے کی خبر سُنکر یہ لوگ دور دراز علاقوں سے احرام بستہ آتے ہیں۔ سنبھل، امروہہ سے لے کر شاہجہاں پور تک تمام منزلوں میں ٹولی ٹولی بنا کر ایک ایک گروہ۔ قوم روہیلہ میں سے اکثر اور ہندوستانی لوگوں میں سے کمتر نے اخذِ طریقہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک جماعت ساتھ آئی ہے اور میرے ہمراہ دہلی جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

مرزا صاحب نے اکثر خطوط میں ان روہیلوں کا ذکر کیا ہے۔ یہی روہیلے مغل حکومت کے لیے مصیبت بنے ہوئے تھے۔ نجف خاں جب برسر اقتدار آیا تو اس نے ان سے نجات پانے کی کوشش کی۔ بڑی مصیبت یہ تھی کہ اُن روہیلوں کی اچھی خاصی تعداد دہلی میں آباد ہو گئی تھی جن میں اکثر آستانۂ مظہر سے وابستہ تھے اور مرزا صاحب ہی کی وجہ سے دہلی میں روہیلوں کی آمد و رفت برابر جاری تھی۔ اس لیے نجف خاں کو مرزا صاحب کے قتل کی سازش میں حصہ لینا پڑا جس کا تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جاگیرداری دور میں خانقاہ کا ایک اہم رول رہا ہے۔ چونکہ عوام اور خود امراء و رؤسا کے دل و دماغ پر اہل خانقاہ کا قبضہ ہوتا تھا۔ اس لیے بادشاہوں کو ہمیشہ یہ خوف رہتا تھا کہ ان برگزیدہ ہستیوں کے ابرو کے ایک اشارے سے ان کی حکومت کا تختہ پلٹا جا سکتا ہے۔ اس لیے یہ لوگ ہمیشہ اہلِ خانقاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ لیکن اورنگزیب کی وفات کے بعد ہندوستان کی عام زندگی میں جو زوال آیا۔ اُس کے اثر سے معدودے چند کو چھوڑ کر باقی خانقاہیں بھی محفوظ نہ رہ سکیں اور یہ بھی دنیاوی عیش و عشرت، شعر و شراب، رقص و سرود اور غیر اخلاقی اور غیر فطری حرکتوں کی آماجگاہ بن گئیں۔ مرزا صاحب کی خانقاہ کا شمار اُن معدودے چند خانقاہوں میں ہے۔ جو نہ صرف اس زوال کے اثر سے بچی رہیں۔ بلکہ جنہوں نے انسانیت کی اعلیٰ قدروں کے چراغ روشن کیے۔ اور انسان کی فلاح و بہبودی کے لیئے ہر ممکن کام کیا۔ اگرچہ انہیں دنیا اور دنیا والوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن انسانی فلاح و بہبودی کے لیئے وہ تمام سیاسی واقعات سے باخبر رہتے تھے۔ ان کے خطوط میں اکثر ان واقعات کا ذکر آ گیا ہے۔ جو تاریخی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہیں۔ ان واقعات سے متعلق تفصیل حواشی میں بیان کر دی گئی ہے۔ یہاں صرف چند مثالیں پیش کرنا مقصود ہے۔ مرزا صاحب کسی مرید کو لکھتے ہیں۔

پچھلے مہینہ کفار سکھ تھانیسر کے قلعہ پر قابض ہو گئے اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔

(اکتیسواں خط)

Marfat.com

نجف خاں جب شاہ عالم کے زمانے میں دہلی آیا۔ اور اس نے حکومت کے پورے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیئے۔ تو عوام پر ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ اس کے بارے میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

جس دن سے نجف خاں آیا ہے اس شہر میں فقیر سے لیکر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے۔ ہر خاص وعام کی زبان پر مجد الدولہ کی رہائی کا ذکر ہے۔

عماد الملک اور غلام عسکری خاں کے نام مرزا صاحب کے جتنے خطوط ہیں۔ وہ اس امر کے شاہد ہیں کہ مرزا صاحب خود سیاست میں نمایاں حصہ لیتے تھے۔ اگرچہ ان کا مقصد صرف انسانی ہمدردی ہوتا تھا۔ غلام عسکری خاں کے نام وہ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"یہاں نواب اور جاٹ کی نجیب خاں سے صلح کا شور مچا ہوا ہے۔ اور دونوں طرف کے معتبر رازداروں سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی مصلحت کی وجہ سے جاٹ راجہ بہادر سنگھ اور دلیر سنگھ کے توسط سے روہیلوں سے دوستی کرتا ہے۔"

احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے ہندوستان کے تمام افراد کو پریشان کر رکھا تھا۔ مرزا صاحب غلام عسکری خاں کو اس کی آمد کی اطلاع ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

"شاہ ابدالی نے پشاور میں قیام کیا ہے۔ اور اپنے بڑے لڑکے تیمور مرزا کو بہت بڑی فوج کے ساتھ ممالک خراسان کے بندوبست کو رخصت کیا ہے۔ اگر اس کی ضرورت پڑی کہ وہ (احمد شاہ ابدالی)

Marfat.com

خود سفر کرے تو وہ لاہور اور ملتان تک پہنچ جائے گا"

یہ بھی مرزا صاحب کے خطِ طاہی سے پتہ چلتا ہے کہ روز روز کے ہنگاموں سے تنگ آکر انہوں نے دہلی چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور اس ارادہ کو عملی شکل دینے کے لیے وہ روہیلکھنڈ چلے گئے تھے۔ تاکہ جائے سکونت کا انتخاب کر سکیں مرزا صاحب نواب فیض اللہ خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

جذب قسمت اور احباب کی کشش کی وجہ سے فقیر سنبھل پہنچا ہے۔ امروہہ اور مراد آباد بھی دیکھا تاکہ مستقل قیام کے لیے جگہ کا انتخاب کیا جائے۔ اور متعلقان کو بلانے کا خیال کیا۔ کیونکہ دہلی میں روز روز کی پریشانیوں سے تنگ آگیا ہوں۔ متعلقان کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ انہوں نے معقول عذر لکھ دیے۔ مجبوراً دہلی جانا پڑا۔

مرزا صاحب کے خطوط واحد ذریعہ ہیں جن سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاست میں باقاعدہ حصہ لیتے تھے۔ اگرچہ خود انہیں ہوس مال و زر نہ تھی لیکن وہ سب کچھ رضائے خداوندی کے لیے کرتے تھے۔ نواب عماد الملک کے بارے میں مرزا صاحب غلام عسکری خاں کو لکھتے ہیں۔

اگر نواب ہمارا سلیقہ چاہتا ہے۔ اور ہماری سلامت عقل پر بھروسہ کرتا ہے۔ اور اچھی بُری باتوں میں ہم سے صلاح لیتا ہے تو خلق اللہ کے لیے قوی توجہ اور مفید تدبیر کو ہم کام میں لائیں گے۔

مرزا صاحب تمام سیاسی واقعات سے باخبر رہتے تھے۔ ایک خط میں غلام عسکری خاں کو لکھتے ہیں۔

Marfat.com

شہر کے حال سے لے کر محل کی خبروں تک فقیر سے کچھ نہیں چھپا
اور جو کچھ حقیقت ہے۔ فقیر تک پہنچ جاتی ہے۔ ہر چند میں نے
کئی بار اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ نواب جو کچھ کرنا چاہے
مجھے بتا دے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ورنہ میں ایسی بنیاد
رکھتا کہ لوگ دیکھتے رہ جاتے۔

ان خطوط میں سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کے ہمشیرزادے اور ایک صاحب زادے پیر علی بھی تھے۔ غالباً پیر علی کا دوسرا نام مرزا شاہ علی تھا۔ ان کی دو بیویاں اور تین لڑکے تھے اور انہیں بھی اپنی ماں کی طرح سودا تھا۔

اس مختصر سے مقدمہ میں صرف بعض اہم واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے سوانح اور اس دور کی سیاسی، سماجی اور اقتصادی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں کے لیئے یہ خطوط کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔

Marfat.com

خطوط

Marfat.com

(۱)

برخوردار تم نے دوبارہ التماس کیا ہے کہ فقیر اپنا حسب و نسب لکھے۔ چونکہ اس میں کوئی خاص فائدہ نہیں تھا۔ اِس لیے میں نے تغافل کیا۔ اب جب کہ (تمھاری) منت سماجت حد سے بڑھ گئی ہے (تو) مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے حقیقت میں تو اِس فقیر کے سرمایۂ وجود کا آغاز ایک قطرۂ آب اور انجام ایک مشتِ خاک ہے۔ اور اِس عالمِ اعتبار میں خاکسار کی نسبت کا سلسلہ چھبیس واسطوں سے حضرت محمد بن حنفیہ کے توسط سے شیر بیشۂ کبریا علی مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثنا تک پہنچتا ہے۔ فقیر کے اجداد میں سے ایک بزرگ آٹھویں صدی ہجری میں کسی تقریب سے (ترکِ وطن کرکے) طائف سے ترکستان آئے تھے انھوں نے اِس علاقے کے ایک حاکم کی لڑکی سے جو قبیلۂ الوس قاقشالان کا سردار تھا۔ شادی کر لی۔ چونکہ اس کا (حاکم کا) کوئی لڑکا نہیں تھا۔ اِس لیے اِس علاقے کی حکومت کا تعلق اُن کی (امیر کمال الدین) اولاد سے ہوگیا۔ جب ہمایوں بادشاہ نے مملکتِ ہندوستان کو سرکش پٹھانوں سے نجات دلائی۔ تو اس خاندان کے دو بھائی محبوب(۱) خاں اور باباخاں(۲) کو ساتھ لایا۔ جن کا سلسلہ تین پشت پر امیر کمال الدین سے ملتا تھا۔ ان دونوں کا حال عہد اکبری کی تاریخوں میں لکھا ہوا ہے۔ ان بزرگوں کا نسبِ مادری امیر صاحبقراں کے خاندان تک پہنچتا ہے، اور فقیر کا سلسلہ چار واسطوں سے باباخان پر منتہی ہوتا ہے۔ خان مذکور (باباخان) نے عہدِ اکبری میں بغاوت کی تھی۔(۳) اس جرم کی پاداش میں میرے والد بھی کم منصبی کی سزا میں گرفتار تھے۔(۴) انھوں نے عمر کا بڑا حصہ اورنگ زیب کی خدمت میں گذارا۔

Marfat.com

آخر ترکِ دنیا کی دولت سے مفتخر اور ممتاز ہوئے۔ اور قادریہ سلسلہ کے ایک بزرگ کی خدمت سے استفادہ کیا۔ انھوں نے ۱۱۳۰ھ میں اس دنیا سے رحلت کی۔ فقیر کی ولادت ۱۱۲۳ھ[۵] میں ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا تھا۔ بیس سال کی عمر میں کمرِ ہمت باندھ کر دنیا سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور فقر کی راہ میں ریاضت شروع کی۔ علومِ متعارفہ والد کے زمانے میں پڑھے۔ اور کتبِ حدیث حاجی محمد افضل[۶] سیالکوٹی کی خدمت میں پڑھیں۔ جو شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی کے شاگرد تھے۔ اور قرآن مجید شیخ القراء شیخ عبدالخالق شوقی کے شاگرد حافظ عبدالرسول دہلوی سے سند کیا۔ طریقہ نقشبندیہ کا خرقہ اور اجازتِ مطلقہ جناب سید السادات نور محمد[۷] بداؤنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیے۔ جن کا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ایک عمر ان کی خدمت میں گذاری۔ اُن کی وفات کے بعد اس طریقہ کے متعدد مشائخ سے استفادہ کیا۔ اور آخر کار مدت تک فیض آشیانہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد[۸] سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ پر جبہ سائی کی۔ ان کا سلسلہ بھی دو واسطوں سے حضرت مجدد سے ملتا ہے ایک مدت تک اُن کی خدمت کر کے قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ طریقوں کا خرقہ اور اجازت اُن سے حاصل کی۔ آج تک کہ ۱۱۸۵ھ ہے ان بزرگوں کے حکم کے مطابق تیس سال سے طالبانِ خدا کی تربیت کر رہا ہوں خدا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاتمہ بالخیر کرے۔

۱۱۸۵ھ

Marfat.com

(۲)

مخدوما! اس بار تم نے دو شبہات لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت سرہند (مجدد الف ثانی) کے خلفا بلند کمالات اور مقامات کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ لیکن اُس کے آثار اولیائے متقدمین کی طرح ان میں ظاہر نہیں ہوتے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے مریدوں کو بڑی بڑی بشارتیں دیتے ہیں۔ لیکن اُن کے حالات ان بشارتوں کے مطابق نہیں ہوتے۔ نیز یہ کہ اس سے اُن درویشوں کا اکابرِ سابقین کے برابر ہونا بلکہ ان پر فضیلت لازم آتی ہے۔ اور یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے۔ پہلے شبہہ کا جواب تو یہ ہے کہ اگلے بزرگوں نے بھی (مراتب فنا) کے تحقق کے باوجود کمالات علیا کا دعویٰ کیا ہے۔ اس فرقہ کی کتابیں ان مطالب سے بھری ہوئی ہیں۔ مختصر یہ کہ اس فرقہ کی ایک جماعت تو ان امور کے اظہار پر مامور رہے۔ اور ایک فرقہ کو غلبۂ سکر کی وجہ سے معذور کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کے معاملے میں بھی اِن دونوں احتمالات میں سے کوئی ایک سمجھ لینا چاہیے۔ سوائے نبوت کے کوئی کمال بنیادی طور پر ختم نہیں ہوا ہے۔ مبدا فیاض سے بخل اور دریغ تو ممکن نہیں پھر ان بزرگوں کے حق میں حُسن ظن سے کیا چیز مانع ہے؟ آخر یہ صلحائے مسلمین میں ہیں۔ اور اگر آثارِ کمال کے ظہور سے استقامت مراد ہے جسے فوقِ کرامت کہا گیا ہے تو اس سلسلے کے قوی لوگوں سے یہ (استقامت) خوب پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اور ضعف خارج از اعتبار ہے، اور آثار (کمال) سے مراد خرقِ عادات اور مکاشفات کا ظہور ہے جسے عوام پسند کرتے ہیں تو یہ باتیں صوفیا کے نزدیک نہ تو ولایت کے لیے شرط ہیں اور نہ لازم۔ یہ بات مخفی نہیں کہ

Marfat.com

صحابۂ کرام سے بھی جو امّتِ مرحومہ کے تمام افراد سے افضل ہیں۔ ایسی باتیں کم ظاہر ہوتی ہیں۔ چونکہ اس طریقہ کی ریاضتیں اور مجاہدے صحابۂ کرام اور ان کے تابعین کے مطابق اور کتاب وسنّت کے اتباع میں ہیں اس لیے اس طریقہ کے لوگوں کا ذوق اور وجدان بھی اُسی جماعت (صحابہ) کے مطابق واقع ہوا ہے۔ فلاتکن من الممترین (پس تم شک کرنے والوں میں نہ ہو)۔ شبہہ دوم کا جواب یہ ہے کہ اہلِ کمال کے آثارِ باطنی کا معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے۔ خاص طور پر اس طریقہ کی نسبتِ بے کیف کو سمجھنا ہر عمرو زید کے بس کی بات نہیں لیکن جو لوگ صحیح فراست رکھتے ہیں ان سے یہ بات مخفی نہیں ہے اور نہ رہتی ہے۔ آثار ظاہری میں جس میں کثرتِ طاعت وریاضت اور افراطِ ذوق وشوق تجرّد اور انقطاع از دنیا شامل ہیں اہل اخلاص وریا اور اربابِ حق وباطل سب شریک ہیں۔ اجمالاً گناہوں کے سرزد ہو جانے سے معصومین کے سوا کوئی محفوظ نہیں ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ نبوّت کا زمانہ دور ہونے اور قیامت قریب آنے کی وجہ سے تمام امورِ ظاہری وباطنی میں مکمل ضعف آگیا ہے۔ لیکن یہ بشارتیں بے حقیقت نہیں ہیں۔ ایسی بشارتوں سے شیخ کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مرید نے اس مقام سے (جس کی شیخ بشارت دے رہا ہے) کچھ بہرہ حاصل کر لیا ہے۔ نہ یہ کہ مشہور اولیا کی طرح اس مقام [سلوک] میں قوت اور رفعت پیدا کر لی ہے۔ جس سے مساوات لازم آئے۔ اگر خوش استعداد آدمی ایک عمر تک اس کام میں جد وجہد کرے اور ان بزرگوں کی دولت میں شریک بن جائے تو یہ بات محالات میں سے نہیں ہے۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

Marfat.com

جاننا چاہیے کہ اِن حضرات کی نسبت انعکاسی ہے۔ جیسے آئینہ میں سورج کی روشنی اس کے لیے خاص وقت چاہیے کہ باطن کے انوار بھی آئینہ میں اپنا انوار دینے کے قابل بن سکیں، یہ انعکاس تعین میں بدل جائے۔ اور مرید کمال و تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے بعض اوقات مقام کا عکس مرید کے آئینۂ باطن میں پڑنے لگتا ہے۔ مگر وہ مقام مرتبۂ تحقق تک پہنچا نہیں ہوتا۔ اور پیر کشفِ دقیق یا نظرِ تحقیق کو کام میں لائے بغیر مرید کو اس مقام کی بشارت (بھی) دے دیتا ہے۔ لیکن پیر سے مفارقت کے بعد وہ نسبت جو بشرطِ محاذات ظاہر ہوئی تھی۔ چھپ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر آثار ظاہر نہ ہو پائیں تو ٹھیک ہے۔ یہ غلطیاں خصوصاً اس زمانے میں بہت رواج پا گئی ہیں کہ پیروں میں نسبتِ کشفی کمیاب ہے اور مرید ضعفِ ہمت کے باعث اجازتِ ارشاد اور بشارتِ مقام کے لیے مضطرب رہتے ہیں۔

والسّلام

Marfat.com

نسبت کے معنی

(۳)

تم نے پوچھا تھا کہ صوفیوں کی اصطلاح میں نسبت کے کیا معنی ہیں۔ جاننا چاہیے کہ عربی لغت میں نسبت کا مطلب طرفین کا تعلق ہے۔ اور اس قوم (صوفیہ) کی اصطلاح میں وہ تعلق مراد ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اور جسے متکلمین صانع اور مصنوع کے رشتے سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے کوزے کا کمہار سے رشتہ ہوتا ہے۔ اور بہ ظاہر کتاب وسنّت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ صوفیہ، اگر وہ وحدت الوجود کے ماننے والے ہیں تو اس نسبت کی تعبیر کثرت میں وحدت کے ظہور سے کرتے ہیں۔ جیسے موج وحباب کی صورتوں میں پانی کا ظہور۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کثرت ہماری حقیقی وحدت میں کبھی مزاحم نہیں ہوتی۔ اس تعبیر کا حامل عینیت حق سے تعلق کا اثبات ہے۔ اور اس مطلب کو تاویلوں اور تمثیلوں کے ساتھ شرعی اور عقلی رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اگر وہ (صوفیہ) وحدت الشہود کے ماننے والے ہیں تو اس نسبت کو اصل اور ظل کے تعلق سے ثابت کرتے ہیں۔ جیسے سورج سے نکلنے والی روشنی کو سورج سے نسبت ہے۔ یہاں "ظل" سے تجلی مراد ہے۔ یعنی مرتبۂ ثانیہ میں کسی چیز کا ظاہر ہونا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کثرت وجوداتِ ظلی وحدتِ وجود حقیقی میں مخل نہیں ہو سکتی۔ پہلی اور دوسری تعبیر میں اتنا ہی فرق ہے، کہ ہر چند "ظل" کی کوئی اور حقیقت اپنے اصل سے ہٹ کر نہیں ہے۔ وہی اصل ہے جس نے مرتبۂ ثانی میں ظہور کر کے خود کو ظل کی شکل میں ظاہر کیا ہے۔ لیکن اس جگہ ایک کو دوسرے سے مشابہ خیال کرنا ٹھیک نہیں۔ مگر یہ تشابہ موج ودریا کی تشبیہ) میں ٹھیک ہے۔ اس لیے شہودیہ اس تعبیر کے مطابق اثبات غیریت

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی تشریح

کرتے ہیں۔ اور اس طرح کرتے ہیں کہ [اس تعبیر اثباتِ غیرت سے] توحیدِ وجودِ حقیقی میں خلل واقع نہ ہو اور کتاب و سنّت سے یہ بات بہ آسانی متنبط کی جا سکے۔

اور پہلی تعریف کے مطابق نسبت کے معنی کی تفسیر صوفیہ وجودیہ کی کتابوں سے معلوم کرنا چاہیے۔ اور شہودی صوفیہ کے نزدیک اس کی تفصیل یوں ہے کہ حقائقِ ممکنات علمِ الہٰی کے مرتبے میں عدم اور وجود سے مرکّب ہیں۔ اس طرح کہ اعدامِ اضافیہ یعنی عدم العلم جو جہل سے عبارت ہے۔ اور عدم القدرت جسے عجز کہا جائے گا۔ وغیرہ۔ جو الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔ اور اُن سے مرتبۂ الٰہی کا ثبوت پیدا ہوتا ہے اور صفاتِ حقیقیہ کے آئینے جو ان عدمات کے مقابل ہیں اور ان صفات کے عکس ان آئینوں میں منعکس ہوتے ہیں۔ اور یہ مخلوط تعینات عالم کے مبادی ہیں۔ پس اُن کے نزدیک "اعیانِ ثابتہ فی العلم" اعدامِ اضافیہ اور صفاتِ حقیقیہ کے پرتو سے مرکب ہیں۔ اور خارجِ ظلّی کے آئینوں میں جو خارجِ حقیقی کا ظل ہے۔ آثارِ خارجیہ کے مصدر بن گئے ہیں۔ پس اُن کے نزدیک اعیانِ خارجیہ وجودِ ظلّی میں موجود ہیں، نہ کہ وجودِ حقیقی میں۔ اور خارجِ ظلّی میں متحقق ہیں۔ جو وجودِ حقیقی کے تحقق کی منزل ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ موجود ہے اور اس کے توابع سب ظلاً یا انعکاساً خدا کی ذات سے مستفاد ہیں۔ کیونکہ وجودِ حقیقی کے ساتھ خارجِ حقیقی میں سوائے خدا کے کوئی شے موجود نہیں ہے (فاذا هو التوحید (پس یہی توحید ہے)۔ اور چونکہ عدم بتمام ہے شر اور نقص کے پیدا ہونے کا اور وجود مبدأ خیر و کمال ہے۔ اور دنیا عدم و وجود دونوں سے مرکّب ہے۔ بلکہ عدم اس کا ذاتی ہے اور وجود عارضی۔ اور وجود حق بسیط ہے اور خیر محض اور حُسنِ محض ہے۔ وہ عین

عالم نہیں ہو سکتا۔ ناچار دنیا حسن و قبح کا مجموعہ ہوگی۔ لیکن تمام وجوہ حسن خدا کی ذات سے مستفاد ہیں۔ اور برائی کے پہلو عدم کی طرف سے آئے ہیں۔ پس جب سالک اپنی استعداد کی قوت سے اور جذب مشائخ سے جو جذبۂ الٰہی کا پرتو ہے سیر علی کے ذریعے امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی کی طرف سفر کرتا ہے۔ جو عبارت ہے ان ظلمانی اور نورانی حجابوں کے دور ہو جانے سے جو حدیث کے مطابق خدا اور خلق کے درمیان حائل ہیں تو اس نسبت محاذات کے فیوض و برکات جو ظاہر اور مظہر کے درمیان متحقق تھے۔ وہ ان پردوں کے ہٹ جانے سے جو سالک کے آئینہ وجود میں انوار شمس حقیقی کے منعکس ہونے میں مانع تھے۔ دور ہو جاتے ہیں۔ اور ان انوار کا غلبہ آئینہ کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس حالت کو "نسبتِ فنا" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فنا کے بعد یہ لازم ہے کہ خدا کی طرف سے ہر مقام کے مطابق وجود وہبی عطا ہو۔ جس سے سالک بشریت کے کارخانے [کار استحکام] اور شریعت کے احکام کا قیام کر سکے اسی کو نسبت بقائی کہتے ہیں۔ پس اگر سالک تمام ظلمانی اور نورانی حجابات دور کر کے صفات اور شیونات کی تجلیات سے گزر کر تجلی ذاتِ بحت سے مشرف ہو جائے۔ اور زمانہ نبوت باقی ہو تو نبی ہو جاتا ہے۔ اور عصمت کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں صدورِ شر کا احتمال بھی باقی نہیں رہتا۔ ورنہ امکان سے وجوب کی طرف جتنی مسافت طے کی ہے۔ اس کے مطابق عدم سے جو "شر محض" ہے دور ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ ظلماتِ عدم انوار کے غلبہ سے مضمحل ہو جاتی ہیں۔ اس لیے [سالک] مصدرِ خیر بن جاتا ہے۔ لیکن چونکہ احیاناً وقوعِ شر کا احتمال

نسبتِ فنا

نسبتِ بقائی

نبوت اور نبی

Marfat.com

(۴)

مخدوما! آپ کا سوال ہے کہ حصولِ فنا کے بعد حضوریٔ دائم لازم ہے
[پھر اگر سالک کو] جناب حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی کبھی غفلت ہوتی ہے تو اس کا
سبب کیا ہے؟ جاننا چاہیے کہ اس شبہہ کی بنیاد ایک اشتباہ پر ہے۔ اس کی تفصیل
یہ ہے کہ علم دو طرح کے ہیں۔ حضوری اور حصولی۔ حضوری تو نفسِ عالم کو لازم ہے
یا اُس کا عین ہے۔ جیسے نفس کا علم اپنے بارے میں اور اپنے غور و خوض کے بارے
میں، اور حصولی عقل اور حواس کے توسط سے ذہن کے آئینہ میں معلومات کی صورتوں
کا حاصل ہونا ہے۔ اور سالک جو سیر علمی کے ذریعہ امکان کی پستی سے وجوب کی
بلندی تک پہنچتا ہے۔ تو اُس کے لیے یہ علم حضوری بن جاتا ہے حصولی نہیں رہتا۔
اور جناب باری سے عارف کے علم حضوری کے تعلق کی کیفیت یہ ہے کہ صوفیوں
کے نزدیک اشیا کا وجود ظلی ہے حقیقی نہیں۔ یعنی یہ کثرت جو دکھائی دیتی ہے حضرت
وجود حقیقی کا پرتو ہے۔ اور خارج میں وجود واحد کے علاوہ اور کوئی وجود متحقق
نہیں۔ یعنی یہ کثرت جو دکھائی دیتی ہے تعدد شیونات کے اختلاف کی وجہ سے
ہے۔ اور ظل جب تک اپنی اصل سے غافل ہے اور اپنی ظلیت سے آگاہ نہیں وہ
اپنے پندار میں اپنا مستقل وجود سمجھتا ہے۔ اور گفتگو کے دوران میں لفظ "میں" سے
اسی وجود وہمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور جب اس توہم کی اصطلاحی مسافت
[سلوک] طے کر لیتا ہے۔ جو خدا اور مخلوق کے درمیان سے ظلمانی اور نورانی
حجاب دور ہونے سے عبارت ہے۔ اور حدیث سے ثابت ہے تو اپنی اصل سے
واصل ہو جاتا ہے۔ اور خود کو اصل کے پرتو سے زیادہ نہیں پاتا اور اپنے وجود

علمِ حضوری اور علمِ حصولی

مسافت

Marfat.com

اس کے توابع کو اصل سے مستعار سمجھتا ہے۔ اور یہ راز جان لیتا ہے کہ ظل کی حقیقت علیحدہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ وہی اصل ہے جس نے دوسرے مرتبۂ ثانی میں تعین ظلی کے ساتھ ظہور کیا ہے۔ اس پر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ "میں" کا مرجع اور مشاراً الیہ وہی اصل ہے نہ کہ پرتو اور اس وقت اس کا علمِ حضوری جو اِس تعین ظلی کو لازم تھا۔ اصل سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اولاً لفظ "انا" کا اشارہ راجع ہوتا ہے اصل کی طرف اور چونکہ یہ اصل کے اعتباروں میں سے ایک اعتبار ہے۔ اس لیے مرتبۂ ثانی میں "انا" ظل کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور جب یہ حالت مستقل جاری ہو جائے تو اسے دائمی حضوری کہتے ہیں اور تحقق فنا کے بعد اِس حضوری کو زوال نہیں ہے اور کبھی اِس حالت میں فتور واقع ہو جائے۔ تو علم العلم میں ہوتا ہے نہ کہ عین علمِ حضوری میں۔ اور جب تک عارف کے حواس باقی ہیں علمِ حصولی عوام الناس کی طرح باقی رہتا ہے۔ کیونکہ بشری امور کا ظہور اس پر موقوف ہے۔ اس علم کو خدا کی جناب میں ہرگز دخل نہیں ہے۔ کیونکہ حواس کا اس بارگاہ میں کوئی گذر نہیں۔ اس اشتباہ کا سبب یہ ہے کہ علم العلم کے مغالطہ کو علم حضوری کا فتور سمجھ کر دوام حضور سے منکر ہو جاتا ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ (اصلّی و اجھزّ الجیش) (میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں) اس سے دونوں علموں کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ لشکر کی تیاری کا تعلق علم حصولی سے ہے۔ اور نماز میں حضوری کا ہونا علمِ حضوری سے متعلق ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آنجناب کی نماز بے حضور نہیں ہو سکتی۔ اور جہاد کی تدبیر تصورِ اسباب کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

پس جب تک دونوں طرح کے علم ایک ساتھ نہ ہوں۔ جو دو عبادتوں کا تداخل ہے۔ یہ دونوں کام ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص سے ظاہر نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں خلیفۂ ثانی کے قول کے معنی بھی صحیح نہیں رہتے۔ فافہم (پس اس پر غور کرو)

والسلام

Marfat.com

(۵)

برخوردار ان شبہات کے متعلق جو بے وقوفوں کے نزدیک حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مقالات پر وارد ہوتے ہیں تمہارے سوالات نظر سے گذرے معلوم ہونا چاہیے کہ اِن اعتراضات کی بنیاد جہالت پر ہے یا حسد پر۔ انکار کرنے کی رسم بہت پرانی ہے۔ اہلِ تعصب نے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر کی تکفیر میں بہت سے رسالے لکھے ہیں اور حضرت مجدّد نے دفع دخل کے طور پر اپنے مکاتیب میں ان تمام شبہات کے جواب دیئے ہیں۔ ان کی اولاد امجاد میں حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ایک مفصل رسالہ لکھا ہے اور حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "کشف الغطاء عن وجہ الخطا" کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے اور ان کے ایک مخلص مولانا محمد بیگ ترکی ثم المکّی نے بھی ایک رسالہ "عطیۃ الوہاب الفاصل بین الخطا والصواب" کے نام سے لکھا ہے۔ جو بطور سوال و جواب ہے۔ اور محمد برزنجی شاگردِ ابراہیم کردی ثم المدنی کے رسالے کے رد میں لکھا ہے، اور عرب کے چاروں مذاہب کے علماء کی مہریں اس پر ثبت کرائی ہیں۔ وہ معارف جو نامانوس تھے جب ظاہر ہوتے ہیں تو حسد کا سبب بنتے ہیں۔ اور مادۂ حسد ان معارفِ غیر متعارف کی بنا پر ہے جو آنجناب [حضرت مجدد] سے قرونِ اولیٰ میں شیوع پذیر ہوئے۔ مشہود بالخیر قرونِ ثلٰثہ کے بعد پردہ کمون میں چلا گیا تھا۔ اور ان کی [حضرت مجدد] کی طینت مطہرہ کی خصوصیت سے ظاہر ہوا۔ کیونکہ یہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت مطہرہ کا بقیہ تھا۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ پہلے ان مقالات

Marfat.com

کے تعامل کی طرف نظر کی جائے، اگر وہ کتاب اور سنّت کا تابع ہے۔ اور اس
کے اکثر اعمال و اقوال میزانِ شریعت پر موزوں ہیں۔ تو اس کے کلام کے قاعدہ تاویل
متشابہات کی تاویل اس کے کلام کے محکمات کے موافق کی جائے یا اسے ڈھکی
چھپی باتوں کے جاننے والے یعنی خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اُسے معذور سمجھا
جائے۔ کیونکہ اس قوم [صوفیہ] کو بہت سے عذر ہوتے ہیں۔ کبھی اُن کی
عبادات حال کے غلبہ میں ان کی مرادات کی مساعدت نہیں کرتیں۔ اور کبھی
معلوماتِ کشفی میں وہم اور خیال کے مخلوط ہو جانے سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اور
اس خطا میں وہ اجتہادی خطا کی طرح معذور ہیں۔ اور کبھی ان کی اصطلاح
کی اطلاع بہتر نہیں ہوتی۔ پس ان امور کے پیشِ نظر اعتراض ترک کرنا لازم
ہے۔ خاص طور پر حضرت مجددؒ کے کلام کرامت انتظام پر اعتراض کرنا بالکل
فضول ہے۔ کیونکہ ان کے طریقہ کی بنیاد اتباعِ سنّت پر ہے۔ اور ان کی تصنیفات
بھی ایسی ہی نصیحتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اس فتنہ کے ہیجان کا بڑا سبب فتنہ کا سبب
توحیدِ وجودی سے منکر ہونا اور توحیدِ شہودی کا ماننا ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ
محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کے زمانے سے لے کر آپ کے دورِ مبارک مسلک مجدد
تک لوگوں کے ذہنوں پر وحدت الوجود کا مسئلہ چھایا ہوا ہے۔ حضرت مجددؒ کا
توحیدِ وجودی سے انکار کرنا علمائے ظاہر کے انکار کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ
جس مقام سے وحدت الوجود کے ماننے والے بات کرتے ہیں۔ آپ اس کی
تصدیق کرتے ہیں۔ اور اُسے تسلیم کرتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ اصلی مقام
کو اس سے زیادہ بلند بتاتے ہیں۔ اور غیریت کو جو خدا اور مخلوق کے

Marfat.com

درمیان ہے اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ وہ وجودِ حقیقی (جو خارج حقیقی میں متحقق ہے) کی وحدت میں مخل نہ ہو۔ وحدت الوجود کے ماننے والوں کے برخلاف جو خلق اور خالق کے درمیان عینیت ثابت کرتے ہیں۔ وحدت وجود اور شہود کا مسئلہ اور خطوں میں علیحدہ لکھا گیا ہے۔

والسّلام

Marfat.com

(۶)

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جانجاناں کی طرف سے مولوی صاحب مہربان سلمہ الرحمٰن مطالعہ فرمائیں کہ آپ کا ایک طویل التفات نامہ ملا۔ جس میں حضرت قیوم ربّانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ کے مقالات کرامات سمات پر شبہات کیے گئے ہیں۔ مخدومہ یہ شبہات صرف اس لیے ہیں کہ حضرت مجدّد کی اصلاحات کو اچھی طرح سمجھا نہیں گیا۔ اگر ممکن ہو سکے تو آنجناب کے مکتوبات کی تینوں جلدوں کا مطالعہ کیجئے۔ خاطر جمع ہو جائے گی۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں (ان شبہات سے متعلق) چند باتیں لکھتا ہوں جاننا چاہیے کہ صوفیہ لفظِ وجود کا اطلاق تین معنوں پر کرتے ہیں۔ ایک وجود بہ معنی کون (ہونا) اور حصول (حاصل ہونا) جو کہ ایک امر انتزاعی اور معقول ثانوی ہے۔ دوسرے وجود منبسط جو پہلے معنی کے انتزاع کے تغیر کرنے والا ہے۔ اور صادر اول ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جو انتزاع معنی اول کے منشا اور ظاہر وجود کا' دونوں وجود ذات باری تعالیٰ سے متاخر ہیں اور ذات ان دونوں وجود سے مصدر آثار نہیں ہو سکتی تیسرا وجود وہ ہے جو اول الاوائل اور مبدالمبادی ہے۔ اور اس قوم کے خیال میں عین ذات ہے۔ اور ذات اس وجود سے مصدرِ آثار ہے۔ حضرت قیوم ربانی فرماتے ہیں۔ کہ ذاتِ حق خود اپنے آثار کا مصدر ہے۔ جب وجود اور ذات حقیقت میں ایک ہوں تو آثار کے صادر ہونے کو چاہے وجود سے منسوب کردو چاہے ذات سے مطلب ایک ہی ہے۔ پس یہ اختلاف نزاع محض لفظی ہے۔ تسلسل کو یہاں کیا دخل ہے

Marfat.com

تسلسل تو اس وقت لازم آتا جب وجود تعالیٰ کسی دوسرے موجود سے مستفاد ہوتا۔ اور اس وجود سے مصدرِ آثار ہوتا۔ اور اُس موجود کا بھی ایسا ہی حال ہوتا آپ کا لفظِ وجود کا ذات خداوندی پر اطلاق کرنا اور حمل بالمواطات سے ایک کا دوسرے سے بچنا احتیاط کی وجہ سے ہے کیونکہ شرع میں کہیں یہ اطلاق وارد نہیں ہوا۔ اور خدا کے نام اور صفات توفیقی ہیں اور تمہارے دو شبہ جو حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ محمدی پر حقیقتِ کعبہ کی فضیلت کے بارے میں ہیں وہ مکتوبات کی تیسری جلد سے رفع ہو جائیں گے۔ ان شبہات کا جواب تو بہت طویل ہوگا۔ اور جو کچھ آپ نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے قول قدمی علے رقبتہ کل ولی اللہ (میرا پاؤں اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے) کے بارے میں لکھا ہے۔ اگر معاصرین سے مخصوص کریں تو آنجناب پر کیا نقصان عائد ہوتا ہے اور ادب کی وجہ سے متقدمین کو مستثنیٰ کرنا لازمی ہے کیونکہ ان میں کچھ آنحضرت کے مشائخ اور اجداد ہیں۔ اس حدیث کی رو سے لا یدری اولہ خیر ام اٰخرہ (اول نہیں جانتا کہ وہ اچھا ہے، متاخرین مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تقدیم اور تاخیر ایک نسبی امر ہے اور وہ ہر متاخر کا ایک متاخر ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ اُن کا متاخران سے افضل ہو۔ کمالات نبوت کے علاوہ اور کمال قطعی طور پر ختم نہیں ہوئے۔ میں آپ کے التفات نامہ کے مطابق حق اور باطل میں فرق کرنے پر مامور تھا والمامور معذور اللّٰھم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلاً (جو شخص کسی کام پر مامور ہوتا ہے، وہ مجبور ہوتا ہے۔ اے خدا تو ہمیں سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دکھا) والسلام

Marfat.com

(۷)

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جانجاناں کی طرف سے مطالعہ فرمائیں۔ کہ آپ کا التفات نامہ موصول ہوا۔ جس میں آپ نے پوچھا تھا کہ جناب قیوم ربانی مجدد الف ثانی اور محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کس کو افضلیت حاصل ہے۔ مخذوما فضیلت دو طرح کی ہے۔ جزوی اور کُلّی۔ ظاہر ہے کہ تمہارا سوال جزوی فضیلت کے متعلق نہیں ہے۔ اور فضل کلی قربِ الٰہی کی زیادت پر منحصر ہے اور اس کا تعلق باطن سے ہے۔ اور عقل کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن عقل مناقب کی کثرت یا قلت سے مطلب کا سُراغ لگا سکتی ہے۔ لیکن افادہ کو قطع نہیں کر سکتی۔ اور نقل عبارت ہے کتاب، سنت اور قرن اوّل کے اجماع سے اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ ان دونوں کا وجود کتاب، سنت کے ورود اور اجماع امت کے ورود سے متاخر ہے اور شرع کے یہ تینوں اصول اس بارے میں خاموش ہیں۔ اور کشف میں غلطی کا احتمال ہے۔ اور مخالف پر حجت نہیں ہے۔ اور مریدوں کے اقوال قابل اعتبار نہیں کیونکہ مریدوں کو اپنے پیروں سے غلو کی حد تک محبت ہوتی ہے۔ اور ایسا صاحبِ کشف بھی نظر نہیں آتا۔ جو ان دونوں حضرات کے کمالات کا احاطہ کرے اور ان میں سے کسی ایک کی فضیلت کلّی کا قطعی فیصلہ کردے اس لیے سب سے زیادہ سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو علم الٰہی کے سپرد کر دیا جائے۔ اور ایسی فضول باتوں کی طرف سے خاموشی اختیار کی جائے

Marfat.com

ان دونوں بزرگوں کے فضائل کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس میں زبان کھولنا سوئے ادب ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دینی میں سے نہیں کہ جس میں بولنا ضروری ہو۔ وہ شیفتگی جو ہمیں حضرت مجدّد سے ہے اس کے سامنے دم مارنا مناسب نہیں۔ کیونکہ بات عقل کی حدوں سے گذر گئی ہے ؎

ہرگز در بیش وکم نمی باید زد — از حد بیروں قدم نمی باید زد
(بیش وکم کی فکر میں ہرگز نہیں پڑنا چاہیے) — (اپنی حد سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیے)
عالم ہمہ مرأت جمال ازلی است — می باید دید و دم نمی باید زد
(یہ تمام عالم جمال ازلی کا آئینہ ہے) — (دیکھنا چاہیے دم نہیں مارنا چاہیے)

Marfat.com

(۸)

حقائق ممکنات اور حضرت مجدد

مخدوما آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ حقائق ممکنات کے مسئلہ میں حضرت مجدّد کا مکشوف یہ ہے کہ واحدیت کے مرتبہ میں جو خانۂ علم الٰہی میں کمالات الٰہیہ کی تفصیل سے عبارت ہے ہر صفت کمال کے مقابلے میں اس صفت کے عدمِ اضافی نے ثبوت اور تمائز پیدا کیا ہے جیسے علم کی صفت کے مقابلے میں عدم العلم جسے جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وقس علیٰ ہذا۔ اور وہ متمائز کرنے والے اعدام آئینوں کے مقابلے کی وجہ سے ان صفات کے انوار پر تو بن گئے ہیں اور تعینات عالم کے مبادی اور ممکنات کے حقائق بن گئے ہیں یہ اعدام اُن حقائق کے مواد کی جگہ ہیں اور ان میں عکوس اور ظلال صور حالہ کی جگہ ہیں۔ اسی وجہ سے ممکنات کے اعیانِ خارجیہ اُن حقائق کے مہبط (مرکز) پر مصدر آثار ہوئے ہیں۔ وجود اور عدم دونوں قبول کرتے ہیں اسی وجہ سے خیر اور شر کے مصادر ہوتے ہیں اور حضرت مجدّد کا بھی مکشوف ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ کی تعینات کے مبادی صفات ہیں کہ ظلالِ مذکورہ کے اصول ہیں۔ اور وجودِ وجوبی رکھتے ہیں۔ اس لیے چاہیے کہ ان حضرات کے حقائق میں عدم داخل نہ ہو حالانکہ یہ حضرات بھی ممکنات میں سے ہیں۔ اور آپ کی تحقیق کے مطابق ممکن کی حقیقت بے خلط عدم نہیں ہوتی۔ تو پھر تطبیق کی وجہ کیا ہے۔ مخدوما! چونکہ علمِ الٰہی میں وجودات صفات مقدسہ اور اعدام متمائزہ کے درمیان مقابلہ اور محاذات مقرر ہیں۔

تعینات انبیاء

Marfat.com

اس لیے جس طرح اعدام آئینہ صفات ہو گئے ہیں۔ صفات بھی ان اعدام کے آئینہ ہو گئے ہیں۔ لیکن یہاں معاملہ اُلٹا ہے کہ صفات مادّے کی جگہ اور اعدام صورِ حالہ کی بجائے ہیں۔ اس صورت میں جہتِ عدم حقیقت اور جہت وجود قوی ثابت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے انبیاء علیہ السلام معصوم ہیں۔ اور ان سے شر کا صدور نہیں ہوتا۔ لیکن ان کا خارجی وجود عدم اور وجود دونوں کو قبول کرتا ہے۔ امکان کا ثبوت دینے کے لیے ان حضرات کے حقائق میں عدم کا اتنا دخل کافی ہے۔ والسّلام

Marfat.com

(۹)

آپ نے پوچھا تھا کہ جب تک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے کافر فرنگ سے بدتر ہے۔ یہ بات کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے؟ کیونکہ صوفی البتہ مومن ہے اور کبھی عالم اور متقی بھی ہوتا ہے۔ صحو اور افاقت کے عالم میں اپنے اوصاف اور اعراض کا علم بھی رکھتا ہے۔ اور ایک ہی نوع کے افراد میں ایک فرد کی دوسرے فرد پر فضیلت کا انحصار انہیں اوصاف اور اعراض پر ہے نہ کہ ذات اور حقیقت پر۔ اس لیے اس علم کے باوجود کہ کافر فرنگ کفر و معاصی سے متصف ہے۔ اور اس علم کے باوجود کہ صوفی ایمان اور فضائل سے بہرہ ور ہے کس طرح خود کو اس سے بدتر سمجھ سکتا ہے۔ اور اگر تکلفاً ایسا کرتا ہے تو ان فضائل کو اُس کے رذائل سے بُرا سمجھتا ہے۔ اور عقلاً و شرعاً اس عقیدے کی خرابی ظاہر ہے

صوفی کا کافر سے اپنے آپ کو بدتر سمجھنا

ذکر حضرات مجددیہ

مخدوما! حضرات مجددیہ کے مصائب میں حقائق ممکنات مرکب ہیں اعدام اضافیہ اور صفات حقیقت کے خلال سے۔ یعنی اعدام نے علم الٰہی میں اسماء و صفات کے تقابل کی وجہ سے علم الٰہی میں ثبوت پیدا کر دیا ہے۔ اور اسماء و صفات کے انوار کے آئینے بن کر تعیناتِ عالم کے مبادی ہو گئے ہیں، اور خارج ظلی میں کہ ظلِ خارج حقیقی ہے خدا کی قدرت سے وجود ظلی میں موجود ہیں۔ اور اس ترکیب کی وجہ سے آثار خیر و شر کے مصدر ہوئے ہیں۔ عدم ذاتی کی وجہ سے کسبِ شر کرتے ہیں اور وجود ظلی کی وجہ سے کسب خیر۔ یہ کوئی چھپی بات نہیں ہے کہ عالم جس میں جب کوئی شخص سورج کی روشنی سے لبریز آئینہ کو دیکھے تو پہلی

Marfat.com

دفعہ اسی روشنی کو دیکھتا ہے نہ کہ آئینہ کو۔ کیونکہ آئینہ تو انوار کی کرنوں سے مستور ہو گیا ہے۔ اور ذات پر نگاہ کرے گا تو اولاً اس تعین مرآتی کو دیکھے گا نہ کہ انوار کو۔ کیونکہ اس کی نظر ظاہر پر نہیں ہے۔ اس لیے صوفی کی نظر اُن شریفہ خصلت مظاہر پر پڑتی ہے اس وجود کی وجہ سے جو اس میں ظاہر ہونے والا ہے۔ خیر ہوا ہے۔ اور جب خود کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر اپنے عدم ذاتی کی جہت پر پڑتی ہے۔ جو منشاء شر ہے۔ خود کو خیر و کمال سے مطلقاً عاری پائے گا۔ اور وہ خیر و کمال جو اس نے وجود سے عاریتاً حاصل کیے ہیں۔ ان میں اپنا پن پائے گا۔ اس لیے مجبوراً خود کو کافر فرنگ اور دوسری اشیاء خسیسہ سے بدتر سمجھے گا۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کے کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کامل صوفی کبھی اپنی طرف خیر و کمال کو منسوب نہیں کرتا۔ اور انہیں مستعار سمجھتا ہے۔ فنائے تام اور مشہود صحیح کے حاصل ہونے کے معنی بھی یہی ہیں۔ اگر صوفی کی نظر اپنی جہت وجود اور اپنے مستعار انوار پر پڑتی ہے۔ اور اس کی جہت مرآتیت جو کہ عدم ہے مستور ہو جاتی ہے تو پھر وہ انا الشمس کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ اور حضرت حسین بن منصور رحمۃ اللہ کے "انا الحق" کہنے کا یہی راز ہے۔ اگرچہ وہ اسے دیکھنے سے معذور تھے۔ لیکن دیکھنے میں خطا کی۔ اور سکر کے غلبہ کی وجہ سے جہت عدم اور جہت وجود میں تمیز نہ کر سکے۔ اور اس راستے کے بہت سے سالکوں سے ایسی غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ الا من عصمہ اللہ تعالیٰ ببرکتہ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سوائے اس شخص کے جسے خدا اپنے حبیب کی برکت سے محفوظ رکھے)

Marfat.com

(۱۰)

ایک ولی اور حضرت ایوب کا صبر

آپ نے لکھا تھا کہ ایک بزرگ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح ایک بڑی بلا میں گرفتار ہوئے۔ ایک اور بزرگ ان کی عیادت کو گئے اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ حال تو ظاہر ہے لیکن میں نے ابھی تک رب انی مسنی الضر (اے خدا تکلیف نے مجھے گھیر لیا ہے) نہیں کہا۔ اور ہرگز عاجز نہیں آیا ایسی صورت میں اس بزرگ کا مقامِ صبر حضرت ایوب کے مقامِ صبر سے بلند معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ مقامِ صبر بہت رفیع ہے اس لیے اس ولی کی فضیلت اُس نبی پر لازم آتی ہے۔ لیکن یہ بات خلافِ اجماع ہے۔ جواب مخدوما! بظاہر تو یہ شبہ وارد ہوتا ہے لیکن اگر غور کرو تو شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت ایوبؑ نے تو کہا تھا رب انی مسنی الضر انت ارحم الراحمین (اے خدا مجھے مصیبت نے گھیر لیا ہے اور تو رحیم و کریم ہے) اور نیز یہ کہا تھا کہ رب انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب (اے خدا شیطان نے مجھے مصیبت و عذاب میں گرفتار کیا ہے) بظاہر یہ آیات بے تابی اور بے صبری کی دلیل ہیں۔ لیکن خدا جو پوشیدہ باتوں اور دلوں کا جاننے والا ہے۔ فرماتا ہے انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب (ہم نے اسے صابر اور اپنے بندوں میں اچھا پایا۔ وہ بے شک ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے) اس لیے معلوم ہوا کہ ان کی یہ بے صبری بھی صبر کا ایک لطیف پہلو رکھتی ہے۔ ورنہ خدا بے صبری کے باوجود ان کے صبر کا اقرار نہ کرتا۔ اس کا راز یہ ہے کہ حضرت ایوب کا نفس شریف مدتوں

Marfat.com

طرح طرح کے مصائب و آلام مثلاً اولاد و اموال کی ہلاکت، مرض کی شدت، فقر، لوگوں کی اُن سے اور اُن کے ساتھیوں سے نفرت اور حقارت پر صابر رہا اور جب نزولِ رحمت کا وقت قریب آگیا۔ اور انہیں یہ محسوس ہوا کہ ان مصیبتوں کا کشف آہ و زاری پر منحصر ہے اور اس وقت بے صبری کا اظہار یہی ادب ہے تو وہ مقامِ صبر سے ترقی کر کے مقامِ رضا میں پہنچے اور آہ و زاری کرنے لگے۔ اس ادب کے صلہ میں نعم العبد بنے اور انّہ اوّاب (تحقیق ہو کہ وہ ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے) کے منصب کا خلعت پایا، کیونکہ اوّاب مشتق ہے اوّب سے۔ جس کا مطلب ہے "رجوع" یعنی اتنے سال کے صبر کی وجہ سے وہ اپنے نفس کی خواہش کی طرف رجوع نہیں ہوئے، بلکہ خدا کی مرضی کی طرف رجوع کیا کہ اظہار بے صبری اس وقت منظور تھا۔ الحمد للہ خدا نے ان کے صبر کی داد دی اور ظاہری بے صبری کے باوجود ان کے باطن کے حال کو پیشِ نظر رکھکر اُن کے صبر کا اثبات کیا۔ اور فرمایا۔ انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اوّاب (ہم نے اسے صبر کرنے والوں اور اچھے بندوں میں پایا بے شک وہ ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے) اور جو کچھ حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ "فص ایوبی" میں فرماتے ہیں کہ غیر سے شکوہ کرنے سے اپنے نفس کو باز رکھنے کا نام صبر ہے۔ تو حضرت ایوب نے کسی غیر سے شکوہ نہیں کیا۔ اپنا حال خدا کی جناب میں پیش کیا۔ اس لیے صبر ترک نہیں کیا۔ اس شبہ کا جواب پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ جب اس ولی نے بھی خدا سے آہ و زاری نہیں کی اور دم نہیں مارا تو اس ولی کے صبر کی فضیلت اُس نبی کے صبر پر ہنوز

مقام صبر اور مقام رضا

تعریف صبر

Marfat.com

باقی ہے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ ولی کو نبی پر فوقیت نہ ہو۔ اس بے چارے ولی نے جو کمالاتِ نبوت کے مذاق سے اور حقیقت عبودیت اور کمال مقامِ رضا کی خبر نہیں رکھتا جو کچھ سکر کے غلبہ میں کہا ہے۔ وہ اس سے معذور ہے۔ والسّلام!

Marfat.com

(۱۱)

محدث

ذکر جہر اور ذکر خفی

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ کچھ حنفی فقیہوں نے ذکرِ جہر کے انکار میں غلو کیا ہے۔ اور اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور بعض محدثین نے یہ ثابت کیا ہے کہ ذکر جہر کی نسبت شرعی ہے۔ اور ذکر جہر کو ذکر خفی پر فضیلت دی ہے۔ میرے خیال سے دونوں فریق افراط اور تفریط کے شکار ہیں۔ اور انصاف کی بات نہیں کہتے۔ یہ مقام تنقیم طلب ہے۔ اور محاکمہ چاہتا ہے۔ جاننا چاہیے لفظ ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

اقسام ذکر

ایک ذکر لسانی، جس میں آگاہی قلب کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بات تو

ذکر لسانی

اعتبار سے ساقط اور اقسامِ غفلت میں داخل ہے۔ دوسرے ذکر قلبی ہے

ذکر قلبی اور خفی

یعنی جس میں زبان نہ ہلے۔ اصطلاح (صوفیہ) میں اسے ذکر خفی کہتے ہیں۔ اور

مراقبات کی بنیاد اور اس کی دو قسمیں

صوفیوں کے مراقبات کی بنیاد اس پر ہے۔ اور تمام طریقوں میں رائج ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ کبھی ذاتِ بحت کا حضور مراد ہے ملاحظہ حقیقت کے بغیر اور کبھی اس کے صفات کے ملاحظہ سے۔ اور یہ اس آیت سے ماخوذ ہے واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیۃ ودون الجہر من القول بالغدو و

معنی آیت ذکر

الآصال (صبح و شام خدا کا ذکر اپنے دل میں آہستگی و زاری سے کرا دوسرے مذکور کی حضوری چاہتا ہے۔ اس کی نعمتوں اور بخششوں کے منسوبات کا ملاحظہ کر کے موثر پر اثر کے استدلال کا یہ طریقہ ہے۔ اور یقین کی زیادتی کے لیے فائدہ مند ہے۔ اور اس کے فضائل کتاب اور سنت میں بھرے ہوئے ہیں۔ ذکر کی تیسری

Marfat.com

قسم ذکر قلبی کے ساتھ ذکر لسانی ہے اور ذکر کی تمام قسموں میں یہ سب سے اکمل ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ ذاکر ذکر کرنے میں اپنے اسماعِ نفس پر اکتفا کرے۔ اسی کو شرع کی زبان میں ذکر خفی کہتے ہیں۔ اور یہ ماخوذ ہے اس آیۃ کریمہ سے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ واللہ لا یحب للمعتدین۔ (خدا کو زاری اور آہستگی سے یاد کرو۔ کیونکہ وہ اعتدال سے بڑھ جانے والوں کو نہیں چاہتا) دوسرا ذکر وہ ہے جو دوسرے کو بھی سنائی دے۔ اسے شرع میں جہر کہتے ہیں۔ اور خاص موقعوں پر بعض مصلحتوں کی وجہ سے جہر کو خفی پر افضلیت ہے۔ لیکن مطلق افضل نہیں ہے۔ جیسا کہ صلوٰۃ جہریہ میں اذان، اقامت اور قرأت جہر سے پڑھنا، کیونکہ اس سے مراد سوئے ہوئے لوگوں کو جگانا اور غافلوں کو تنبیہہ کرنا ہے۔ ذکر خفی میں یہ حکمت ہے کہ نفسِ عمل سمع اور ریا سے پیدا ہونے والے فساد سے محفوظ رہتا ہے۔ جو قبول عام میں مانع آتا ہے۔ اور ذکر خفی کی ذکر جہر پر فضیلت کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ بلکہ اس حدیث کے مطابق تو ذکر جہر سے منع کیا گیا ہے انکم لا تدعون اصما ولا غائبا۔ (تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں بلا رہے) مخصوص کیفیات کے ساتھ ذکر جہر اور مراقبات اطوار معمولہ کے ساتھ جو قرونِ متاخرہ میں رواج پا گئے تھے۔ کتاب اور سنت سے ماخوذ نہیں ہیں۔ بلکہ حضرات مشائخ نے الہام اور اعلام کے طور پر مبداء فیض سے حاصل اخذ کیا ہے۔ اس معاملے میں شرع خاموش ہے یہ دائرہ اباحت میں داخل ہے۔ اور اس میں فائدہ یقینی ہے۔ اور انکار کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ جو چیز کتاب اور سنت سے ثابت ہے وہ اس چیز سے

ذکر خفی شرعی

ذکر جہر شرعی اور فضیلت جزئیہ

حکمت ذکر خفی اور فضیلت جزئیہ

ذکر خفی کی فضیلت مطلقہ

طرقِ ذکر جہر سبع ہیں

مبداء فیض سے حصول فیض

Marfat.com

بہتر ہو گی جو کتاب وسنت میں نہیں۔ خواہ موخر الذکر مباح اور کسی وجہ سے بھی مفید ہو۔ شداد ابن اوس کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ کو جہر سے کلمۂ طیّب کے ذکر کی تعلیم دی۔ وہ اوسط درجہ کا جہر ہو گا۔ نہ کہ اس قسم کا جہر جیسا کہ صوفیہ کا معمول ہے۔ کیونکہ اس روایت کے شروع میں ہے کہ آنحضرت نے پہلے دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ بات فی الجملہ اخفا کا اشارا کرتی ہے۔ گفتگو جہر کے جواز اور عدم جواز میں نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی فضیلت میں ہے۔ اس لیے ذکر جہر کو مطلقاً ذکر خفی پر فوقیت دینا نصوص سے انکار کرنے کے مرادف ہے۔ اور ذکر جہر کی تمام اقسام سے منکر ہونا بھی ایسا ہی ہے۔ بعض موقعوں پر جہر کی شرعی حیثیت ہے۔ ذکر خفی میں مراقبات معمولہ کا مسنون ہونا ثابت ہے۔ اور اس ذکر جہر کی مشروعیت جو متاخرین میں رائج ہے ثابت کرنا ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ اس کی فضیلت ثابت کی جائے۔ اور دونوں فریقوں میں جو لوگ مکابرہ کرتے ہیں۔ یہ لائق التفات نہیں اور افراط و تفریط تو ہر کام میں بری ہے۔ اعتدال اچھا ہے۔ بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو۔ والسلام!

علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا۔

(سلامتی اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو خود پر لازم کیا)

Marfat.com

(۱۲)

بحثِ سماع

مخدوما! سماع کے مسئلہ میں ائمہ فقہا اور حضرات صوفیہ میں سخت اختلاف ہے۔ پہلا فرقہ فتنہ و فساد کے دروازے کو بند کرنے کی مصلحت سے کہتا ہے کہ سماع قطعی حرام ہے۔ دوسرا فرقہ غلبۂ ذوق کے اقتضاء سے اسے مطلقاً حلال بتاتا ہے۔

سماع کی مباح قسم

انصاف کی اور اصل بات تو یہ ہے کہ سماع دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو وہ کہ کوئی شخص جو محلِ فتنہ نہ ہو موزوں کلام کو موزوں آواز میں محذورِ شرعی کی مداخلت کے بغیر گائے اور سننے والوں کو باطن میں اس سے کوئی فساد پیدا ہونے کی بجائے ان کے دل میں خوشی یا حزن و ملال پیدا ہو۔ سماع کی یہ قسم البتہ مباح ہے۔ کیونکہ یہ مرکب ہے۔ دو مباح چیزوں سے کلام موزوں اور آواز موزوں سے۔ تو پھر کس لیے یہ غیر مباح ہو اور نیز قرن اول میں شرعی تقریبات مثلاً نکاح یا ولادت کے موقعوں پر یہ اکابر کا معمول رہا ہے۔ اور امت کے علماء نے کبھی کبھی ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ لیکن ان بزرگوں نے اس عمل کا کوئی التزام نہیں کیا۔ بلکہ محض اتفاقاً ایسا ہو گیا۔

سماع کی غیر مباح قسم

دوسری قسم وہ ہے جسے انتہا پسند متاخرین نے رواج دیا ہے اس کا التزام کیا ہے اور بہت سی غیر شرعی چیزوں کو اس میں خلط ملط کر دیا۔ اس قسم کے سماع میں جس قدر غیر مباح امور داخل ہوں گے یہ اتنا ہی حرام ہو گا۔ اور ان حرام کرنے والوں کی اباحت کا اعتقاد کفر تک پہنچ جائے گا۔ اور اربابِ کمال میں سے بعض لوگ سماع مباح کی رغبت نہیں رکھتے تو یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔ شرعی احکام پر منحصر نہیں ہے۔ مثلاً شراب پینے والا میٹھی چیز کو پسند

ذوق اور شرع میں فرق

Marfat.com

نہیں کرتا۔ اور افیون کھانے والا نمکین چیز سے رغبت نہیں رکھتا۔ حالانکہ ان
میں سے ایک شخص دوسرے کی نقل کو حرام نہیں کہتا اسی طرح چشتیہ سلسلے کے
بزرگوں کا نسبت کا نشہ شراب کے نشے کی طرح ہے۔ وہ سکوت کی بجائے
شورِ نغمات سے لطف لیتے ہیں۔ اور نقشبندیہ طریقہ کے بزرگ کہ جن کی خدا
سے نسبت افیون کے نشہ کی طرح ہے۔ شور اور ہنگامہ کی بجائے سکوت سے
لطف اٹھاتے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ ذوق اور طبیعت ہے نہ کہ دین اور
شرع۔ تمام طریقوں کے بزرگ دین اور ملت کے تابع ہیں نہ کہ حرص و ہوا
اور خواہشوں کے۔ اور سب غیر مباح سے اجتناب کے سلسلے میں متفق ہیں
اور طرفین کے جاہل قابلِ اعتبار نہیں۔ اور افراط و تفریط ممنوع ہے۔ اس
مسئلہ کی تفصیل کے لیے امام حجۃ الاسلام غزالی اور شیخ الشیوخ سہروردی
وغیرہ جیسے محققین کی مبسوط کتابیں دیکھنی چاہئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ بندہ سماع
غیر مباح سے تائب اور سماع مباح کو ترک کر چکا ہے۔ اور اباحت و غیر اباحت
کے عقیدہ کے سلسلے میں کتاب اور سنت کا تابع ہے۔ اور ذوق و وجدان
کے متعلق اس سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس گروہ کی کتابوں
سے ظاہر ہے کہ صحیح احوال اور بلند مقامات والے لوگوں نے سماع مباح میں اپنی
جانیں دے دی ہیں۔ اور جو علمائے صوفیہ کے مذاق سے واقف ہے اور صحیح ذوق
اور عقل سلیم رکھتا ہے وہ اس تحریر کی قدر و قیمت جانتا ہے۔ اور بس۔ خیر الکلام
ما قل و دل (بہترین کلام وہی ہے جو مقدار میں کم ہو لیکن معنی زیادہ رکھتا ہو۔)

والسلام

نسبت چشتیہ کی مثال

نسبت نقشبندیہ کی مثال

Marfat.com

(۱۳)

مسئلہ جبر و اختیار

مخدوما جبر و اختیار کے مسئلہ میں علماء نے بہت سی باتیں کی ہیں لیکن ہنوز تشریح خاطر باقی ہے۔ کیونکہ بعض مقدمات دینی کو سمجھنے کے لیے عقل کافی نہیں ہے، ورنہ انسانی امور کی اصلاح کے لیے وحی نازل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ جاننا چاہیے کہ مستقل اختیار یا جبرِ محض کے دعوے کا مطلب کتاب اور سنت سے انکار کو مستلزم ہے۔ کیونکہ بندوں کے اعیان کی طرح ان کے اعمال بھی نصِ جلی (قرآن شریف) کے مطابق خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں پھر مکمل اختیار کہاں ہوا؟ اور مجبور انسان سے مواخذہ کرنا محض ظلم ہے اور عقل و شرع کے مطابق خدا سے ظلم ممکن نہیں پھر جبر محض کس لیے؟ یہ ظاہر ہے کہ ہمارے افعال حرکات کی طرح مرتعش نہیں ہوتے۔ بلکہ علم، ارادہ اور قوت کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور یہی اختیار کا حصہ اور فعل اختیاری کا مطلب ہے۔ لیکن ان تینوں قوتوں کا ظاہر ہونا ہمارے اختیار میں نہیں ہے جب بھی خدا چاہتا ہے۔ انہیں دیتا ہے۔ اور یہی حصۂ جبر اور فعل اضطراری کا مطلب ہے۔ اور چونکہ اختیار تام اور جبر محض متحقق نہیں ہوا اس لیے یہ امر متوسط ہے جیسا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو انہوں نے حسن بصری رحمۃ اللہ کے سوال پر دیا تھا۔

کسب

لاجبر ولا تفویض ولکن امر بین امرین (نہ جبر ہے نہ اختیار، دونوں امر کے درمیان ایک امر ہے) اور شرع میں اس امر متوسط کو لفظِ کسب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فعلِ عباد کے علاوہ اس لفظ کا اطلاق کہیں اور نہیں کیا جاتا۔ اس لیے

Marfat.com

معلوم ہوا کہ ہمارے افعال جبر اور اختیار کا مجموعہ ہیں۔ اور اسی اختیار ضعیف پر تکلیفات [شرعی] کا انحصار ہے۔ اور بندوں کے اختیار کے ضعف کی وجہ سے ہی رحمت کو غضب سے سبقت دی ہے۔ حالانکہ خدا کی صفات میں سے کوئی صفت دوسری صفت پر سبقت نہیں رکھتی۔ اور جب خدا کے افعال ہمیشہ علم، ارادہ، اور قدرت کی وجہ سے ہیں۔ اور افعال عباد میں ان تین صفات کی مسبوقیت کی وجہ سے ایک طرح افعال خداوندی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اور حرکاتِ اضطراری جو مجبور محض ہیں [صفات خداوندی سے] اگر مناسبت نہیں رکھتیں۔ اگر محاسبہ ان افعال کی طرف توجہ کرے تو یہ انصاف کے منافی نہیں ہے۔ اور طریقہ صوفیہ کے مطابق حصہ اختیار کو اسی طرح ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک ذرّات کائنات میں سے ہر ذرہ میں اپنے تمام کمالات کے ساتھ خدا کا وجود ہے۔ یہ ظہور جزوی نہیں، بلکہ ہر ذرہ میں کُل کا ظہور ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کا وجود بسیطِ حقیقی ہے۔ اس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہتے ہیں۔ کل شی فیہ کل شئ [ہر چیز میں ہر چیز ہے]۔ اور چونکہ اختیار بھی صفات وشیون باری تعالیٰ سے ایک صفت اور ایک شان ہے۔ پس یہ لازم ہوا کہ مظاہر کائنات کے ہر مظہر میں، خصوصاً انسان میں جو منصب خلافت سے مشرف ہے کچھ حصہ اختیار کا بھی متحقق ہو اور تکلیفات امر و نہی کی بنیاد اسی پر ہو۔ علی من اتبع الھدیٰ والصلوٰۃ علی خیر الوریٰ (اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور خیر الوریٰ پر درود و سلام)۔

Marfat.com

(۱۴)

کفارِ ہند کے مذہب کی تحقیق

تم نے پوچھا تھا کہ کفارِ ہند بھی مشرکینِ عرب کی طرح بے اصل دین رکھتے ہیں۔ یا اس دین کی کوئی اصل تھی، جو بعد میں منسوخ ہو گئی اور ان کے دکفارِ ہند کے پیشروؤں کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے؟ مختصر الفاظ میں تحقیق اور انصاف کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اہلِ ہند کی پرانی کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ نوعِ انسانی کی پیدائش کے آغاز میں رحمتِ الٰہی نے ان کی دنیا اور عاقبت کی اصلاح کے لیے "وید" نامی ایک کتاب۔ برہما نامی ایک فرشتہ (کہ جو دنیا کی ایجاد کا وسیلہ اور آلہ ہے) کے ذریعہ بھیجی تھی۔ یہ کتاب چار دفتر رکھتی ہے اور احکامِ امر و نہی اور ماضی و مستقبل کی خبروں پر مشتمل ہے' ان کے مجتہدوں نے اس کتاب سے چھ مذاہب نکالے ہیں۔ اور اصولِ عقائد کی بنیاد اس پر رکھی ہے۔ اس فن کو دھرم شاستر کہتے ہیں۔ یعنی فن ایمانیات جسے ہم علم کلام کہتے ہیں۔ نوعِ انسان کو چار فرقوں پر تقسیم کیا ہے اور اس کتاب سے چار مسلک نکالے ہیں۔ ہر فرقہ کے لیے ایک مسلک مقرر کیا ہے۔ اور فروعِ اعمال کی بنیاد اس پر رکھی ہے۔ اس فن کا نام کرم شاستر ہے یعنی فن عملیات جسے ہم علم فقہ کہتے ہیں۔ چونکہ وہ لوگ فسخِ احکام سے انکار کرتے ہیں اور ہر دور اور زمانہ کے اہل دانش کی طبیعتوں کے مطابق تبدیلی لازمی ہے۔ دنیا کی طویل عمر کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصے کا نام "جگ" رکھا ہے۔ اور ہر جگ کے لیے چاروں دفتروں سے طورِ عمل اخذ کیا ہے۔ اور جو کچھ ان کے متاخرین نے تصرفات کیے ہیں وہ

چھ مذہب

Marfat.com

کو فراموش نہیں کیا تھا۔ مشہور ہے کہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے تھے اور پوری قوم پر اپنے پیغمبر کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب تھی نہ کہ دوسرے قوم کے پیغمبر کی۔ ہمارے پیغمبر کے ظہور کے بعد (جو تمام انسانوں کے لیے بھیجے گئے ہیں اور خاتم المرسلین ہیں اور جن کا مذہب تمام شرقی و غربی مذاہب کو ختم کر دینے والا ہے) جب تک دُنیا باقی ہے کسی کو ان کی نافرمانی کی مجال نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے آج تک کہ ایک ہزار ایک سو اسّی سال گذرے جو کوئی ان کا معتقد نہ ہوا کافر ہے۔ لیکن اگلے لوگ نہیں (یعنی ظہورِ اسلام سے قبل کے لوگ) اور چونکہ مذہب اس آیۃ کریمہ کے مطابق اُن میں سے کہ جن کے ہم نے قصّے بیان کیے اور ان میں سے کہ جن کے ہم نے قصے بیان نہیں کیے۔ بہت سے انبیاء کے احوال کے بیان میں خاموشی ہے۔ اس لیے ان کی شان میں خاموش رہنا ہی سب سے بہتر ہے۔ نہ تو ہمیں ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر و ہلاک کا یقین لازم ہے اور نہ اُن کی نجات پر یقین کرنا چاہیے۔ اس معاملے میں حسنِ ظن ضروری ہے بشرطیکہ تعصب درمیان نہ ہو اور اہلِ فارس کے حق میں بلکہ ہر ملک والوں کے حق میں جو آنحضرتؐ کی آمد سے قبل گذرے ہیں۔ اور شریعت کی زبان جن کے بارے میں خاموش ہے۔ یہی عقیدہ رکھنا اچھا ہے اور بغیر کسی قطعی دلیل کے کسی کو کافر کہنا آسان نہیں سمجھنا چاہیے اور ان لوگوں کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو اللہ کے حکم سے اس عالمِ کون و فساد میں تصرف رکھتے ہیں یا بعض کاملوں کی روحیں جن کا جسموں سے ترکِ تعلق کے بعد بھی اس کائنات

ملائکہ اور ارواح کاملین کا تصرف

میں تصرف باقی ہے۔ یا بعض ایسے زندہ لوگ جو ان لوگوں کے خیال میں حضرتِ خضر کی طرح زندہ جاوید ہیں۔ اُن کے بت بنا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس توجہ کے سبب سے کچھ مدت کے بعد صاحبِ صورت سے ربط پیدا کر لیتے ہیں اور اس کی بنیاد پر دنیا اور عاقبت کے تعلق سے اپنی احتیاجوں کو پورا کرتے ہیں۔ اور یہ عمل ذکرِ رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو مسلمان صوفیوں کا طریقہ ہے کہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں اور اس سے فیض اٹھاتے ہیں۔ بس اتنا فرق ہے کہ (مسلمان) پیر کا بت نہیں تراشتے۔ لیکن یہ بات کفارِ عرب کے عقیدے سے مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ توبتوں کو اپنی ذات سے موثر اور متصرف کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے تصرف کا آلہ نہیں سمجھتے تھے اور ان کو زمین کا خدا جانتے تھے اور خدا کو آسمان کا۔ یہ الوہیت میں شرک ہے۔ ان کا (کفارِ ہند) سجدہ کرنا سجدۂ تہنیت ہے۔ سجدۂ عبودیت نہیں۔ جو ان لوگوں کے مذہب میں ماں، باپ، پیر اور اُستاد وغیرہ کو بھی سلام کی جگہ کرتے ہیں اور اُسے ڈنڈوت کہتے ہیں اور تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔ والسّلام

تصور پیر اور فیض

Marfat.com

(۱۵)

بحث رفع سبابہ

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے خطوں میں ایک خط میں رفع سبابہ (نماز میں شہادت کی انگلی اٹھانا) سے منع کیا ہے۔ اور آپ حضرت مجدّد سے اتنی محبت کے باوجود رفع سبابہ کو جائز رکھتے ہیں۔ اور محبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے محبوب کا اتباع کرے مخدوما! اللہ تعالیٰ نے کتاب اور سنّت کی پیروی انسانوں کے لیے فرض کی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وما کان لمومنٍ ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم (جب اللہ اور رسول نے کسی امر کا حکم کر دیا تو پھر مومن مرد اور عورت کے لیے اس کے سوا کسی اور کام میں بھلائی نہیں) اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا یومن احدکم حتیٰ یکون ھواہ بتعالما جئت بہ (تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس کی خواہش ان امور کی پیروی کی نہ ہو جنہیں میں لایا ہوں) حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رسول اللہ کے کامل نائب ہیں۔ انہوں نے اپنے طریقے کی بنیاد کتاب اور سنت پر رکھی ہے۔ اور علماء نے رفع سبابہ کے حق میں بہت سے ایسے رسالے لکھے ہیں۔ جو حنفی فقیہوں کی روایتوں اور صحیح حدیثوں پر مشتمل ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت مجدد کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سلسلے میں رسالہ لکھا ہے۔ اور ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے نفیٔ رفع ہوتا ہو اور حضرت مجدّد الف ثانی کا

Marfat.com

ترکِ رفع اجتہادی چیز ہے۔ اور وہ سنت جو منسوخ نہ ہوئی ہو مجتہد کے اجتہاد سے
زیادہ مقدم ہے۔ اور سنت سے انگلی اٹھانے کا ثبوت مل جانے کے بعد اس
وجہ سے ترک کرنا کہ حضرت مجدّد نے بھی ترک کر دیا تھا۔ معقول بات نہیں ہے۔
خود حضرت مجدّدؒ بھی ترکِ سُنّت میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ اور وہ
حنفی مذہب رکھتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ اذا ثبت الحدیث
فھو مذھبی واترکوا قولی بقول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (جب حدیث
ثابت ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہے اور پیغمبر کے قول کے مقابلے میں میرا قول چھوڑ دو)
اس لیے امید ہے کہ حضرت مجدّد اس امر اجتہادی کو ترک کرنے اور صحیح حدیثوں
سے اخذ کرنے سے ناراض نہ ہوں گے۔ اور اگر لوگ کہتے ہیں کہ کیا حضرت مجدّد کو
اپنے وسیع علم کے باوصف یہ معلوم نہیں تھا کہ احادیث سے رفع سبابہ کا ثبوت
ملتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ آپ کے زمانے تک ہندوستان میں وہ کتابیں اور رسائل
مشہور نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے آپ کی نظر سے نہیں گذرے آپ نے ترک
کر دیا۔ ورنہ ہرگز ترکِ رفع نہ کرتے۔ کیونکہ آپ اتباعِ سنّت کے معاملے میں اس
اُمّت کے اکابرین میں سب سے زیادہ خواہشمند تھے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ
کشف کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی نہ پا کر آپ نے ترک
کر دیا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کشف طریقت کے معاملوں میں تو معتبر ہے لیکن احکام
شریعت میں حجت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس خط میں حضرت مجدّد نے کشف
کا کوئی ادعا نہیں کیا۔ یہ جزوی مخالفت حضرت مجدّد کے قاعدہ کلی یعنی ترغیب
اتباعِ سنّتِ نبوی کی پیروی میں ہے اور بار آور ہو گی۔ والسلام (۷

Marfat.com

(۱۶)

تقلید اور عمل بالحدیث

آپ نے حدیث کے مطابق عمل کرنے میں ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ مخدوما حدیث کے مطابق عمل کرنے کے سلسلے میں شیخ محمد حیات محدث مدنی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کی تلخیص فارسی میں تحریر کی جاتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو اس کی پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یومن احدکم یکون ھواہ بتعالما جئت (تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش ان امور کی تابع نہ ہو جنہیں میں لایا ہوں) یہ صحیح حدیث ہے۔ ابو القاسم ابن اسمعیل بن فضل اصفہانی نے "کتاب الحجۃ" میں اس کی روایت کی ہے اور "روضۃ العلما" میں ذکر ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اترکوا قولی بخبر الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقول صحابہ رضی اللہ عنہم (حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے قول کے مقابلے میں میرا قول ترک کر دو) اور امام ابو حنیفہ کا مشہور قول ہے۔ اذا صح الحدیث فھو مذھبی (حدیث صحیح میرا مذہب ہے) اگر اطلاع کے باوجود کوئی حدیث صحیح پر عمل نہ کرے تو اس نے امام صاحب کے قول کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں میرے قول کو ترک کر دو۔ کی مخالفت کی ہے اور یہ کوئی چھپی بات نہیں ہے کہ کسی بھی

Marfat.com

عالم نے تمام حدیثوں کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ چنانچہ یہ قول کہ آنحضرت کے مقابلے میں میرا قول ترک کردو۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ امام حنیفہ کے پاس تمام حدیثیں نہیں پہنچی تھیں۔ اُن میں سے بعض تو رہ گئیں اور کیوں نہ رہتیں اہلِ امت میں خلفائے راشدین جیسے عالم ہر وقت آنحضرت کی صحبت میں رہتے تھے۔ ان سے بھی بعض حدیثیں فوت ہوگئیں۔

اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے۔ جسے فن حدیث میں معرفت حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ امت کے افراد پر اتباع پیغمبر واجب ہے اور ان ائمہ میں سے کسی کا اتباع واجب نہیں اس لیے ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ کسی بھی مجتہد کا مذہب اختیار کرے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کرنے سے انسان امام ابوحنیفہ کے مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تو اُس کے پاس اپنے دعوے کے لیے جو دلیل ہے اسے پیش کرے۔ البتہ ان مشہور مذاہب میں، ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا تفصیل چاہتا ہے۔ امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام "بجز یل المواہب فی انتقال المذاہب" ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانا جائز ہے۔ اور امام رافعی اسی کے موئد ہیں۔ اور امام نووی بھی اس کے مقلد ہیں اور "روضہ" میں لکھتے ہیں کہ مذاہب کی تدوین کے بعد کیا یہ جائز ہے کہ مقلد ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں چلا جائے ہم کہتے ہیں کہ مقلد پر لازم ہے کہ دونوں مذاہب کے مجتہدوں کے مطابق طلب علم کرے۔ اور جب اُسے یہ یقین ہو جائے کہ دوسرا مجتہد زیادہ جانتا ہے۔ تو جائز ہے۔ بلکہ (انتقالِ مذہب) واجب ہے۔ اور

Marfat.com

اگر ہم اُسے اختیار دیدیں تو یہ بھی جائز ہے اور مقلّد کی بھی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ عقل کا حصہ بھی چار چیزوں سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ مقلد جاہل یا عالم۔ ان دونوں کے انتقالِ مذہب کی وجہ دِینی ہے یا دنیوی۔ اس لیئے اگر جاہل ہے اور فقہ سے واقف نہیں ہے۔ اور اپنے مذہب کے متعلق سوائے نام کے کچھ نہیں جانتا۔ اور صرف مال وجاہ حاصل کرنے کے لیے مذہب بدلتا ہے۔ تو اس کی یہ حرکت بچکورپن ہے۔ اور اگر عالم اور فقیہ ہو اور صرف دنیاوی مقصد کے لیے مذہب بدلتا ہے۔ تو یہ بات بہت سخت ہے۔ کیونکہ وہ دنیاوی غرض کے لیے مذہب سے کھیل کرتا ہے۔ اور یہ ناجائز ہے۔ اور اگر خود فقیہ ہے۔ اور مذہب بدلنے کی وجہ دینی اسباب ہیں۔ اور دوسرا مذہب اس کی نظر میں قوی دلیلوں کے ساتھ ترجیح رکھتا ہے تو ایسے شخص پر انتقال واجب ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق جائز ہے۔ اور اگر فقہ سے واقف نہیں ہے اور اپنے مذہب میں منتقل کیا ہے۔ اور جاہل رہا ہے۔ اور دوسرے مذہب کو اپنے لیے زیادہ آسان اور جلد سمجھ میں آنے والا سمجھتا ہے۔ اور دوسرے مذہب میں فقہ کی حیثیت حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے۔ تو ایسے شخص کے لیے بھی انتقال واجب ہے۔ کیونکہ مذہب میں تفقہ جہل سے بہتر ہے۔ کیونکہ کسی ایک مذہب میں مرتبہ تفقہ حاصل کرنا تمام مذاہب کے جہل سے بہتر ہے غالباً جاہل کی عبادت بھی صحیح نہیں ہوتی۔ اور اگر انتقال کا کوئی دینی یا دنیوی مقصد نہیں ہے۔ بلکہ محض عمل کی وجہ ہے تو عام آدمی کے لیے جائز ہے۔ لیکن فقیہ کے لیے ممنوع ہے کیونکہ اس

Marfat.com

نے ایک طویل مدت میں اس مذہب کا فقہ حاصل کیا ہے۔ اب اگر دوسرے مذہب میں جائے گا تو پھر ایک عمر چاہیے کہ اس مذہب کا فقہ حاصل کیا جائے۔ اور عمل جو اصل مقصد ہے وہ ہو سکے گا۔ اس لیے اس کے لیے مذہب تبدیل نہ کرنا سب سے بہتر ہے یہ جو کہتے ہیں کہ اگر کوئی غیر حنفی، حنفی مذہب میں آئے تو جائز ہے اور حنفی مذہب کا دوسرے مذہب میں جائے تو ناجائز یہ صرف تعصب کی وجہ سے ہے۔ اس کی کوئی دلیل تو ہے نہیں۔ کیونکہ حقیقت میں تو سب امام برابر ہیں اور اگر حنفی مذہب یا کسی اور مذہب کی تقدیم کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث وارد ہوتی تو اس مذہب کی تقلید امت کے ہر فرد پر واجب ہوتی۔ اور دوسرے مذہب کی تقلید ناجائز ہوتی اور یہ بات اجماع کے خلاف ہے اور صاحب جامع الفتوی حنفی مذہب کے ماننے والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کا شافعی مذہب سے حنفی مذہب میں جانا یا حنفی مذہب سے شافعی مذہب میں جانا جائز ہے۔ لیکن یہ تبدیلی مذہب کلی طور پر اختیار کی جائے نہ کہ صرف چند مسائل میں۔ بزرگوں میں سے بہت سے حضرات نے انتقال مذہب کیا ہے۔ اگر جائز نہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے، اور جو کوئی اس کے خلاف کہے اُس کا قول بے دلیل اور غیر معقول ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ (ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلامتی ہو۔)

والسّلام

Marfat.com

(۱۷)

عقیدہ اہل سنت متعلقہ امیر معاویہ

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان اموی صحابی، اُن کے معاونین اور تابعین کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ جاننا چاہیے کہ مذہب اہلِ سنت کے علمار صحابہ کے آپس کے اختلافات کے متعلق حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ جو خیر القرون کے لیے لازمی ہے۔ اور اگر تاویل کے لائق نہ ہو تو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ بُرا بھلا کہنے اور طنز و تعریض کرنے کو ممنوع سمجھتے ہیں کیونکہ تینوں زمانوں کے عالم، محدث اور مجتہد قربِ زماں کی وجہ سے اصحاب کے حالات سے پوری طرح واقف تھے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا ہے کہ حضرت علی کے مخالفوں نے خطا کی۔ لیکن پھر بھی کسی نے ان پر لعن طعن کی تجویز نہیں کی۔ اگر کچھ دن شام اور کوفہ کی فوجوں نے آپس میں جنگ کی اور باہم تبرا کیا تو یہ شدّت تعصب کی وجہ سے تھا نہ کہ اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر سمجھتے تھے اس تعصب کا ذکر معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ اس فتنہ و فساد کی ابتدا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہوئی۔ اور طریقہ اسلام یہی ہے۔ کیونکہ جھگڑے کے وقت جو صحابہ فوج میں تھے۔ وہ تین حصوں میں بٹ گئے تھے۔ پہلا فرقہ خلیفہ برحق علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف ہو گیا۔ اور دوسرے فرقے نے امیر شام کی حمایت کی۔ تیسرا فرقہ نے توقف کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے محدثوں اور مجتہدوں نے حدیثیں اخذ کرنے میں ان تینوں فرقوں کی روایتوں پر بھروسہ کیا ہے۔ اگر تینوں فرقوں میں سے کسی ایک کو

Marfat.com

کافر اور فاسق سمجھتے تو اس فرقے کی روایات کو قبول نہ کرتے اور اجتہاد و استنباط کی بنیاد اس فرقہ پر نہ رکھتے اگر اُن پر لعن طعن کریں تو ملّت دینِ اسلام پر ہم ہو جائے اس لیے حکمت دینی اسی میں ہے کہ انہیں برا بھلا کہنے سے زبان کو روکا جائے اور صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ (آنحضرت) کی حرمت اس پر مزید ہے۔ اگر مخالف یہ کہیں کہ آنحضرت کے قریبی لوگوں کا احترام اور ان کی رعایت زیادہ ضروری ہے تو یہ بات بھی قبول ہے۔ اہلِ قرابت کی طرف سے ان کے مخالفوں کی صریح تکفیر ثابت نہیں ہے۔ اور وحشت و نفرت جھگڑے کے لیئے خود لازمی ہیں۔ اس لیے خیر القرون والوں سے ایسی غلطیوں کا ثابت ہونا مستبعد ہے اور اس میں اکراہ کا پہلو ہے چاہے وہ خطاے اجتہادی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ آنحضرت کے قریبی لوگوں کی محبت امّت کے تمام افراد پر واجب ہے۔ اور اگر استکراہ درمیان میں نہ ہو تو آنحضرت کے اہل قرابت کی اذیّت میں راضی ہونا لازم آتا ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ بحث مناسب نہیں ہے۔ اس موقع پر خاموش اور مکمل افسوس بہتر ہے چونکہ شیعہ فرقہ نے مسلکِ اعتدال سے انحراف کر لیا ہے۔ بے اصل حدیثوں پر اعتماد کرتے ہیں اُن پاک نفسوں کو اپنے خبیث نفوس کے مطابق قیاس کرتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ اُن صحابۂ کرام کی تکفیر میں مبتلا ہو گیے ہیں۔ جو تواتر حدیث کے مبدا ہیں۔ اور کتاب و سنت کے نقل کرنے والے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ ایسا پیغمبر جس پر خدا نے نبوت ختم کر دی۔ اسے تمام انسانوں کا سردار بنایا۔ اور اس کے دین کو تمام دینوں کا ناسخ بنا کر قیامت تک باقی رکھا۔ اور جس کی شان میں نازل ہوا ہے کہ وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین (ہم نے

Marfat.com

تمہیں ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے) وہ گروہ جو عہد نبوت میں ان کی صحبت میں رہا ہو اور جس نے ان کی زندگی میں جان اور مال خرچ کرنے اور ان کی وفات کے بعد شریعت کے پھیلانے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا ہو۔ وہ رسول کی دستگیری سے کفر کے گرداب سے بھی نہ نکل سکے۔ اور ساحلِ نجات تک نہ پہنچے [یہ لوگ] خدا اور اس کے رسول کے بارے میں عجیب حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہو جیسا کہ وہ سابقین کے بارے میں گمان کرتے ہیں۔ تو ایسے خدا سے بعد میں آنے والوں کو کیا توقع ہو سکتی ہے۔ سابق پیغمبروں اور ان کی امتوں کے حالات پوشیدہ نہیں ہیں اور اس قوم کے ولیوں کے واقعات بھی چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ ہرگز سننے اور دیکھنے میں نہیں آیا کہ ان بزرگوں میں سے کسی کے انتقال کے بعد اس کے تمام مخلص مرتد اور منکر ہو گئے ہوں۔ اور اس کی آل اولاد سے دشمنی کی ہو۔ ایسی صورت میں پیغمبر کی بعثت سے جس کا مقصد قوم کی اصلاح ہوتا ہے۔ کیا فائدہ؟ خیر القرون اس حساب سے تو شر القرون بن گیا۔ اور خیر الامم شر الامم ہو گئے۔ خدا انصاف نصیب کرے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (نیک راستے پر چلنے والے پر سلامتی ہو۔)

Marfat.com

(۱۸)

شیعہ سنی اختلافات میں سکون کی راہ

بعد حمد و صلوٰۃ! آپ نے لکھا ہے کہ صحابہ اور اہلِ بیت کے بارے میں جو شیعہ اور سنّی لوگوں میں اختلاف ہے اس سلسلہ میں دل کو سکون نہیں ملتا۔ کیونکہ اہلِ ملّت کے اعتقاد کی بنیاد احادیث پر ہے۔ اور احادیث میں جھوٹ اور سچ دونوں کا احتمال ہے۔ اور ایسی حدیث جو متواتر ملتی ہو جس سے کسی بات کا یقین ہو جاتا ہے اس سلسلے میں بہت کم ملتی ہے۔ پھر اطمینان حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے

ضروریاتِ دین اور ارکانِ ایمان میں کیا فرق ہے؟

مخدوما! یہ مسئلہ ضروریات دین اور ارکان ایمان میں سے نہیں ہے۔ نجات کے لیے توحید الٰہی اور تصدیقِ نبوت کافی ہے اور ایمانِ مجمل نجات دلانے والا۔ کلمہ طیبہ کے مضمون کی تصدیق اور اقرار کرنے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور یہی کافی ہے۔ صحابہ اور اہل بیت کی شان میں مجمل حسنِ ظن رکھنا چاہیے۔ چونکہ یہ حضرات آنحضرت کی صحبت میں رہے تھے۔ اور ان کی خدمت کی تھی۔ اور انہیں آنحضرت سے قرب رہا تھا اس لیے ان سے محبت کرنی چاہیے۔ بس یہی کافی ہے۔ ان حضرت کے حالات کی تفصیل کے لیے تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ موجب فساد و فتنہ ہے۔ کیونکہ عصمت کا منصب اہل سنّت کے مذہب سے مخصوص ہے۔ حضرات انبیاء کے لیے مسلّم ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کے لیے ممنوع ہے۔ چاہے وہ صدیق اور ولی ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لیے اُن میں کبھی کبھی مخالفت ہوتی ہے۔ وہ بھی بہت جلد دور ہو جاتی ہے۔ اور حد درجہ صاف باطن ہونے کی وجہ سے تصفیہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ نفوس خبیثہ ان اکابر کو خود پر قیاس

Marfat.com

کرکے ان کی آپس کی کینہ وعداوت کو مستقل ثابت کرتے ہیں۔ اور اس میں شاخیں نکال کر رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ اس طبقہ سے انکار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کے وجودِ مبارک کی تاثیر سے انکار کیا جائے۔ اور پیغمبر کے دنیا میں بھیجے جانے کے فائدے سے انکار کیا جائے۔ ایک دن میں اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا اور خدا سے التجا کر رہا تھا کہ ان شکوک کے مہلکات سے مجھے نجات کا راستہ مل جائے۔ فقیر کے باطن پر یہ عبارت وارد ہوئی امنت باللہ کما ھو عند نفسہ وبرسول اللہ کما ھو عند ربہ وبالہ واصحابہ کما ھم عند بینھم (کہو میں ایمان لایا خدا پر جیسا کہ وہ ہے اور اس کے رسول پر جیسا وہ اپنے رب کے نزدیک ہے۔ اور اس کے آل واصحاب پر جیسا کہ وہ اپنے نبی کے نزدیک ہیں) ظاہر بات ہے کہ یہ مطالب تمام اختلافات سے برتر ہیں یہ امر خدا کو سپرد کر دینا چاہیے یہ نفس الامر کا مرتبہ ہے۔ اس مقام پر کوئی فرقہ دم نہیں مار سکتا۔ الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ (شکر ہے خدا کا اس کی نعمتوں پر اور صلوٰۃ اس کے رسول اور آل رسول پہ)

Marfat.com

آنحضرت کے بعد بارہ خلفا ہونے کی تحقیق

(۱۹)

آپ نے لکھا تھا حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میرے بعد قریش خاندان سے بارہ خلیفہ ہوں گے۔ اہلِ سنت کے خیال میں ان بارہ خلفا میں چار تو وہ ہیں۔ جنہوں نے خلافتِ خاصہ حاصل کی۔ اور آٹھ وہ مراد ہیں جنہوں نے خلافتِ عامہ پر تسلط پایا اور کفار کے ساتھ جہاد اور کلمۂ حق کی تبلیغ کی ہے اور شیعہ بارہ امام سلام اللہ علیہم کو کہتے ہیں۔ آپ کے خیال سے کون حق بجانب ہے۔

مخدوما! اہلِ سنت حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ لفظ۔ "خلافت" عمومیت لیے ہوئے ہے۔ خلافت ظاہری بھی ہو سکتی ہے اور باطنی بھی۔ اور آنحضرت کے خلیفاؤں کے لیے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی خلافت ضروری ہے۔ خلیفہ اسے کہتے ہیں کہ جو امرِ خلافت کو چلائے۔ ظاہری خلافت کا چلنا موقوف ہے۔ قدرت اور استطاعت پر۔ یعنی خزانے اور فوجیں ہونی ضروری ہیں۔ کیونکہ حکم کے لیے وہ نفاذ حکم کے لیے شرط ہیں۔ ظاہر ہے کہ چاروں خلفا کے بعد جنہوں نے تیس سال تک خلافت کی۔ اور حضرت امام حسن نے چھ ماہ تک کی اور ان کے بعد ائمہ اطہار میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت اس امر پر قادر نہ ہوا۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر کہ خلیفہ قریش سے ہوں گے اس بات کی دلیل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آنحضرت قریش کی بجائے اہل بیت یا بنی ہاشم کہتے۔ اس وجہ سے دونوں مذہبوں میں اس طرح اتفاق

Marfat.com

کیا جاسکتا ہے کہ دین کے ظاہر کی ترویج جو اسباب ظاہر پر موقوف ہے اور اسلام کے قالب کے مُرادف ہے وہ تو ان کے دم سے ہوئی اور دین کے باطن کی تقویت کہ اسلام کی حقیقت اس قالب کے روح کی جگہ ہے۔ ائمہ اطہار کی وجہ سے ہوئی اس لیے صوفیہ اہل سنت بارہ اماموں کی قطبیت تسلیم کرنے میں متفق ہیں۔ چاروں خلفا اور حضرت امام حسن میں یہ دونوں باتیں جمع تھیں۔ امیر شام (امیر معاویہ) اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے درمیان صلح کے بعد سے لے کر حضرت امام مہدی صاحب الزماں کی ذات میں بھی یہ دونوں باتیں یعنی ظاہری اور باطنی خلافت متحقق ہوں گی۔ اور دوسرے خلفا میں ظاہری خلافت کے سلسلے میں بارہ کے عدد کا تعین کرنے میں مجھے تکلف ہے۔ والسّلام

Marfat.com

حضرت عائشہ اور علی رضی اللہ عنہما کے اختلافات کی وجہ

(۲۰)

آپ نے لکھا تھا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت عائشہ حضرت علی رضؓ سے ناراض تھیں اس کے بعد بھی حربِ جمل کے واقعہ کو چھوڑ کر کہ جس کے اور دوسرے اسباب تھے۔ یہ ناراضگی ثابت ہوتی ہے۔ یہ بات اشکال سے خالی نہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہ سے یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرت علی سے انحراف کریں۔ حالانکہ خود حضرت عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ تمام انسانوں میں حضرت فاطمہ اور حضرت علی رسول اللہ کو سب سے زیادہ عزیز تھے۔

مخدوما! بعض اوقات لڑائی جھگڑے میں دونوں طرف کے لوگ معذور ہوتے ہیں کیونکہ دونوں برحق ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی بات یہاں پر بھی ہے۔ یہ بات مخفی نہ رہے کہ جب "قضیہ افک" میں حضرت علی نے دیکھا کہ آنحضرت بہت زیادہ مضطرب ہیں۔ تو حضرت علی نے غلبۂ محبت سے مجبور ہو کر اور وقت کی مصلحت دیکھکر رسول اللہ سے تسکین اور تسلی کے ایسے الفاظ کہے جن سے ان کا دل حضرت عائشہ سے پھر جائے۔ جب حضرت عائشہ نے یہ خبر سنی تو بہت پریشان ہوئیں اور کیوں نہ ہوتیں ایسے وقت میں ہر وقت ساتھ دینے والوں کی ایسی باتوں سے محب اپنے محبوب کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی اذیت نہیں ہو سکتی اس لیے حضرت عائشہ کا حضرت علی سے انحراف غیرتِ محبت اور انسانیت کے تقاضے کی وجہ سے ہے۔ کہ جس سے کوئی چارہ نہیں۔ یہ انحراف کسی دوسری وجہ

Marfat.com

سے نہیں تھا، اور جب تک محبت باقی ہے، وحشت بھی باقی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے یہ باتیں کسی عداوت کی وجہ سے نہیں کہی تھیں۔ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ یہ باتیں صرف آنحضرت کی محبت کی وجہ سے تھیں۔ کیونکہ اس کے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ اس لیے دونوں حق بجانب ہیں۔ اور دونوں معذور ہیں بلکہ دونوں کو اجر ملے گا۔ کیونکہ دونوں کی بنیاد آنحضرت کی محبت ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا کی حضرت صدیق اکبر سے خفگی اور ناراضگی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اس جگہ دو شبہ ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت فاطمہ ترکِ دنیا کرنے اور معقول جواب سننے کے باوجود حضرت صدیق اکبر سے کیوں ناراض ہوئیں۔ دوسرے یہ کہ حضرت صدیق نے اسی معمولی سی بات میں انہوں نے آنحضرت کی اولاد (حضرت فاطمہ) کی رعایت سے مصالحت کیوں نہ کی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وراثت کے مال سے بڑھکر دنیا میں کوئی مال حلال نہیں ہے۔ اس کا طلب کرنا ترک دنیا اور تقوے کے منافی نہیں ہے بلکہ متقی مالِ حلال کی زیادہ قدر جانتا ہے۔ اور جب تک انسانیت باقی ہے ضروریات سے چھٹکارا نہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر کا انکار حدیث کی دلیل پر تھا۔

فاطمہ زہرا اور صدیق رضی اللہ عنہما کی خفگی کی وجہ

نحن معاشر الانبیاء لانورث (ہم گروہ انبیاء سے تعلق رکھتے ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں) اور حضرت صدیق نے آنحضرت کی زبانِ مبارک سے یہ حدیث سنی ہوگی۔ اس لیے ان کے حق میں یہ نص قطعی ہے۔ اور ایسے کاموں میں دخل کرنا ٹھیک نہیں اس جواب سے حضرت فاطمہ کی تسلی اس وجہ سے نہ ہوئی ہوگی کہ ورثہ کا یہ ثبوت آیتِ توریث سے ثابت ہے اس وقت تک اس حدیث نے

Marfat.com

شہرت نہ پائی ہوگی۔ جو حضرت فاطمہ پر حجت بن جاتی یا (یہ ناراضگی، نازک مزاجی کی وجہ سے ہو۔ جو صاحبزادگی کی وجہ سے لازم ہے۔ لا تبدیل لخلق اللہ۔ (اللہ کی مخلوق کے لیے کوئی تبدیلی نہیں ہے) کے مطابق کوئی کمال مزاج کی کسی خصوصیت کو نہیں بدل سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شدید غصہ دم واپسیں تک زائل نہ ہوا اور وہ قصہ مشہور ہے کہ آپ نے ملک الموت کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ اس لیے ایسی صورت میں دونوں معذور ہیں اور دونوں طرف حق ثابت ہوتا ہے۔ اور اہلِ سنت کے لیے دونوں کے لیے حُسن ظن رکھنا اور دونوں کو اچھا سمجھنا واجب ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ (نیک راستے پر چلنے والوں پر سلامتی ہو۔) والسّلام

Marfat.com

(۲۱)

آپ نے جو کچھ اس زمانے کے ان ضعیف اعتقاد رکھنے والوں کے بارے میں لکھا ہے۔ جو درویشوں سے کشف و کرامات کے طالب ہوتے ہیں۔ اور قرنِ اوّل سے ذہنی تعلق نہیں رکھتے۔ معلوم ہوا۔ جاننا چاہیے کہ دوسرے مشائخ کی طرح ان کمینوں کو مرید کرنا کیا ضروری ہے۔ اور مخلص عقلمند جب ان امور مذکورہ کے لیے التماس کریں تو ان کی تسلی ان مطالب سے کرنی چاہیے۔ کہ خدا حکیم حقیقی ہے۔ اس آیۂ کریمہ کے مطابق قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا) اللہ نے اپنی محبت اور رضا کی بنیاد جو کہ تمام طریقوں کے صوفیوں کا مقصودِ اصلی ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام والصلوٰۃ کے اتباع پر رکھی ہے۔ خدا نے اس طبیبِ حاذق کو بعض اوامر و منہیات کے ساتھ جو بمنزلہ دوا اور پرہیز کے ہیں۔ اس دنیا میں امتِ مرحومہ کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ جو غفلت اور معصیت میں مبتلا تھی۔ اس نسخہ کے دو پہلو ہیں ایک صورت اور دوسرے معنویت۔ صورت ظاہر عوام مسلمین کے لیے ہے تاکہ اعتقادات کی تصحیح کے بعد کتاب وسنت کے مطابق اپنے اعتقادات کو درست کر لیا جائے۔ اور امر و نہی کے امتثال صرف میں اپنے اعضا کو استعمال کیا جائے ان عقائد و اعمال کی جزا نعیمات حسی ہے نجات بس اسی میں ہے۔ اس نسخہ کی "حقیقت" تو خواص کا حصہ ہے۔ اور وہ ہے صورت مذکورہ کے مطابق

Marfat.com

مجاہدات و ریاضیات کے ذریعہ قلب کی جِلا اور نفس کا تزکیہ کرنا۔ جس کا حاصلِ تجلیات اور مکاشفات کا ظہور ہے۔ صورت عبارت ہے ایمان اور اسلام سے حقیقت عبارت ہے احسان سے۔ جس کے بارے میں حدیث میں آیا ہے تعبد ربک کانک تراہ (تو خدا کی عبادت اس طرح کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے)، صورت بے حقیقت اس دور کی طرح ہے جو ظاہری جلد کے امراض کے لیے ہو مثلاً ورم یا زخم جو مالش یا لیپ کرنے سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ اور جو بے فائدہ نہیں ہیں لیکن حقیقت کا بغیر رعایتِ صورت کے ہونا غیر مفید ہے۔ بلکہ وہ حقیقت ہی نہیں استدراج اور مکر الٰہی ہے اعاذنا اللہ منہا (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)، اور حقیقت تنقیہ کی طرح ہے کہ جس پر موادِ فاسدہ کا نکلنا موقوف ہوتا ہے تاکہ نکسِ مرض کا احتمال نہ رہے۔ اس مرض سے مکمل شفا اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک ان دونوں کو نہ ملا لیا جائے۔ اس بیان سے یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ آنحضرت کے علاج سے صحابۂ کرام کی طبیعتوں پر شفا و صحت کے کیا آثار ظاہر ہوئے مخفی نہیں ہے [رسول کی صحبت سے] کہ خدا کی محبت کے غلبے اور خود کو اس کے اتباع اور رضا جوئی میں خرچ کرنے اور طاعت میں لذت محسوس کرنے اور گناہوں سے بالطبع کرنے اور دنیا سے کنارہ کشی کے علاوہ اور کچھ ظاہر نہیں ہوا۔ ان آثار کے ظاہر ہونے سے دائمی حضوری قلب اور پاکیٔ نفس ظاہر ہوئی۔ جو آنحضرت کی صحبت کی برکت سے اور شریعت کے صحیح استعمال سے ظاہر ہوئی تھی اور قرونِ متاخرہ کے ذوق اور شوق کے متعلق کچھ نہیں کیا۔ صورت و حقیقت کو مکمل طریقے پر حاصل کرنے کے باوجود کہ جس سے

Marfat.com

زیادہ حاصل کرنے کا تصور ممکن ہی نہیں۔ اکثر اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ اس صورت کو محفوظ رکھا جائے جو **حقیقت** کی محافظ ہے۔ اور جس کا فائدہ خواص وعوام دونوں کو پہنچتا ہے۔

ان لوگوں نے کشف و کرامت کی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ اور ان امور کو کمال کی شرط اور اس کے لیے لازم نہیں سمجھا۔ اس لیے جو مریض مکمل **صحت** یعنی نسبت محمدی چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اتباعِ سنت کو تمام مجاہدات اور ریاضیات سے بہتر سمجھے۔ اور جو انوار و برکات اس سے ظاہر ہوں انہیں تمام فیوضات سے بہتر افضل جانے۔ تمام مشہور قسم کے اذواق ومواجید کی جمعیت باطن اور دوام حضور کے مقابلے میں کوئی اختیار نہیں اور جس عزیز کی صحبت میں ان امور کا اثر پائے اسے نائب رسول خدا سمجھے۔ اس کی خدمت کو لازم جانے۔ اس راستے کے جوز و مویز (کھیل) پر فریفتہ نہ ہو خواہ وہ لذیذ ہی کیوں نہ ہوں۔ والسلام۔

Marfat.com

بنام شاہ ابوالفتح

(۲۲)

مدت کے بعد مخدوم زادہ گرامی کا التفات نامہ موصول ہوا جس نے جانِ تازہ بخش دی۔ اور نسبتِ اخلاص کی تجدید و تقویت کا سبب ہوا۔ آپ نے سلوک کے آغاز و انجام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے میں نے مطالعہ کیا وہ اطوار و آثار جو آپ میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ ان سے بہت سی امیدیں ہیں۔ خاص کر ان حاصل شدہ امور کو جاننا جو اکثر لوگوں کے غرور کا سبب بنتے ہیں۔ خدا کی طلب ہم جیسے نامراد فقیروں سے مراد چاہنا اور بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلانا وحدت وجود کے سمندر کے طوفان سے کنارے پر آنا۔ ہمارے طریقہ کے بزرگوں سے (جن کی ریاضتیں اتباع سنت ہیں۔ اور جو شریعت کے حقائق کے اسرار کو جاننے والے ہیں) نسبت کی آرزو رکھنا طہارت طلب اور علوِ ہمت کی دلیل ہے۔ بارک اللہ فی برکاتکم۔ و اعلی درجاتکم (اللہ اور بھی برکت دے۔ اور آپ کے درجے بڑھائے)

مخدوما! آپ نے حضرت والد ماجد اور حضرت میاں ہمت خاں صاحب کے افادات کے ثمرات یعنی واردات غریبہ و احوالات عجیبہ و استیلاء غیب اور ظہور کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ یہ سب لطیفہ قلب کے آثار ہیں۔ اور یہ مقام تمکین ہے۔ اس لطیفہ کی انتہا ہے کہ یہ تنگنائے امکاں سے باہر آجاتا ہے اور مقدمہ وجوب کی وسعت میں آکر دائرہ ظلال اسماء و صفات کی سیر کرتا ہے جو

تعیناتِ عالم کے مبادی ہیں۔ اور ظلِ خاص میں جو تعیین امر کا مبدار ہے فانی ہو جاتا ہے اور اسی ظل سے بقا حاصل ہوتی ہے۔ اس قوم کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے فنائے قلب اور ولایتِ صغریٰ جو اولیار کی ولایت ہے۔ اور ولایتِ ظلی سے جو محل سکر ہے وحدت وجود کے معارف پیدا ہوتے ہیں۔ قلب کے ضمن میں اس مقام پر نفس کو فنا کی ہم رنگی حاصل ہوتی ہے۔ اس ولایت کے حصول کا اثر خدا کی ایسی دائمی حضوری ہے جس میں کبھی غفلت نہیں آتی۔ کسی اور سے تعلق باقی نہیں رہتا اس مقام سے اوپر ایک اور مقام ہے۔ جس میں سالک کی سیر اس ظلال کے اصول میں ہوتی ہے۔ جس کا نام اسماء و صفات ہے۔ اور معاملہ لطیفہ نفس پر آپڑتا ہے۔ جو عالم خلق سے ہے، جیسا کہ پچھلے مقام میں قلب اور چاروں لطائف سے کام آپڑا تھا۔ جو عالم امر میں ہیں۔ اور جن کا عروج مرکز ظلال تک ہے یہاں نفس کو حقیقتِ فنا مل جاتی ہے۔ اور نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جاتا ہے۔ اور مخالف دشمن موافق دوست بن جاتا ہے۔ اور دعوت و ارشاد کا حق مل جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مقام بعد الجمع کی چوٹی ہے۔ اس لیے یہاں پر تمیز صحیح حاصل کر کے وحدتِ شہودی کا راز (جو خلق سے غیرت حق کی خبر دیتا ہے) معلوم ہو جاتا ہے، اس مقام پر پہنچ کر ان چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جنہیں خدا پسند کرتا ہے۔ اور ان سے گریز کرتا ہے جن سے خدا کو نفرت ہے۔

ریاضت اس حد تک کرتا ہے کہ کلفت درمیان سے جاتی رہتی ہے۔ اس مقام کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ فنائے نفس سے اور ولایتِ کبریٰ سے جو انبیا کی ولایت ہے اور آنحضرت کی پیروی کی برکت سے اُمّت کے خاص لوگوں کو یہ مقام حاصل ہے

Marfat.com

مسئلہ وحدۃ الوجود

(۲۳)

برخوردار تمہارے التماس کے مطابق وحدتِ وجود کا مسئلہ لکھا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے مراتب سنہ کی شرح میں لکھا ہے کہ خدا اپنے علم قدیم میں حقائق کلیہ و جزئیہ جانتا ہے۔ کسی شے کے علم سے اس شے کا وجودِ علم میں لازم آتا ہے۔ اس لیے چاہیے کہ تمام موجودہ چیزیں علمِ ازلی میں موجود ہوں۔ اسی وجہ سے صوفیاء ہر چیز کا وجود علم میں ثابت ہے، کے قائل ہیں۔ اس مرتبۂ علم میں جس کا نام اس قوم [صوفیہ] کی اصطلاح میں باطن وجود ہے۔ وجوداتِ اشیاء کو زمانے کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر حاصل نہیں۔ اس کے برخلاف وجودِ خارجی میں تقدیم و تاخیر بدیہی ہے۔ کیونکہ وجود علمی وجود خارجی سے الگ چیز ہے۔ اور چاہیے کہ اس سے مقدم رہے۔ جیسا کہ اصل کو فرع پر اور ظل والی چیز کو ظل پر تقدّم حاصل ہوتا ہے۔ وجودِ علمی سے خارجی اشیاء کے وجود میں آنے کی کیفیت یہ ہے کہ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی ایسی صورت کو صورِ علمیہ سے وجود میں لائے جسے وجود منبسط کہتے ہیں اور جسے اس قوم کی اصطلاح میں ظاہرِ وجود کہتے ہیں اور اس صورت کے آثار مطلوبہ کو اس صورت سے ظاہر کرے تو اس صورت اور اس وجود کے نور کے درمیان ایسا رشتہ پیدا کر دیتا ہے۔ جو ذہن میں تو معلوم ہوتا ہے لیکن از روئے کیفیت نہیں معلوم ہوتا۔ اور وجودِ منبسط کا آئینہ اس صورت کے عکس سے منقش کرتا ہے۔ اور اس طرح کرتا ہے کہ نقش اطلاقِ وجود برہم نہ ہو واللہ مثل الاعلیٰ (اللہ کے لیے بڑی مثال ہے) جیسا کہ دیکھنے والے کا عکس آئینہ کے سامنے آکر آئینہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے

Marfat.com

آئینہ کا نور زائل نہیں ہو جاتا۔ عقل سلیم رکھنے والا تھوڑے سے غور کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ صورت مرئیہ آئینہ میں یا آئینہ پر ہے۔ کیونکہ وہاں دخول ہے نہ ارتسام اگرچہ بظاہر اور عوام کی سمجھ کے مطابق صورت مرئیہ اور وصف مرئیہ ایک ظرف میں ہے جو مرأت ہوتا ہے۔ اور حقیقت کے مطابق صورت و مرأت آئینہ میں سے ہر ایک ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ یعنی شکل و لونِ صورت مرأت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور تقعر و تحدب آئینہ صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا جامی "مراتب سنہ" میں فرماتے ہیں کہ اگر وجود کو مرأت سمجھیں تو اس میں بظاہر صورِ علمیہ کے آثار و احکام پائے جاتے ہیں۔ لا ان الاعیان الثابتۃ فی العلم ماشمت رائحۃ الوجود فی الخارج (چیزیں علم میں ثابت ہیں۔ اور میں نے خارج میں وجود کی بو نہیں سونگھی) اور اگر صور علمیہ کو مرأت قرار دیں تو اس میں اسماء صفات کی تجلیات اور حضرتِ وجود کے شیونات ہیں نہ کہ وجود بعینہ۔ چنانچہ شان مرأت خزانہ علم کی طرح ہے جو منقوش صفحے کی طرح ہے اور وجود منبسط صیقل کیے ہوئے آئینہ کی جگہ اس کے مقابلے میں ہے اس صفحہ میں سے نہ کوئی نقش باہر آتا ہے اور نہ کوئی صورت مرأت وجود میں آتی ہے کیونکہ مرتبہ علم میں سے صورِ علمیہ کا خروج مستلزمِ جہل ہے اور مرأتِ وجود میں دخولِ صورت سے قیام حادث بقدیم ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں مشکل ہیں۔ اس لیے باطن وجود اور ظاہر وجود کے درمیان طرفین کے آثار و احکام کے عکس سے ایک طلسم ہے۔ جو اس قوم کی اصطلاح میں مرتبہ وہم اور دائرہ امکان کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں پانچ مشہور منزلات میں سے تین منزلات امکانیہ پائے جاتے ہیں۔ یعنی تنزل روحی، مثالی اور جسدی۔ چنانچہ مرتبہ علم و اجبی میں دو تنزل

Marfat.com

وجوبی ہیں۔یعنی وحدت و واحدیت جو عبارت ہیں۔ مرتبہ علم میں خدا کے شیونات صفات کو اجمالاً اور تفصیلاً ملاحظہ کرنے سے اور کہتے ہیں کہ خارج میں وجودِ واحد کے علاوہ کسی شے کی تحقیق اور اس کا ثبوت نہیں۔ اور کثرت مرئیہ مرتبۂ وہم میں ہے۔ حکمتِ بالغہ نے اس وہم کو تقویت دی ہے اور اس پر آثار ابدی کی بنیاد رکھی ہے نہ کہ اس وہم پر جو رفع وہم کے بعد اٹھ جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر اطلاق وہم سے اس قوم کی مراد یہ ہے کہ اس کثرت کی کوئی دوسری حقیقت نہیں۔ تمام وجودِ واحد اس مرأت وجود منبسط میں تجلیات بن گیا ہے۔ اور اس کثرت سے تجلیات شیونات سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو حضرت وجود میں موجود ہیں۔ اور مرتبہ علم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے بیج سے کوئی پودا اُگتا ہے۔ اس طرح حقائقِ ممکنات بن جاتے ہیں۔ اور اُن حقائق کا عکس مرأت وجود منبسط ہو کر عالم کہلایا۔ اور چونکہ وہمی اشیاء کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ وجود علمی کا عکس ہے۔ اور نفس الامر میں تمام وجودِ علمی کے ساتھ موجود ہے۔ مرتبۂ علم سے نہیں نکلی ہیں۔ جیسا کہ ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور علمِ حقیقی خدا کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ وجودیہ صوفیوں کے خیال میں صفات عین ذات ہے۔ اس لیے اس تقریر کے بموجب اشیا کا وجود عین وجود حق ہے۔ حضرت مجدّد نے فرمایا ہے (ان شئت قلت حق و ان شئت قلت خلق (جس چیز کو میں نے چاہا حق کہہ دیا۔ اور جس چیز کو چاہا خلق کہہ دیا) اور ثابت ہو گیا کہ خارج میں وجود واحد کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہی وحدت وجود کے معنی ہیں۔ اور یہی ان حضرات کا مکشوف اور مشہود ہے۔

Marfat.com

(۲۴)

بنام میر مسلمان (۱)

قاصد کو جلدی ہے۔ استخارہ میسر نہ ہوا۔ استخارہ مسنونہ کر لینا چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ پہلے ہی خبر مل جائے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ تمام توکل و تامل متعلقان کے مرض دائمی اور دبیرانِ شہر و فسادِ زمان کے ساتھ بڑے اطمینان سے بسر ہوتی ہے۔ نحمدہ و نستعینہ (اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اس سے مدد مانگتے ہیں)

خدا عزیزوں کو توفیق اتباعِ سنت دے۔ اور اپنے ذکر میں مشغول رکھے شیخ احمد (۲) پابندی سے کام کر رہا ہے۔ اس کا لطیفۂ قلب قیدِ قالب سے باہر آ گیا ہے۔ لیکن اس کی استعداد بہت کم ہے۔ بہر حال گرتا پڑتا راہ مقصود پر جاتا ہے خدا منزل معہود پر پہنچا دے۔ چونکہ امراضِ قلب و قالب کا سلب کرنا ہمارے حضرات مجددیہ کا معمول حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول تھا اور خدا نے آپ کو یہ قوت اور قدرت عطا کی ہے تو پھر آپ کیوں انکساری کی وجہ سے خود کو اس امر خیر میں معذور سمجھتے ہیں۔ فیض اللہ خاں صاحب کو ہر روز سامنے بٹھا کر پانچ سو دفعہ ان کے مرض کا نفس سلب کرائیں۔ تاکید ہے۔ شاہ سیف اللہ صاحب کی رفاقت میں سفر حجاز کا قصد مبارک ہو۔ لیکن مردم محل کی مرضی شرط ہے۔ کیونکہ اُن کا آپ پر شرعی حق ہے۔ آپ کی عدم موجودگی میں کوئی معتبر خادم نظر نہیں آتا۔ اپنے ساتھ زیادہ سامان لے جانا مقصد کے منافی ہے اس نیک مجستہ نیت پر عمل کرنے کے لیے تھوڑا بہت غور کرنا چاہیے، ایسا

Marfat.com

(۲۵)

بنام میر مسلمان

آپ کا التفات نامہ موصول ہوا۔ جس میں آپ نے شیخ احمد کے غائب ہونے کی پریشانی کا ذکر کیا ہے۔ دل کو پریشانی ہوئی۔ اس کے یہاں پہنچنے پر محبت کے حقوق کی وجہ سے اور آپ کے دیے ہوئے احکام کی تابعداری کی رعایت سے اس پر شفقت اور مہربانی کی جائے گی۔ اور اگر وہ کسی دوسری طرف چلا گیا۔ تو بہ شرط تاثیر انشاء اللہ تعالیٰ جلد توجہ کی جائے گی اور محفوظ و معنون منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ آپ خاطر جمع رکھیے۔ عزیزوں، دوستوں اور یارانِ طریقہ کو سلام پہنچا دیجئے خدا کرے فرخ آباد کی آب و ہوا آپ کے مزاج عالی کو سازگار آجائے۔ خوف یہ ہے کہ وہاں طریقہ مجددیہ سے بیگانے بہت لوگ ہیں۔ اور اپنے عزیزوں کی تعداد بہت کم ہے۔ خدا ان کی صحبت راس لائے۔ شیخ احمد جو مستقبل میں یہاں پہنچے گا۔ اس کا یہاں دو مہینے رہنے کا ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ بقدر صحبت و فرصت طریقہ حاصل کرے گا۔ فقیر دکن میں رہنے والے صاحبوں کے خطوط کا جواب نہیں دیتا۔ کیونکہ ہزاروں سال بعد ایک دوسرے کو خط پہنچتا ہے۔ زندگی کی امید کہاں ہے کہ خط لکھنے کی تکلیف اٹھاؤں اور دوستوں کو یاد کروں (مجھے) یاد کرنے والے عزیزوں کو خدا سلامت رکھے۔ اور اگر آپ حیدرآباد تشریف لے جائیں تو فقیر کا اشتیاق اور زبانی سلام پہنچا دیجئے۔ آج کل یہاں کے حالات یہ

Marfat.com

ہیں کہ پچھلے دو مہینے سے ہر روز کوئی نہ کوئی مکروہ واقعہ پیش آتا ہے۔ خدا اسے دور کرے۔ خدا فتوحاتِ ظاہری و باطنی عنایت کرے۔ خدا کی رحمت سے متوقع رہیے۔

والسلام

Marfat.com

(۲۶)

بنام میر مسلمان

فقیر نہم جمادی الآخر بروز شنبہ دہلی کے لیے روانہ ہو گیا ہے' خدا پہنچا دے۔ آپ کی جدائی کا داغ اپنے ہمراہ لیے جاتا ہوں۔ خدا قادر ہے کہ ہم دونوں کے ضعفِ پیری کے باوجود سعادتِ ملاقات سراپا برکات میسر ہو۔ مختصر عنایت نامہ اور ظرفِ مِسّی موصول ہوئے بارک اللّٰہ فی رزقکم و عمرکم (اللہ آپ کے رزق اور عمر میں برکت دے) اور خاتمہ بالخیر کے لیے اور مکروہات سے حفظ و امان اور ظاہری و باطنی فتوحات کے لیے آپ کے واسطے اور جان سے زیادہ عزیز خان کے لیے (جن کے خط سے مرض کی کیفیت معلوم ہوئی اور اس خبر سے بہت تشویش ہوئی) ہر وقت دعا کرتا ہوں۔ خدا قبول کرے فیض اللہ خاں[1] صاحب کے مناقب و محاسن کے بارے میں کیا لکھوں۔ کہ اس نوجوان کے نسخۂ وجود میں تمام عالم کی خوبیاں جمع ہو گئی ہیں۔ خدا اس کو دین و دنیا کے اعلیٰ ترین مراتب پر پہونچائے۔ فقیر کا سلام اور بہت زیادہ اشتیاق کہہ دیجیے۔ ان کی اولاد اور رفیقوں کو بھی دعا کہہ دیجیے۔ نواب ارشاد خاں[2] مغفور نے اواخر صفر میں یہاں سے سفر کیا۔ مراد آباد کی حدود میں بادشاہ کو پالیا اور لشکر کے ہمراہ دہلی کا قصد کیا۔ ۱۳ ربیع الآخر کو شہر میں داخل ہوئے۔ دو گھڑی توقف کے بعد ٹھنڈا پانی پیا سردی لگی اور انتقال فرما گئے۔ دل پر ایسا داغ چھوڑ گئے کہ جس کا مرہم نہیں۔ ان کے بیٹے اور بھائی وطن کو واپس گئے۔ ظفر علی خاں[3] حضور میں رہے۔ سرداران بسولی نے ان کے ساتھ تعلقات بحال رکھے۔ ایسے ماتم کے وقت اور یہاں کے لوگوں کی محاسن

کی فکر میں اپنا وعدہ وفا کرنے یعنی تمہیں اشعار انتخابی بھیجنے کی فرصت کہاں ہے اور دوسرے یہ کہ اس شہر کے لوگوں کے لیے سید جیون صاحب کا تشریف لانا نعمت ہے۔ وہ طبقۂ عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں سلام نیاز پہنچا دیں۔ اور شیخ احمد دعا کریں۔ اور خدا کی عبادت میں مشغول رہیں۔ میر مبین نے کچھ عرصہ محنت کر کے اپنے کمالات کو کمالات نبوی تک پہنچا لیا ہے۔ اور نسبت ارشاد کی حاصل کر لی ہے۔ کل انہیں اجازتِ ارشاد اور خرقہ بھی دے دیا گیا۔ اللہ برکت دے۔

Marfat.com

(۲۷)

بنام میر مسلمان

حمد و صلوٰۃ کے بعد! حضرت میر صاحب مشفق من ہزاروں سال سلامت رہیں۔ میں مرچکا تھا۔ اور وصال سے ناامید ہو چکا تھا۔ اس علاقے میں آپ کی تشریف آوری کی خبر نے آبِ حیات بن کر اس سو سالہ بوڑھے کو زندہ جاوید کر دیا۔ کیا کروں بڑھاپے کی کمزوری اور کثرتِ تعلیم طریقہ سے کہ روز سو بلکہ زیادہ لوگوں کو توجہ دینے کا اتفاق ہوتا ہے۔ قوت اس قدر زائل ہو چکی ہے کہ نماز فرض میں صرف طاقت قیام باقی رہ گئی ہے۔ ورنہ زندگی بخشنے والی اس خبر کو سنتے ہی سر کے بل دوڑا ہوا آتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ صفر میں سنبھل آنے کا ارادہ ہے۔ کیونکہ پچھلے کچھ برسوں سے ہر برس وہاں آنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اس علاقے میں اپنے پہنچنے کی اطلاع دے دوں گا۔ یقین ہے کہ اس مردہ کو زندہ کرنے پر آپ توجہ کریں گے۔

پچھلے زمانوں کو یاد کر کے جو دل پر گذرتی ہے اور جس طرح اپنی تنہائی پر مجھے رحم آتا ہے۔ وہ قالب تحریر میں نہیں آسکتا۔ نفحات الانس کے نسخہ مبارک میں استاد ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں یہ دو شعر نظر پڑے جس نے مجھ میں ایک وجد کی کیفیت پیدا کر دی۔ شعر یہ ہیں۔

سقی اللہ وقتا کنت اخلو بوجھکم ۔ وثغر الھوی فی روضۃ الانس ضاحک

اقمنا زمانا والعیون قریرۃ ۔ واصبحت یوما والجفون

واللہ نے مجھے اس وقت پلایا جب میں تمہارے چہرے کو دیکھنے میں مشغول تھا

Marfat.com

محبت کے باغ میں خواہش کے درخت مسکرا رہے تھے۔ ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے
اس حال میں کہ آنکھیں خشک تھیں اور میں نے صبح کی اس حال میں کہ آنکھیں آنسو
بہا رہی تھیں) امید یہ ہے کہ خط و کتابت میں آپ پرانے طریقہ یعنی لفظ مرزا
صاحب پر اکتفا کریں گے۔ اور اپنے احوالِ برکات اشتمال اور نیک ارادوں
سے مطلع کریں گے۔ والسّلام

Marfat.com

(۲۸)

بنام مولوی ثناء اللہ سنبھلی (۱)

اللہ معکم اینما کنتم (تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے) تم اس جگہ جاکر فقیر کی جگہ کو گرم کرو۔ کیونکہ اس ضلع میں کوئی سمجھ دار عالم اور صاحب نسبت درویش نہیں ہے۔ خاطر جمعی سے اپنے کام میں کوشاں اور سرگرم رہنا چاہیے۔ اور تشویش کو اپنے باطن میں راہ نہیں دینا چاہئے۔ اور اپنا وقت دین کی ظاہری اور باطنی خوبیاں پھیلانے میں صرف کرو خدا نے تم کو دولت دی ہے۔ اس کے شکر کرنے کا طریقہ یہی ہے قال الجنید الشکر صرف النعمۃ فی مرضیات المنعم (جنید نے کہا انعام دینے والے کی مرضی کے مطابق انعام کو خرچ کرنا شکر ہے) کوئی عبادت اس عمل کے برابر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ اصلاح ہے۔ اور نیابتِ نبوت ہے پیغمبر پر درود اور سلامتی۔ ع "مشکلے نیست کہ آساں نشود"

اگر غیب سے کوئی چیز معین ہو جائے تو بے مضائقہ اسے قبول کر لینا چاہیے کیونکہ بغیر مانگے جو آمدنی مقرر ہو وہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ اگر اس پر بھروسہ نہ ہو اور خاص طور پر اس زمانے میں تو دل میں تفرقہ اٹھنے کا سبب ہوتا ہے۔ اور توکل بے اطمینانی کی نذر ہو جاتا ہے۔ صوفیوں کا راس المال تو یہی جمعیت ہے۔ انشاء اللہ خدا سنت نبوی کی پیروی کرنے والوں اور خانقاہ مجددیہ کے درویشوں کو بیکار نہیں چھوڑے گا۔ خاطر جمع رکھیے تعلیم طریقہ اور درس کتب میں پابندی سے مشغول رہیے ہمارے طریقہ کے بزرگوں اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ختم پر ہر روز حلقہ

Marfat.com

(۲۹)

بنام مولوی ثناء اللہ سنبھلی

محمد دانش بنگالی جو شاہ مُراد اللہ کے دوستوں میں ہیں اور جو ڈیڑھ سال اس خانقاہ میں رہے ہیں - اپنی استعداد کے مطابق انہوں نے فیض و برکت طریقہ حاصل کر لیے - چند روز کی رخصت لی ہے - ظاہرا اسی طرف واپس آنے کا ارادہ ہے آپ کی خدمت میں پہنچتے ہیں - ان پر مہربانی اور کرم کیجئے - ہر چند مردِ سادہ ہیں - لیکن طالبِ خدا ہیں - جادۂ شریعت و طریقت پر خدا آپ کو اور استقامت دے ؛

والسّلام

Marfat.com

(۳۰)

بنام مولوی ثناء اللہ سنبھلی

جتنے یارانِ قدیم آئے تھے۔ سب چلے گئے۔ میاں محمد میر[1] خاص طور پر کیونکہ وہ بہت سی باتوں میں اکثر یارانِ طریقہ سے ممتاز تھے۔ وہ اس مہینے کی انیس تاریخ کو ذات الصدر کے مرض میں رحلت فرما گئے۔ فقیر کو سخت صدمہ پہنچا۔ چونکہ عمر طبعی کو پہنچنے کی وجہ سے ہمارے انتقال کا وقت بھی قریب ہے۔ اس لیے تسلی ہو گئی۔ انہوں نے کوئی بیٹا چھوڑا نہ خلیفہ (اس لیے) ان کے مریدوں کی تربیت اور پس ماندگان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری فقیر کی گردن پر پڑی تمہارے ذات سے جو بندگانِ خدا کو ظاہر اور باطن میں فائدے پہنچ رہے ہیں۔ انہیں جان کر خوشی ہوئی بارک اللہ فی برکاتکم (اللہ تمہارے برکات میں اضافہ کرے)۔ جو کچھ آپ نے برخوردار ظفر علی خاں کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے، اخلاق، مناقب، اخلاص اور دوسری خوبیوں میں سے جو کچھ ہونی چاہیے ہیں اور جنہیں دل چاہتا ہے۔ وہ سب اس میں ہیں۔ اس کی انہیں خوبیوں نے مجھے اپنا شکار کر رکھا ہے۔ ورنہ مجھ جیسے آزاد انسان کو جسے خود اپنی فکر نہیں کسی دوسرے سے کیا مطلب۔ خدا اسے فتوحات صوری و معنوی عطا کرے کیونکہ مجھے دنیا میں اس سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی ماں، باپ کی جگہ اور اس کی خبر گیری کرنے والے کی بجائے سب کچھ میں ہی ہوں۔ وہ میرے ساتھ ارادت، فرزندی و غلامی اور بندگی کے آداب بجالاتا ہے لیکن اس میں ایک کسر ہے جو میں جانتا ہوں۔ اس لیے برخوردار پر پہلے سے زیادہ التفات کی جو حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے تلافی ہو سکے اس سے کہیے کہ ہر صبح فقیر کی طرف

متوجہ ہو کر بیٹھا کرے آپ اُسے خود توجہ نہ دیں۔ اُس برخوردار کی رقت کے بارے میں آپ نے جو کچھ لکھا تھا۔ اس سے دل کو بہت صدمہ پہنچا۔ میاں غلام محمد نے اپنے باطن کی کھوٹ ظاہر کر دی استعداد کے مطابق ان کی اصلاح کر دی گئی، کہتے تھے کہ انہوں نے اسی کام کے لیے سفر کیا ہے۔ خدا کرے کہ سچ ہو۔ فقیر ایک دفعہ شاہ ولی اللہ کی عیادت کو گیا تھا ان کی صحت کے لیے خدا سے ہمت طلب کی اور دعا میں مصروف ہوا حافظ غلام رسول نے ملاقات کی۔ بزرگ آدمی ہیں۔ مولوی ظہور اللہ جیو۔ سلام قبول کریں۔ والسلام۔

Marfat.com

(۳۱)

بنام مولوی ثناء اللہ سنبھلی

اہل اسلام کا درد

مسجد کے مکمل ہونے کی خبر ملی خدا اسلام کی بنیاد اور مضبوط کرے۔ اس زمانے میں دل کو ایک سخت صدمہ پہنچا ہے۔ پچھلے مہینے کفار سکھ تھانیسر کے قلعہ پر قابض ہو گئے(۱)۔ اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔ مولوی قلندر بخش جیو سلمہ ربہ مع بہوی اور بچے کے لٹ لٹا کر اور جانیں بچا کر نکل آئے عجیب کیفیت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (بالکل ہی بے سر و سامانی کی وجہ سے اُس (تھانیسر) کے نواح میں مقیم ہیں۔ اور ہم تک نہیں پہنچے۔ اس مصیبت کے علاوہ شرم کی بات یہ ہے کہ خصوصیت کے باوجود ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکے۔ کیونکہ بے استطاعت ہیں خدا اس کی تلافی کرے۔ اس سال بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس طرف کا سفر موقوف کر دیا ہے۔ ایک تو امراض و عوارض کے ساتھ بڑھاپے کی کمزوری، دوسرے آمدنی کم تیسرے گھر کی تنہائی۔ کیونکہ کوئی کنیز اور خدمت گزار نہیں رہی دس کنیزیں گھر سے چلی گئیں۔ اور اصیلیں بھی غلّہ کی ارزانی کی وجہ سے نوکری کی پرواہ نہیں کرتیں۔ اور ہماری بیوی کی نازک مزاجی کی تاب بھی نہیں لاتیں۔ اس لیے آج کل غلام یحییٰ(۲) کے گھر سے پکا پکایا آجاتا ہے۔ جنس یہاں سے چلی جاتی ہے۔ اور یہی حال شاہ اسمٰعیل(۳) کا ہے۔ دو بیویوں اور تین لڑکوں کے باوجود گھر میں ایک بھی نوکر نہیں۔ اور اس کی ناتوانی مزید ہے۔ الحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد و آلہ (شکر ہے اللہ کا اس کی نعمتوں کے لیے اور درود اس کے رسول محمد پر اور اس کی اولاد پر) آپ نے برخوردار ظفر علی (اللہ اس کو مرادوں کو پہنچائے) کی قابلیت اور انسانیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے بالکل درست ہے ابھی

معاشرتی حالت

Marfat.com

تک لوگوں نے اس کی قدر نہیں جانی۔ وہ ایسا انمول ہیرا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں فقیر بے وجہ اس کا عاشق نہیں ہے۔ اس کی خوبیوں کو میں جانتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسے کمالات اُخروی اور فتوحات دنیوی میں نمایاں ترقی ہوگی۔ ضعفِ بصر سے تحریر میں رونق نہیں رہی اور لکھنے کی بھی طاقت نہیں۔ اس خط کے بعد احباب مجھے جواب دینے سے قاصر سمجھیں۔ اعتذار کا یہ مضمون تمام دوستوں تک پہنچا دیجئے۔ کہ مجھے قاصر سمجھیں رمضان المبارک بخوبی گذر گیا۔ اور یارانِ طریقہ وطن واپس چلے گئے۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر رہے اگر آپ شریعت و طریقت کے مطابق زندگی گذاریں گے تو خدا دونوں جہان میں عزت و آبرو دے گا۔ حکومت کے کاموں میں تشفی نہیں رہی۔ خدا خیر کرے۔ برخوردار حفیظ اللہ اور حافظ محمدی کا بلانا ٹھیک ہوا تسلی کرنی چاہیے۔ والسلام۔

Marfat.com

(۳۲) (۱)

بنام شاہ محمد سالم

ہم بخیریت ہیں۔ تم شریعت کے التزام اور طریقت کے اشغال میں مصروف رہو۔ لوگوں سے خاکساری اور بے نفسی سے ملو۔ کیونکہ کمال نفس نیستی میں ہے۔ اور ہستی صرف خدا کے لیے مسلّم ہے۔ عالموں اور فقیروں کی صحبت کو لازمی سمجھو۔ دنیا کے مکروہات پر صبر کرو کیونکہ مومنوں کے لیے دنیا قید خانہ ہے۔ اور راحت کا وعدہ آخرت کے لیے ہے بشرطیکہ ایمان سلامت رہے۔ خدا کی عطا کی ہوئی کم و بیش نعمتوں پر شکر ادا کرو۔ بدخلقی سے پیروں کو بدنام نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی (تمہارے) طریقہ کی طرف آئے تو اس سے خدمت نہیں لینی چاہیے۔ بلکہ اس کی خدمت کرو۔ ہاں اگر وہ محبت کے غلبہ سے خود خدمت کرے تو دوسری بات ہے۔ جہاں کہیں بھی رہو خدا کو یاد رکھو اور پیرانِ طریقہ کی محبت میں ڈوبے رہو۔ میاں محمد انوار برے حالوں پھر تمہارے پاس آرہے ہیں۔ حتی المقدور ان کی خاطر مدارات سے دریغ نہ کرنا۔ جانتے ہو دنیا میں خدا کے طالب کم ہیں۔ اگر کوئی آئے تو اسے خدا کا نام سکھاؤ۔ کیوں کہ اس کا بہت اجر ہے۔

والسّلام

Marfat.com

(۳۳)

بنام مولوی نعیم اللہ بہرائچی (۱)

طریقۂ الٰہیہ میں لوگوں کے داخل ہونے کی خوشخبری سے دل کو سرور ہوا بارک اللہ فی کمالکم وتکمیلکم (خدا تمہارے کمال اور تکمیل میں برکت دے) انشاء اللہ تعالیٰ استفادہ کرنے والوں کی کثرت ہوگی۔ اور دونوں جہاں میں نعمتوں کی ارزانی ہوگی۔ خاطر جمع رکھو۔ اتباعِ سنّت کی نیت سے شادی کرنا مبارک ہے۔ برخوردار میاں (۲) قاسم کے حق میں دعا اور توجہ کر رہا ہوں اور معلوم ہوا تم بھی دعا کرتے ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اثر ظاہر ہوگا۔ اس برخوردار سے جو قصور ہوا تھا اس جرم میں اُس کی غلطی نہیں تھی۔ ہم نے معاف کر دیا ہے۔ اور لکھ دیا ہے، پھر کیوں دل میں تردّد پیدا کرتا ہے تم بھی خاطر جمع رکھو۔ اور اُس کے حق میں دعا اور توجہ کرتے رہو۔ ضعف پیری دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اور مریدوں کی کثرت اور انہیں توجہ دینے کی قوت میں تائیدِ غیبی بھی روز افزوں ہے الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ (شکر ہے اللہ کا اس کی نعمتوں کے لیے اور درود اس کے رسول محمد اور اس کی اولاد پر) شاہ شفیع (۳) علیہ الرحمۃ فتح کے ورد میں انتقال فرما گئے۔ اور مقبرہ شاہ ولی اللہ صاحب میں مدفون ہوئے۔ شاہ رحمت اللہ بھی دہلی آئے تھے۔ رخصت والے دن یہاں سے ایک منزل گئے تھے۔ اچانک گر پڑے اور انتقال فرما گئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد میاں محمد منیر مرحوم کے پہلو میں آسودہ ہیں۔ وہاں کے یارانِ طریقہ کو سلام کہنا فقیر کو دعا اور توجہ سے غافل نہ سمجھیں یارانِ طریقہ کے حالات نام بنام لکھنا۔ تم نے

Marfat.com

بالکل ٹھیک کیا کہ اپنے وطن سے لکھنؤ منتقل ہو گئے اس میں عقلمندی ہے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ ایک رسالے میں فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیے کہ خود کو چار طرح کے فساد سے محفوظ رکھے ایک تو اُن لوگوں کی صحبت سے گریز کرے جو محرم نہیں ہیں یعنی ان میں شریک نہ ہو کیونکہ غافل کی صحبت سخت نقصان دہ ہے صحبۃ انفاق داء و دوائہا مفارقتہم (ناجنس کی صحبت مرض اور اس کا علاج مفارقت ہے) دوسرے مشتبہ روزی [سے گریز کرے] تیسرے زیادہ کھانے سے۔ چوتھے روزی کو غفلت کے ساتھ کھانے سے سالک جو لقمہ بھی غفلت کے ساتھ کھاتا ہے وہ صرف چربی چڑھاتا ہے۔ اور جو کوئی زیادہ کھاتا ہے۔ اس کی عبادت میں فرق پڑتا ہے۔ اور مشتبہ روزی کا ہر لقمہ باطن کے نور کو ظلمت میں بدل دیتا ہے۔ اور جو کوئی غافل سے صحبت رکھتا ہے.. اسی جیسا ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی اس سبق میں تیرا شریک نہیں وہ تیرا محرم نہیں۔ چاہے وہ آدمی بالغ ہو۔ تکلیف اٹھانے کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں (یعنی اس کی صحبت سے گریز کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں) اس لیے چاہیئے کہ جو شخص یا چیز اس کے راستہ میں حائل ہو اس سے دور رہے۔ اور فرماتے ہیں کہ شریعت میں مرد اس وقت بالغ ہوتا ہے جب منی شہوت کے طریقے پر اُس میں سے زائل ہو۔ لیکن طریقت میں اس وقت بالغ ہوتا ہے۔ جب وہ حلقہ شہوت سے باہر آتا ہے (یعنی شہوت پر قابو پالیتا ہے) شریعت میں فقیر وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور طریقت میں اسے فقیر کہتے ہیں کہ جس کے باطن یعنی دل کو سوائے خدا کے اور کسی کی خبر نہ ہو۔ یہ وہ فقر ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے الفقر فخری۔ والسلام

Marfat.com

(۳۴)

بنام میاں محمد قاسم

جس دن سے نجف[1] خاں آیا ہے۔ اس شہر میں فقیر سے لے کر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے۔ ہر خاص و عام کی زبان پر مجد الدولہ[2] کی رہائی کا ذکر ہے۔ خدا جلد ہی کچھ کر دے گا۔ کل تمہارا خط ملا۔ بہت تشویش ہوئی۔ فقیر بھی دعا کرتا ہے۔ یارانِ حلقہ اور میاں محمد مراد جیسے لوگوں سے تمہارے حصولِ مقاصد کے لیے دعا کرائی ہے۔ قوی امید ہے کہ دعا قبول ہو گی اور اس کا اثر ہو گا۔ خاطر جمع رکھو فقیر تم سے غافل نہیں ہے۔ جب کبھی اپنے آقا کے سامنے جاؤ تو تین بار یا مقلب القلوب والابصار اور شروع و آخر میں ایک بار درود پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونکو اور دونوں ہاتھ، اپنے چہرے پر پھیر لو پھر سامنے جاؤ۔ سورۂ لایلاف بسم اللہ کے ساتھ ہر روز ایک سو دفعہ پڑھو۔ شروع اور آخر میں پانچ بار درود پڑھو تاکہ دشمن کے شر سے محفوظ رہو۔ پھر انشاء اللہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ چھوٹا سا چاقو ملا۔ جو بچوں کے کھیلنے کے لیے ہے۔ ایک بچے کو دیدیا۔ اس کے بعد کسی بھی سلسلے میں کوئی تحفہ بھیجنے کی فکر نہ کرنا۔ کیونکہ آب و ہوا کی ناسازی سے تمہارے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہے فقیر تو سب سے ناامید ہے۔ لیکن تمہارے اعزّہ کو تم سے شکایت ہے۔ اتنے طویل اور دور دراز سفر کے بعد جو تحفے تم نے رشتہ داروں کو بھیجے ہیں تمام بدرنگ اور بدقماش ہیں [تمہارا] پیسے دیکر بری چیز خریدنا بھی عجیب بات ہے۔ اور فقیروں کی ناراضگی تو اس ایک مٹھی مٹی کی طرح ہوتی ہے جو دریا میں

Marfat.com

ڈال دی جائے۔ اب مجھ پر کوئی اثر نہیں۔ تم نے جو اس خط میں حد سے زیادہ معذرت کی ہے۔ اُس نے میرے دل کا غبار دھو دیا۔ بے فکر رہو۔ رمضان المبارک آگیا۔ اس دفعہ یارانِ طریقہ اور حافظانِ قرآن بہت زیادہ آگئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ مبارک مہینہ جمعیت اور برکات کے ساتھ گزار کر عید کے بعد آؤں گا۔

رمضان کا پروگرام

والسّلام

Marfat.com

(۳۵)

بنام میاں محمد قاسم

تمہارے پریشانیوں سے بھرے ہوئے خطوط نے پریشان کر دیا۔ میرے بھائی مکرر لکھ چکا ہوں کہ فقیر تمہارے لیے دعائے خیر میں کبھی تقصیر نہیں کرتا۔ تاثیر وقت آنے پر ہوتی ہے۔ یہ تمام ضعف اور کمزوری جس کا تم ہر خط میں ذکر کرتے ہو مجھے پریشان کر دیتی ہے۔ کیونکہ میں شدید خفقان کا مریض ہوں۔ دفع شر کے لیے سورہ لایلاف سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے۔ سورۃ لِایلاف اور دعائے حزب البحر پڑھو۔ مولوی نعیم اللہ صاحب اور فقیر دعا کرتے رہتے ہیں۔ انہیں دعاؤں کی وجہ سے تم ابتک شرِ مردم سے محفوظ ہو۔ اس کے بعد بھی حفظ و اماں کی توقع رکھو۔ کیا ضروری ہے کہ تم ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں لکھو کہ فلاں نے تمہارے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ اور فلاں نے ایسا۔ نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے خط کا جواب نہیں دے سکتا۔ اب دوستوں کو لکھ دیا ہے کہ جواب کے منتظر نہ رہیں۔ کیونکہ میں معذور ہوں اور مردہ ہوں۔ جمعہ کو جامع مسجد بھی جانے کی طاقت نہیں رہی۔ اور گھر بھی نہیں جاتا۔ اتنی قوت کہاں ہے کہ علم الٰہی کی طرف متوجہ ہوں اور معلوم کروں کہ فلاں کے حق میں کیا مناسب ہے۔ اگر آج کل تم یہاں ہوتے تو میرا حال دریافت نہ کرتے۔ کل یا پرسوں فقیر کی رحلت کی خبر سن لوگے۔ جو کچھ تمہارے دل میں آئے اس پر عمل کرو۔ لیکن جیسا کہ حدیث میں ہے پہلے استخارہ کر لو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ ٹھیک ہی ہوگا۔ ضعف اور ناتوانی حد سے گذر چکی ہے۔ اور بہت

Marfat.com

فرض نماز — امراض نے گھیر لیا ہے۔ صرف نمازِ فرض کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں۔ اور دونوں وقت
ترجمہ کی طاقت — حلقہ میں تقریباً سو مرید حاضر ہوتے ہیں۔ حیران ہوں کہ توجہ کی طاقت کہاں سے
غذا — آتی ہے۔ چار دام کے برابر غذا باقی ہے۔ بیت الخلا جانا حکم سفر رکھتا ہے۔ اس
سال طاقت بہت زائل ہو گئی مجھے خود اپنے جسم سے یہ توقع نہ تھی۔ مولوی نعیم اللہ
بہرائچی صاحب سے کہہ دیجئے کہ ان کا طویل خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی
یارانِ حلقہ کو سلام پہنچا دیجئے۔ مجھ میں جواب دینے کی طاقت نہیں ہے۔ خاتمہ
بالخیر کی دعا کریں۔ والسّلام!

Marfat.com

(۳۶)

بنام میاں محمد قاسم

باعث تحریر یہ ہے کہ برج لال نامی ایک نوجوان میرے بہترین دوستوں میں ہے۔ اور فقیر کا خیال ہے کہ فنِ مصاحبت اور متصدیگری کے حسنِ سلیقہ میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتا۔ شریف اور نیک معاش ہے۔ آج کل اپنے وطن اکبرآباد سے روزگار کی تلاش میں یہاں آیا ہوا ہے۔ ہم منتظر تھے کہ تم جلد آؤ۔ اور اس شخص کو جو آدمیت کی مکمل تصویر ہے اپنے آقا سے ملواؤ۔ اس سے سب کو فائدے ہیں آقا کو ایک سمجھدار اور باوفا دوست مل جائے گا۔ تمہیں یہ فائدہ ہے کہ ایسا آدمی تمہارا زور بازو ہو جائے گا اور فقیر کو یہ فائدہ ہوگا۔ کہ ایسا مخلص دوست روزگار کی وجہ سے ہم سے دور نہ ہوگا۔ اور تمہیں چاہیئے کہ پہنچنے سے پہلے اپنے آقا کو اس کا مشتاق کر دو۔ اور مجھے اس کی اطلاع دو تاکہ خوشی ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ ہم نے اس اہتمام سے تم سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔ اور ہم کو مبالغہ کی عادت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ امورِ دینی اور دنیوی میں تمہاری خاطر جمع رکھے گذشتہ زمانے کی خاص صحبتیں اکثر یاد آتی ہیں خدا پھر میسر کرے۔ فقیر کو خود سے غافل نہ سمجھنا ہر روز اور ہر وقت دل تمہاری طرف متوجہ ہے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی اپنی جان سے غافل نہیں ہوتا۔ اور تم مجھے جان کی طرح عزیز ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ محفوظ رہو گے۔ مردم محل (زوجہ مرزا صاحب) بخیریت ہیں۔ خدا ساتھ خیریت کے خاتمہ کرے۔ متھرا کے پیڑے جو کھٹیہر سے بھیجے تھے۔ سر بہ مہر پہنچے۔ انتیس دانے نکلے بہت

Marfat.com

مزے کے تھے۔ خدا جزائے خیر دے اور دونوں سفید تھان کہ ایک "لک" اور
دوسرا "تنک" ہے پہنچے دونوں خوب ہیں۔ اب فقیر کم قیمت کا لباس استعمال
کرتا ہے۔ چونکہ تم نے بہت سماجت کی ہے۔ اس لیے تمہاری خاطر سے پہنونگا
ورنہ عدم قبول کی صورت میں تمہیں تکلیف ہو گی۔ میری بیوی کو سیر اور نیم سیر بھیجنے
کے لیے جو لکھا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں۔ تمہارے گھر میں سب خیریت ہے۔

'والسلام'

Marfat.com

(۳۷)

بنام محمد اسحاق خاں

تہاری مستورہ کے دل پر جو توجہ کا اثر ہوا تھا۔ اور جو تم نے شروع میں لکھا تھا۔ وہ معلوم ہوا۔ اس کے بعد توجہ دینے کا اتفاق نہیں ہوا کیونکہ فقیر میں نسیان بہت زیادہ ہے۔ اور کوئی یاد نہیں دلاتا۔ بہرحال ہم نے اس عفیفہ کی خاک میں پاک تخم بو دیے ہیں۔ وقت آنے پر سرسبز ہو جائیں گے۔ اس برخوردار کو چاہیے کہ ظاہر میں شریعت کی پابندی اور باطن میں ذکر طریقہ میں مشغول رہے۔ کیونکہ دونوں جہاں کی فلاح کا انحصار اسی کام پر ہے۔ اور آپ کو چاہیے کہ ظاہر میں شریعت کی پابندی اور باطن میں ذکر طریقہ میں مشغول رہیں۔ کیونکہ دونوں جہاں کی فلاح کا انحصار اسی کام پر ہے اور یہ بھی چاہیئے کہ ذکر قلبی کے پابند رہیں۔ اور شریعت کا التزام کریں مشائخ کی محبت اور شغلِ باطن کو واجب جانیں۔ نااہل لوگ اور نامناسب کاموں سے احتراز لازمی سمجھیں اور علما و اہل دین و اہلِ شرع کی خدمت کو غنیمت سمجھیں اور تم نے اپنی اہلیہ کے ساتھ شاہجہاں آباد آنے کے بارے میں جو لکھا ہے۔ اگر امن ہو تو مبارک ہے۔ تمہارے پہنچنے پر فقیر انشاء اللہ تعالیٰ نماز کے بعد ایک دو گھڑی دن چڑھے تک حلقہ سے پہلے یا اس کے بعد تمہاری مستورہ کو توجہ دیگا انہیں چاہیئے کہ ہر روز نماز کے بعد اپنا چہرہ اس طرف کر کے اور فیضِ باطن کی منتظر اور متوقع ہو کر بیٹھیں۔ اس عفیفہ کی محبت نے جو ہمارے بیٹے کی طرح ہے ہمارے دل میں تاثیر پیدا کر دی ہے۔ وہ بہت استعداد رکھتی ہے۔ اور

Marfat.com

جب توجہ ہوگی تو ترقی معلوم ہو جائے گی۔ خدا جہاں کہیں رکھے خوش و خرم اور محفوظ رکھے تمہاری محبت ہم پر ثابت ہے۔ مولوی غلام یحییٰ کی وفات کے داغ کا کوئی مرہم نہیں۔

والسّلام

(۱)
(۱۱۸۶ھ)

Marfat.com

(۳۸)

بنام صاحبزادہ مرید حسین

فقیر نے خواب میں معلوم کیا ہے کہ تمہاری والدہ باطن میں ناخوش ہیں۔ والدہ کی ناراضگی آخرت اور دنیا میں نقصان کا سبب ہے۔ یہ بات خود والدہ مشفقہ سے دریافت کرو۔ اگر یہ حقیقت ہے تو اس کا کفارہ ادا کرو۔ اور تلافی کرو۔ خدا تمہارے کاموں میں خیر و برکت دے۔ دعا سے غافل نہیں ہوں۔ لیکن ملاقات ہونا قسمت پر موقوف ہے۔ اخیر عمر ہے۔ اگر زندگی میں میسّر نہیں ہوئی تو بشرط سلامتِ ایمان انشاء اللہ تعالیٰ بہشت میں خاطر خواہ ملاقاتیں ہوں گی خاتمہ بالخیر کی دعا میں یاد رکھیں۔ بے سر و سامانی کے باوجود موسم برسات میں مفقود الخبر فرزند کی تلاش میں نکلنے سے سوائے تکلیف کے کوئی فائدہ نہیں رحمت الٰہی کی امید میں منتظر رہنا چاہیے اگر اس کی عمر باقی ہے تو جلد یا بدیر آجائے گا۔ والسلام

Marfat.com

(۳۹)

بنام نواب عبداللہ خاں شاہجہانپوری[1]

خدا ہمارے صاحب کو دنیا کے مکروہات سے محفوظ اور کونین کے مرغوبات سے محظوظ رکھے آپ کے اخلاق کریمہ نے فقیر پر جادو کر دیا ہے۔

کردی نگہے سویم حیراں تو گردیدم
اے کاش نمیدیدی اے کاش نمیدیدم

(تو نے ایک نگاہ میری طرف کی اور میں تیرا حیران بن گیا۔ اے کاش تو مجھے نہ دیکھتا اور کاش میں تجھے نہ دیکھتا)

مشکل یہ ہے کہ ہم دونوں کے سفر کرنے میں بہت سے موانع ہیں۔ اُس طرف شغل ملک داری ہے اور اس طرف کمزوری اور ناتوانی کا غلبہ۔ خدا ہم دو دلوں کی فریاد سن لے تاکہ ملاقات میسر ہو۔ خط و کتابت آدھی ملاقات کے برابر ہوتی ہے۔ اگر یہ رسم جاری رہے تو غنیمت ہے خدا آپ کو طویل عمر اور زندگی کا عیش و آرام عطا کرے۔

والسّلام

Marfat.com

(۴۰)

بنام نواب فیض اللہ خاں

جذب قسمت اور احباب کی کشش کی وجہ سے فقیر سنبھل پہنچا ہے۔ امروہہ اور مراد آباد بھی دیکھا تاکہ مستقل قیام کے لیے جگہ کا انتخاب کیا جائے[1] اور متعلقان کو بلانے کا خیال کیا۔ کیونکہ دہلی میں روز روز کی پریشانیوں سے تنگ آ گیا ہوں دہلی سے شاہجہانپور دور ہے۔ اس لیے یہاں آ گیا۔ سنبھل، مراد آباد اور امروہہ تینوں شہر کے لوگوں نے سماجت کی کہ ہیں ان کے شہر میں ٹھہروں لیکن نواب ارشاد خاں کے حقوق اور کشش نے نہ چھوڑا کہ دوسری جگہ کا ارادہ کرتا۔ اس شہر میں طالبان طریقہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ اقامت کا ارادہ کر لیا تھا۔ متعلقان کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ انہوں نے معقول عذر لکھے مجبوراً دہلی جانا پڑا۔

مے باقی ماہتاب باقی

مارا بہ تو صد حساب باقی

مصیبت دور ہونے کا وقت قریب ہے۔ دعائے حزب البحر آپ کے پاس ہو گی اجازت ہے کہ مشکلات سے نجات پانے کے لیے اسے پڑھیں۔ اور اس کے پڑھنے کا طریقہ میر سلمان صاحب سے سند کر لیں۔ اگر وہاں یہ دعا نہ ہو تو تحریر کریں تاکہ اسے لکھ کر بھیج دوں۔ اور پڑھنے کا طریقہ بھی ارسال کروں۔ محمد قلی سلیم کا ایک شعر یاد آیا۔ جو مناسب حال ہے۔

منصوبۂ وصال میسر نہ شد دریغ　　شطرنج عشق بازی ما غائبانہ

(۱) ۱۱۸۳ھ

Marfat.com

(۴۱)

بنام نواب ارشاد علی خاں سنبھلی

الحمد للہ علیٰ نوالہ او سبحانہ و تعالیٰ۔ (اللہ کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر اور پاک و بزرگ ہے اُس کی ذات) کہ اس نے تم کو مصیبت سے بچالیا۔ تم نے موجودہ بادشاہ سے جو توسل کیا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہے۔ ان دنیا داروں کا مفصل حال ہم کو رباطنوں کو کیسے معلوم ہو۔ اور اگر معلوم ہو تو اس کا لکھنا موجبِ فساد ہے۔ اتنا بھی کبھی تمہاری خاطر لکھ دیتا ہوں۔ میاں عظیم الدین اس سے زیادہ خوبیوں کے مالک ہیں جتنا آپ نے لکھا ہے۔ رسم طریقہ سے قطع نظر فقیر نے اسے دیکھ بھال کر دوست بنایا ہے۔ وہ ہر میدان کا بہادر ہے خواہ دنیاوی معاملہ ہو یا دینی۔ خدا اس کو زندہ رکھے۔ اور اُسے اس کے مقصد تک پہنچاوے۔ ہم اس علاقے میں طریقہ کی ترویج کے لیے آ رہے ہیں۔ اس ویران شہر میں طریقہ کے طالب نہیں رہے۔ اور وہاں بہت ہیں۔ اور پھر یہ کہ وہاں تم مہماندار اور غمگسار ہو۔ اگر تم وہاں نہ ہوئے تو مجھے وحشت ہو گی۔ ہر چند تمہارے رفیق اور لڑکے خدمت کرتے ہیں۔ لیکن تم ایسے بے نظیر ہو کہ تمہارا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اس شہر میں فتوح عنقا کی طرح نایاب ہے اور قرض کیمیا کی طرح ناپید۔ بہر حال وقت کے تقاضے کے مطابق جو کچھ کرنا ہو جلد کرنا چاہیے یا جلد اطلاع دینی چاہیے۔ تاکہ سیر و سفر کی خلش دل سے دور کر دی جائے۔ اور حضرت مولوی ثناء اللہ صاحب کی دلجوئی ضروری سمجھنا۔ وہ فقیر کی یادگار ہیں۔ والسلام

Marfat.com

(۴۲)

بنام ظفر علی خاں

میری جان سلامت رہو۔ اس مدّت مفارقت میں تمہارے دو خط ملے اور حرزِ جان ہوئے۔ اس کمزور جسم میں تازہ روح آگئی۔ بہرحال فقیر کے ساتھ بدمعاملگی اور ان تمام حقوق اور تعلقات کے پیشِ نظر اوضاع میں تبدیلیوں کے باوجود جن کا بیان بہت طویل ہے۔ فقیر کے مناسب حال وفائمعاف کرتا اور دعا دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دیکھیے انتظار ہمارے ساتھ کیا کرتا ہے۔ تم کو خدا کے سپرد کر دیا ہے۔ تم ہمیں خدا کو سونپ دو نجیب آباد کے سفر، سنبھل کے دوستوں، بھائی بندوں، اعمام، والدین، صاحبان انصاری اور حضرت مولوی صاحب اور ان کے اسبابِ معیشت کے بارے میں لکھو۔ ہر صبح نماز کے بعد فقیر کی طرف توجہ کر کے بیٹھا کرو۔ میں بلا ناغہ توجہ دیتا ہوں۔ کسی اور سے توجہ نہ لینا۔ والدین کی اطاعت کو فرض سمجھو۔ بزرگوں سے اپنے تعلقات اور اپنی معیشت کے حالات لکھو۔ اگر دل صاف ہو تو شوقِ ملاقات چھپا نہیں رہتا۔ تمہارے دین اور دنیا کا خدا حافظ ہے۔ خدا زیادہ عمر اور زندگی کا لطف دے۔

والسّلام

Marfat.com

(۴۳)

بنام شاہ ابوالفتح (۱)

مردہ سلام کا جواب دیتا ہے

مخدوما فقیر کو مُردے سے زیادہ تصور نہیں کرنا چاہیے۔ اور سلام کرنے میں مردہ سبقت نہیں کر سکتا۔ لیکن حدیث صحیح ہے کہ سلام کا جواب دے سکتا ہے۔ آپ سنیں یا نہ سنیں۔ اب جبکہ آپ نے رسم مراسلات کو تازہ کیا ہے فقیر بھی خود کو رسمِ دوستی میں قاصر نہیں رکھے گا۔ اور صحبت کے حقوق فرو گذاشت نہیں کرے گا۔ دبستانِ تحقیق کے اس بے سواد میں کتاب کی تصنیف کی استعداد نہیں ہے۔ دوستوں نے بعض شریعت اور طریقت کے مسائل پوچھے تھے ان کے جواب مکاتیب کے طور پر لکھے ہیں۔ عزیزوں نے ان کو فراہم کیا ہے ان کے بعض اجزا علیحدہ سے بھیجے جا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ قبول ہوں۔ اور سرزعلی خاں جو فقیر کے بھائی اور بیٹے کی طرح ہے۔ اچھے خاندان سے اور اوصافِ حمیدہ کا مالک ہے (اُس) نے کسی کام سے پیلی بھیت کا قصد کیا ہے۔ اس شہر کے لوگوں سے اس کی جان پہچان نہیں ہے۔ اگر میرے خط کے وسیلہ سے آپ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ ان پر مہربانی کریں۔ اور جو عنایت اور کرم اس پر ہوگا وہ بعینہٖ میرے حال پر ہوگا۔ ملاقات بہت سے وجوہ سے مشکل نظر آتی ہے خدا آسان کر دے۔ وَ لِلّٰہِ الطاف خفیہ (اللہ کے بہت سے الطاف چھپے ہوئے بھی ہوتے ہیں) مجلس شریف سے فیض اٹھانے والے سلام قبول فرمائیں۔ والسلام

Marfat.com

(۴۴)

بنام شاہ ابوالفتح

خط لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ظفر علی خاں سلمہ ربہ۔ نواب اعتضاد الدولہ ارشاد خاں بہادر کے صاحبزادے اور نواب امین الدولہ کے پوتے ہیں۔ اور حضرت شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں ان کے ظاہری اور باطنی تعلیم و تربیت اس فقیر نے کی ہے۔ اور اس کے نسخۂ سراپا کو صورۃً اور معنیً ٹھیک کیا ہے بسولی میں دوند[۲] خاں کی لڑکی کی شادی میں حافظ رحمت[۳] خاں صاحب نے ان کو اپنے ساتھ رکھنے اور روزگار دینے کا وعدہ کیا تھا [اس لیے] انہوں نے [ظفر علی خاں] پیلی بھیت کا مقصد کیا ہے اس لیے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ اُس قدیم دوستی اور التفات (جو آپ مجھ پر کرتے ہیں) کے حق سے جو شفقت آپ کر سکتے ہوں اس جگر گوشہ پر کیجئے جو مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اور اگر ان کے حق میں کوئی کلمۂ خیر کہنے کی ضرورت ہو تو اپنی خودداری کو پیش نظر نہ رکھیے اور اس طرح سے فرمایئے کہ سننے والا متاثر ہو جائے۔ ورنہ کچھ نہ کہیے۔ کیونکہ سرسری سفارش سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا پھر صرف ان کی عنایت کافی ہے۔ پیلی بھیت آنے کا تو میں نے کبھی خیال بھی نہیں کیا۔ لیکن اب اس نورِ چشم کی وجہ سے [وہاں آنے کا] احتمال زیادہ ہے۔

والسلام

Marfat.com

(۴۵)

بنام چودھری تہور خاں

تمہارے حال پر ہمارا اشتیاق اور ہماری شفقت ویسی ہے جیسی کہ تھی خاطر جمع رکھو۔ میر اسد اللہ صاحب جو ہمارے اور تمہارے پیرزادے ہیں بیوی بچوں سمیت بغیر کسی معاش کے اس شہر میں ہیں۔ اپنی استطاعت اور توفیق کے مطابق ان کی خدمت غنیمت سمجھو۔ خدا تم کو دشمنوں پر منصور اور دوستوں میں مسرور رکھے۔ تمہاری نیاز پہنچی۔ اور وقت پر پہنچی۔ خدا قبول کرے آباد رہو۔ خط لکھنے سے جو نصف ملاقات کے برابر ہے دریغ نہیں کرنا چاہیے جہاں کہیں بھی رہو خدا کو یاد رکھو کمزوری بہت ہو گئی ہے۔ خدا خاتمہ بالخیر کرے۔

نیاز قبول

والسلام

Marfat.com

(۴۶)

بنام مولوی قطب شاہجہانپوری[1]

خدا کا شکر ہے اور قوی امید ہے کہ خدا نے ہمارے تمام دوستوں اور اس شہر کے لوگوں کو مصیبت سے محفوظ رکھا ہے سورۂ لایلاف کی تلاوت صبح اور شام کیا کریں۔ اس علاقہ پر مرہٹوں کے قبضے، قوم روہیلہ کا فرار۔ اور قصبات و دیہات کے تخت و تاراج ہونیکے متعلق کیا لکھوں[2] اس کی تفصیل عزیزوں کے خطوط سے معلوم ہوگی۔ خدا کا شکر ہے کہ خانصاحب کے متعلقین اس مصیبت سے نجات پاکر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ انشاء اللہ اپنے وطن اور آپ کی خدمت میں بھی پہنچیں گے۔ آپ کا التفات نامہ آیا۔ ممنوں ہوں۔ وہاں کے لوگوں کی خبر سن کر اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو سلامت رکھے۔ اور اس علاقے کے سرداروں کو نیک توفیق دے کہ نیک دل سے اپنی منزل پائیں۔ مولوی غلام یحییٰ کی خبر جانکاہ نے سینہ میں آگ سے لگادی اور زہرہ آب کردیا ہے۔ اِنا لِلّٰہ وانا اِلیہ رَاجِعُون (تسلی کا سامان یہ ہے کہ کل ہمیں بھی جانا ہے)

والسّلام

(۳)
(۱۱۸۶ھ)

Marfat.com

(۴۷)

بنام میر حفیظ اللہ خاں

قیدِ فرنگ

صاحبِ من۔ برخوردار عزیز اللہ اپنی والدہ کے ساتھ قید فرنگ میں ہے۔ اس ملاقات کا آرزومند ہے اور عبید خاں کسی کی بات نہیں سنتا فقیر اور اس کے درمیان کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ مدت ہوئی کہ اپنی جائداد کی طرف چلا گیا۔ یہاں اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔ فقیر کوئی تدبیر کرنے اور اس کی والدہ کو یہاں بلانے سے معذور ہے۔ شاید دعا سے یہ شکل ہو جائے۔ اور دعا سے دریغ نہیں کروں گا۔ اور وہ مستورہ ایسی مصیبت میں مبتلا ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ اگر اپنے اختیار میں ہوتا تو اُسے خود لاتا تاکہ تم تک پہنچا دیتا۔

والسلام

Marfat.com

(۴۸)

بنام میر اجنبی (۱)

معلوم ہے کہ بھائی اپنے ہاتھ سے خط نہیں لکھتے۔ جو لکھنا ہے اُس سے کہہ دیں کہ یہ گھسا پٹا لقب (حقائق و معارف آگاہ) چھوڑ دے۔ کیونکہ ہمارے اور آپ کے تعلقات میں ان الفاظ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کا سلیقۂ تحریر معلوم ہے۔ بے مزہ تکلف کو دخل نہ دیں۔ اس کے بعد اس طرح لکھیں کہ میر اجنبی کی طرف سے مرزا جانجاناں مطالعہ کریں۔ اس کے بعد مطلب لکھیں۔ باعث تحریر یہ ہے کہ میر بھجو صاحب خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندوں میں اور فقیر کے پیرزادے اور قریبی عزیز بھی ہیں اور میرے لیے فرزند کی جگہ ہیں۔ ہمیشہ خاطر جمعی کے ساتھ رہے ہیں۔ اب زمانے کی گردش سے پورب کا قصد کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں پہنچیں گے۔ ان کے آنے کو غنیمت جان کر ان کے روزگار اور معاش کی تلاش میں مقدور بھر توجہ کیجیے۔

والسلام

Marfat.com

(۴۹)

بنام مولوی محمد سعید قاضی پیلی بھیت

نعتِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

یارانِ طریقہ کو خدا اپنی یاد میں مشغول اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں مستغرق رکھے۔ حامل رقعہ محمد شاہ یارانِ طریقہ میں سے ہیں۔ انہوں نے کسبِ کمال کیا ہے۔ اگرچہ بظاہر علم و فضل سے خالی ہیں۔ لیکن ان کا باطن طریقہ کے نور سے معمور ہے۔ بیوی بچّوں کے باوجود معیشت کا کوئی ذریعہ نہیں رکھتے۔ چاہتے ہیں کہ اُس حدود میں سکونت اختیار کرلیں اگر آپ کی کوششوں کی وجہ سے اس مملکت کے دنیاداروں کی سرکار سے تھوڑی سے معاش کا کوئی ذریعہ ہو جائے کہ جس میں علائق کے ساتھ اپنی زندگی گذار سکیں [تو] یہ اجر عظیم کا سبب ہے اور فقیروں کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ حضرت مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد نقشبندی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند صاحبزادۂ عالیقدر۔ میاں مرید حسین صاحب کی خدمت اور ان کے وظیفہ معاش کے لیے کوشش بزرگوں کی خوشنودی کا موجب ہے۔ کیونکہ بہت زیادہ علائق کے باوجود علاقۂ روزگار اور وجہ معیشت نہیں رکھتے اور متعلقین کے ساتھ کسی تقریب سے شاہجہانپور میں ہیں۔ فقیر کے پہنچنے تک یارانِ طریقہ جو پیلی بھیت میں ہیں۔ مولوی عبدالرزاق سے رجوع کریں۔ کیونکہ ظاہر اور باطن میں وہ لیاقت ارشاد و تعلیم طریقہ رکھتے ہیں۔ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور دوسرے عزیز کہ جنہوں نے فقیر سے استفادہ کیا ہے۔ اور اجازت حاصل کرلی ہے ان کی صحبت بھی فائدے سے خالی نہیں ہے۔ لیکن بزرگی کے لیے بہت سے

بزرگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ

Marfat.com

مصالح درکار ہیں۔ اگر فقیر کسی شخص کے حق میں سفارش لکھے تو اپنی طاقت کے مطابق اس کام میں کوشش کریں۔ کیونکہ آپ کے لیے فائدہ ہوگا۔ جہاں تک موثر ہونے کا تعلق ہے یہ تو قسمت کی بات ہے۔

والسلام

Marfat.com

(۵۰)

بنام ملّا محمد یار

شریعت اور طریقت کی ترویج کے کام کے علاوہ زندگی سے کچھ اور مقصود نہیں ہے۔ اور برادران طریقہ اس فقیر کو برادران نسبتی کی طرح عزیز ہیں۔ حق تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اتباع سنت میں استقامت دے۔ باعثِ تحریر یہ ہے کہ کافران سکھ (خدا انہیں ذلیل کرے) کے ظلم وستم سے سرہند کا متبرک شہر ویران ہو گیا ہے۔ اور بزرگوں کے مزارات شہید ہو گئے ہیں اور صاحبزادے شہر شہر آوارہ پھر رہے ہیں۔ ایک جماعت نے اس طرف کا قصد کیا ہے۔ خاص طور پر حضرت میر اسد اللہ صاحب کہ جو فقیر سے بہت خصوصیت رکھتے ہیں تشریف لا رہے ہیں اگرچہ اس شہر اور اہل شہر کا حال مخفی نہیں ہے۔ لیکن اس ضرورت سے لکھ رہا ہوں کہ اہلِ طریقہ کو ہاتھ اور زبان کے مقدور کے مطابق کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے۔ خاص طور پر ایسے وقت میں جب کہ ان بزرگوں کو غارتگری اور جلاوطنی کا صدمہ پہنچا ہے۔ والسلام

Marfat.com

۵۱

بنام مولوی عبدالرزاق

میاں محمد اکبر یارانِ طریقہ میں سے ہیں۔ وہ کسی وجہ سے وہاں پہنچے ہیں۔ ان کا نصف دائرہ امکان پورا ہو چکا ہے اگر آپ سے توجہ کی درخواست کریں تو ضرور دیجیے اور دنیاوی کاموں میں بھی ان کے لیے کوشش کریں۔ اور جہاں تک بھی مقدور ہو۔ کلمتہ الخیر سے دریغ نہ کریں اور فقیر کے لیے خاتمہ بالخیر کی دعا کو لازمی سمجھیں۔ کہ موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ عمر اسّی سے تجاوز کر گئی ہے۔ ملاقات کی توقع نہیں کہ مجھ میں طاقتِ سیر و سفر نہیں اور آپ کو فرصت نہیں۔

والسلام

Marfat.com

(۵۲)

بنام مولوی احسن خاں بریلوی

فقیر امروہہ اور مراد آباد کی سیر سے فارغ ہو چکا ہے۔ اور اب شاہجہانپور جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد پہنچے گا۔ روانہ ہونے سے پہلے دو تین مقام بریلی میں اور پانچ چھ مقام شاہجہانپور میں ہوں گے۔ اس کے بعد فقیر سنبھل واپس چلا جائے گا اور پھر دہلی کے لیے روانہ ہو جائے گا۔ بڑھاپے کی کمزوری کے باوجود اس مشکل سفر کو آخرت کی نیک اغراض کے لیے پسند کیا ہے جسے خدا جانتا ہے مجھے بھی دوستوں سے ملنے کا اتنا ہی شوق ہے جتنا کہ انہیں۔ ملاقات کی خواہش رکھنے والے دوستوں میں جو بھی بریلی میں ہو اُسے میری آمد کی اطلاع دے دیجیے کیونکہ میں وہاں کے رہنے والے دوستوں سے واقف نہیں۔ اس لیے انہیں اطلاع دینا میرے بس میں نہیں ایسا نہ ہو کہ ملاقات میسر نہ ہو۔

سفر میں نیک اغراض

والسلام

Marfat.com

(۵۳)

بنام مولوی محمد کلیم بنگالی (۱)

اس علاقہ کے لوگوں کی حالت خراب ہے۔ خدا امت محمدیہ پر رحم کرے اس کے آقا پر درود اور سلام۔ خط لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت میر مسلمان صاحب نے بارک اللہ فی برکاتہم (اللہ ان کی برکات میں برکت دے) ناتوانی اور بے سامانی کے باوجود محض اپنی ہمت قوی کی تحریک پر فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ حج کا ارادہ کیا ہے اگر وہ اس علاقہ سے گذریں اور آپ کو اس کی اطلاع ملے تو اس سراپا برکات ذات کی ملاقات ضرور حاصل کریں۔ اور کسی بھی وجہ سے خود کو ان کی خدمت سے معذور نہ رکھیں۔ کیونکہ ان کی ذات شریف میں کمالات ظاہری اور باطنی جمع ہیں۔ انہوں نے فقیر کے پیر و مرشد سید السادات سے مقامات حاصل کیے ہیں۔ اور سلوک کی تکمیل جناب شیخ الشیوخ یعنی میرے مرشد سے کی ہے۔ اس مضمون کی اطلاع نواب صاحب یعنی قاسم علی خاں صلمہم اللہ تعالیٰ الی غایۃ ما یتمناہ (اللہ ان کی تمناؤں کو پورا کرے) کر دے دیجیے بلکہ فقیر کا یہ خط انہیں پڑھوا دیجیے کیونکہ ایسے وقت میں انہیں خط لکھنا مناسب نہیں۔ والسلام

Marfat.com

(۵۴)

بنام میر پیر علی

تم نے اپنے روزگار کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ٹھیک ہے۔ لیکن فقیر میں چلنے پھرنے کی طاقت اور سیر و سیاحت کا بالکل دماغ نہیں۔ میں ان مریدوں کی تعلیم و تربیت کے لیئے یہاں (سنبھل) آیا ہوں۔ جو ہر طرف سے آکر جمع ہوئے ہیں۔ دو ماہ بعد دہلی چلا جاونگا۔ کیونکہ عزیز و اقارب وہیں ہیں۔ اور ہر طرف سے فتنہ و فساد دہلی کا قصد کر رہا[1] ہے۔ بایں ہمہ اس علاقے (سنبھل) کے دنیا دار فقیر سے شناسائی نہیں رکھتے تو عقیدت کا کیا سوال ہے۔ تمہیں یاد نہیں ہے کہ جس دن ہماری ملاقات ہوئی تھی میں نے یہ قصہ تمہیں سنایا تھا۔ کہ خانساماں وبخشی یعنی فتح خاں[2] اور سردار خاں[3] کو میں نے تمام عمر نہیں دیکھا۔ دوندے خاں مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے منع کر دیا۔ حافظ رحمت خاں مجھ سے ملنے آئے تھے مجھے ان کی صحبت پسند نہیں آئی۔ اور علی محمد[4] خاں کے لڑکوں کو میں نہیں جانتا۔ تو پھر کیسا تعلق اور کیسی سفارش۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس شہر میں بے گانہ۔ بے روزگار اور اہل و عیال کے ساتھ ہو۔ حقوق آشنائی سے قطع نظر تم ایسے لوگوں کے لیے کوشش کرنا عبادت ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے جو میں نے لکھی ہے۔ اور سنبھل کے لوگ تو خود ہی مجبور اور لاچار ہیں۔ ورنہ یہ گھر تو تمہارا ہی گھر تھا۔

والسلام

Marfat.com

(۵۵)

بنام میر محمد مبین خاں[۱]

کیا لکھوں کہ میر مسلمان صاحب کی وفات کی خبر جانگداز سے دل پر کیا گذری ؎

یار رفت و ما چو نقشِ پا بخاک افتادہ ایم
سایہ میگردید کاش ایں نارسا افتادگی

خدا کا شکر ہے ہم بھی برسرِ راہ ہیں۔ اس سے پہلے ہی میر مکھو اور میر محمد معین خاں[۲] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے مغلانی بیگم مغفورہ مرحومہ کے انتقال کی خبر نے دل کو داغ اور جان کو بے دماغ کر دیا تھا۔ بیگم جان صاحب کو جو صدمہ پہنچا ہے اُس کے خوف سے زہرہ آب ہوتا ہے۔ بہرحال سب مصیبتیں گذر جاتی ہیں۔ اور ہم بھی گذر جائیں گے۔ جو سانس بھی خدا کی یاد میں گذر جائے غنیمت ہے۔ سردار خاں بخشی کی طرف سے خانقاہ کے صوفیوں کے خرچ کے لیے جو کچھ ملتا تھا اور چند روز ہوئے بند ہو گیا تھا۔ اُس کے بحالی کی خبر سن کر مسرت ہوئی۔ کیونکہ اس آخر زمانے میں توکل بے جمعیتی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور صوفیوں کا راس المال تو یہی جمعیت ہے۔ یارانِ زمانہ کی ناسازی اور بے وفائی محل شکایت نہیں ہے بے فکری کی اصل قطع امید ہے۔ دوستوں کے عدم اور وجود کو ایک سمجھنا چاہیے احباب کی خدمت میں جو کوشش ہوتی ہے۔ اس کا بدلہ خدا سے مانگنا چاہیے۔

میر مسلمان صاحب کا کس عارضہ میں انتقال ہوا۔ اور کہاں مدفون ہیں۔ پوری کیفیت لکھو۔ چند سانسیں جو باقی ہیں انہیں خدا اپنی رضا میں گزروا دے۔ اور جو لوگ باقی

Marfat.com

رہ گئے ہیں ان کی رحلت کا داغ دل کو نہ پہنچائے۔ فتوحات باطنی روز افزوں ہیں
اس علاقہ میں بھی صبح شام تقریباً سو آدمیوں کو توجہ دی جاتی ہے۔ تمہارے لیے بلکہ
سب کے لیے خدا کافی ہے۔ رزق اور فتوح ملک کی آبادی پر موقوف نہیں ہیں۔
خاطر جمع رکھو۔ خدا کارساز ہے۔ اس علاقہ میں خیر نہیں۔ لطیفۂ غیبی کے منتظر
رہو۔ خدا تم کو معزز اور غنی رکھے گا۔ اگر کوئی سفر درپیش ہو جائے تو استخارہ مسنونہ
کے بعد وقت اور زمانے کے تقاضے کے مطابق جس طرف بھی میسر ہو چلا جانا
چاہیے اور چاہیے کہ ہم دونوں دعائے خیر میں ایک دوسرے سے غافل نہ رہیں
پیر محمد چند روز ہوئے یہاں آیا تھا۔ حلقہ میں حاضر رہنے کی پابندی کی۔ اس پر
فیض کا فتح باب اچھی طرح نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ اس سے عاجز ہیں۔
وہ میرے خط لے کر عذر تقصیر کے لیے پہنچتا ہے۔ اسے معاف کر دیجیے۔ کیونکہ
معاف کرنا کریموں کا شیوہ ہے۔ اسے جلدی رخصت کر دیجیے کیونکہ وہ سفر کا
ارادہ رکھتا ہے۔ نواب ارشاد خاں مغفور کا انتقال ہو گیا۔ آدمیت ان کے ساتھ
دفن ہو گئی خدا ان کو بخش دے اور ہماری تنہائی بھی دیکھنے کے قابل ہے ؎

آنچہ ما را جان و دل می سوخت وردِ ہجر بود
آخر از ناسازی طالع بآں ہم ساختیم

Marfat.com

(۵۶)

بنام میر محمد معین

فقیر مع متعلقان بخیر و عافیت ہے۔ اور دوستوں کے لیے دعا میں مشغول ہے۔ لیکن دعا وقت آنے پر قبول ہوتی ہے۔ خدا تمہارا کام خاطر خواہ کر دے کہ تم مدتوں سے تکلیف اٹھا رہے ہو۔ ان مع العسر یسرا (ہر رنج کے بعد راحت ہے) خدا تمہارے کاموں کا انجام بخیر کرے۔ خاطر جمع رکھنا چاہیے۔ مزدوری اتنی ہے کہ لیٹے لیٹے ہی تعلیم دیتا ہوں۔ اگرچہ زندگی کا کوئی لطف باقی نہیں رہا۔ لیکن صوفی کی زندگی غنیمت ہے۔ خود اُس کے اپنے وجود کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی۔ تمہاری بیوی کو خدا نے طغرہ کے قاعدہ سے ولایت کبریٰ تک پہنچا دیا ہے۔ وہ بہت اچھی استعداد رکھتی ہے۔ اور عقیدت و اخلاص کے معاملے میں مردوں کی پیش رو ہے۔ میر مکھو کمالاتِ نبوت کے ابتدائی مقام تک پہنچ گئے ہیں۔ میاں جگن دائرہ امکان ختم کرنے کے قریب ہیں۔ اور میر مبین خود بڑے بزرگ ہیں۔ آج کل صبح شام خوب حلقہ ہو رہا ہے۔ خوش استعداد لوگ آ گئے ہیں۔ خدا انہیں فرصت دے کہ سیر سلوک کو پورا کریں۔ تمہاری جگہ خالی ہے۔ اس آخری عمر میں فیض و برکات اس قدر زیادہ ہیں کہ تحریر میں نہیں آتے الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ علی رسولہ دلالہ (اللہ کا شکر ہے اس کی نعمتوں کا اور درود اُس کے رسول پر) برخوردار دارین، کامیاب نشاتین فرزند ارجمند میر عبدالعلی کے دیکھنے کے اشتیاق کے بارے میں جو کچھ لکھوں کم ہے۔ خدا اس کو دین

Marfat.com

اور دنیا کے اعلیٰ مقاصد پر پہنچائے۔ اس کی فرطِ محبت سے شرمندہ ہوں اس کے اخلاص کے حقوق مجھ سے ادا نہیں ہوتے۔ خدا کرے کہ بادشاہ کے لشکر کے ساتھ شہر میں آئے اور پھر اس کے بعد میں اُسے خود سے جدا نہ کروں۔ دل ہی اُس کی قدر جانتا ہے۔ آدمیت کے جو آداب تم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں کسی کو شریک کرنا بڑا ظلم ہے (یعنی ایسے آداب کسی اور سے ظاہر نہیں ہوتے) اللہ تمہارے نسخۂ وجود کو اور صحیح کرے۔

آج کہ شوال کی دس تاریخ ہے فقیر حضرت خانصاحب (یعنی تمہارے والد جو ہزاروں خوبیوں کے مالک تھے) اور جو اپنی یادگار کے دل پر داغ چھوڑ گئے ہیں) کی تعزیت کے لیے آنولہ میں حاضر ہے۔ تین دن کے توقف کے بعد کل سنبھل واپس چلا جاؤں گا۔ تعزیتی عبارت لکھنا تکلف سے خالی نہیں ہے کیونکہ ہم اور وہ ہم عمری کی وجہ سے اس دنیا میں آنے کے وقت چند ہی قدم تقدیم اور تاخیر کے ہم سفر تھے۔ اب جبکہ اصلی وطن کو واپسی کا وقت آیا ہے چند ہی نفس کے فاصلہ سے ہم قافلہ ہوں گے ؎

امروز گر از رفتۂ حریفاں خبرے نیست
فردا است درین بزم ز ما ہم اثرے نیست

والسلام

Marfat.com

(۵۷)

میر محمد معین خاں کے متعلقان کے نام

آخری عمر ہے اور بڑھاپے کی کمزوری حد سے زیادہ ہے۔ خدا خاتمہ بالخیر کرے۔ ملاقات کی توقع بہت کم ہے۔ لیکن خدا کی قدرت سے قوی امید ہے۔ وہ مجلد کتاب جو مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے اور اس فرزند کا خط اس مہینے میں پہنچا۔ خدا جزائے خیر دے۔ میر محمد مکین خاں صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر میں نے پہلے سن لی تھی۔ خدا تینوں بھائیوں کو بخشے۔ ہمارے دل پر پے در پے داغ یادگار چھوڑ گئے۔ خدا ان کی اولاد کو نیک توفیق دے۔ محمد امین بہت یاد آتا ہے۔ میر علی اصغر کی مستورہ (خدا انہیں بخشے) کے لیے قرآن ختم کرا دیے جائیں گے چاہیے کہ باقی عمر خدا کی یاد میں گذار دے۔ کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ فقیر معہ توابع پوری کمزوری اور ناتوانی کے ساتھ زندہ ہے۔ اور ابھی تک تقریباً سو آدمیوں کو دونوں وقت توجہ دی جاتی ہے۔ اور ہم میں توفیق نہیں مگر اللہ کی دی ہوئی۔

والسلام

Marfat.com

(۵۹)

بنام سید حشمت خاں بہادر شہوار جنگ

خدا آپ کی ضرورتیں بے طلب پوری کردے۔ ع

"میدہد یزداں مرادِ متقی"

جو کچھ فقیر کو نواب مذکور کے بارے میں تم نے لکھا تھا معمولی تعلقات ہونے کی وجہ سے اسے غیر مفید جان کر کوئی قدم نہیں اُٹھایا گیا۔ معاف فرمائیں۔ کیونکہ وہ بزرگ ہماری جنسِ درویشی کا خریدار نہیں ہے۔ اس کا میلان دوسرے طریقہ کی طرف ہے۔ اور اس کا اخلاص دوسرے بزرگوں کے ساتھ ہے اور ان [بزرگوں] کا ایک اشارہ فقیر کے سو دفتروں سے بہتر ہے۔ ان بزرگوں کی آپ سے بھی شناسائی ہے۔ ان لوگوں کی باتوں میں جو آپ تائید کریں۔ اُس کا ثواب جہاد کے برابر ہوگا۔ تقبل اللہ منکم وجزاکم خیر الجزاء (خدا اسے قبول کرے۔ اور تمہیں بہترین جزا دے) والسلام

Marfat.com

(۶۱)

فقیروں کا ادب اور اعانت

بنام نواب انتظام الدولہ

اس دنیا کے امیروں کو اُس جہاں کے بادشاہوں یعنی فقیروں کے سامنے باادب رہنا چاہیے خاص طور پر اس وقت جب امداد و اعانت چاہیں۔ تاکہ فقیروں کا دل ملتفت ہو۔ ایسے اوقات میں بے پروائی کرنا اور مقاصد کی تحریر کو بے ادبی سے پیش کرنا نقصان دہ ہے اگر حُسنِ ظن درمیان ہے تو ادب واجب ہے۔ اور اگر نہیں ہے تو پھر ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور توبہ تلا کرنا کیا ضروری ہے انہیں باتوں کے خوف سے میں نے ملاقات اور خط و کتابت ترک کر رکھی ہے ؎

زخلق گندہ دماغی چگونہ برد ارم
بایں دماغ کہ از بوئے گل زکام کند

قرآن سے فال نکالنا

اور معلوم ہو کہ فقیر کو بشارت یا استخارہ سے کوئی مناسبت نہیں لیکن فال نکالنا امرِ مسنون ہے۔ اگرچہ قرآن شریف سے فال نکالنا حدیث میں نہیں آیا ہے۔ لیکن ممنوع بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی نکالے تو اُس میں کوئی حرج نہیں آپ کے اشعار آبدار نظر سے گذرے۔ درست اور بامزہ ہیں۔ فارسی۔ ہندی سے بہتر ہیں۔ اصلاح کی گنجائش نہیں۔ محمد باقر جو آپ کے قدیم اور مخلص ملازم ہیں۔ بعض عذر ہائے مسموع کی وجہ سے دور اور مہجور ہیں۔ لیکن اس تقصیر اضطراری کے کفارے کے لیے ہمیشہ فقیروں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپکے دوام عمر و دولت کے لیے دعا اور توجہ کی درخواست کرتے ہیں۔ والسلام

Marfat.com

(۶۲)

سیاسی امور کے متعلق

بنام نواب عماد الملک(۱)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے بعض سردار تم سے خوش ہیں اور بعض ناخوش۔ یہ امر معہود کا ظہور ہے۔ ضرورت پڑنے پر ان لوگوں کو اپنی طرف راغب کرکے کام نکال لینا چاہیے۔ حریفوں سے مصالحت کرکے اپنا نقشِ مراد حاصل کرنا چاہیے۔ اور جو باتیں تم نے لکھکر بھیجی ہیں ان کو راز رکھنا چاہیے۔ ورنہ مخالفوں کی طبیعت پر بہت گراں گذریں گی۔ چھچھورپن کی وجہ سے انہیں حسد کے پسینے آجائیں گے اور تدبیر کی بنیادوں میں فرق پیدا ہو جائے گا۔ فقیر نے اپنی وضع اور طبیعت کے خلاف یہ بات مکرّر لکھی ہے۔ کہ اپنی تدبیر کی کارروائی سے مطلع کریں۔ تاکہ مفید اور مضبوط بنیاد رکھی جا سکے۔ تم نے بے محل احتیاط سے کام لے کر اس بات کو چھپایا ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

اسد یار خاں جو آپ کے حواریوں میں سے ہے۔ اگر کسی اضطراری کیفیت کی وجہ سے چند روز کے لیے آپ کی خدمت سے دور ہو گیا۔ اس بنا پر اس کے دیرینہ حقوق فراموش کرنا اور ایک ایسے جرم کی وجہ سے جس کے ہزاروں عذر موجود ہیں۔ بے التفاتی کی سزا سے انتقام لینا کریموں کی شان کے خلاف ہے اور انصاف سے بعید بھی ہے۔ آپ کی دوستی نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے جو اس

Marfat.com

کے بارے میں دو چار حرف لکھے ہیں اگر بنائے دولت اور اساسِ نیک نامی کی تقویت منظور ہے۔ تو اس خط کے جواب کے ساتھ خان مذکور کے نام حسنِ طلب پر مشتمل عنایت نامہ بھیجئے زیادہ یہ ہے کہ توفیقِ مہربانی تمہاری رفیق رہے۔

والسّلام

Marfat.com

(۶۳)

بنام نواب عماد الملک

سید حشمت خاں صاحب کے لڑکے میر مبین خاں صاحب کہ جن کا نسخۂ وجود اصول اور فروع کی صحت تک پہنچ چکا ہے۔ اور جنہوں نے استعداد کے رسالے کو کمال اور اتمام تک انجام دے لیا ہے۔ بشریت کے تقاضے سے کہ جس سے اہل کمال کو اور خاص طور پر بیوی بچے والوں کو مفر نہیں ہے انہوں نے ناتوانی اور بے سروسامانی کے باوجود سفر کیا ہے۔ اور قدیم تعلقات کے پیشِ نظر آپ کے پاس آرہے ہیں۔ یقین ہے کہ عنایات موروثی کے مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور حیثیاتِ شخصی کا لحاظ کر کے ان کے دلِ شکستہ کی تعمیر میں اور اس بات میں کہ انہوں نے کسی طرف التفات نہ کر کے آپ کے آستانۂ عالیہ کا احرام باندھا ہے [ان کے لیے] نہ صرف اکرام و احترام سے بلکہ نعیم اور انعام سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اور یہ باتیں اگرچہ اس قدردانی کی وجہ سے ظاہر ہوں گی جو سرداری کا خاصہ ہے۔ لیکن یہ عمل فقیر کو بھی زر خرید کرے گا۔ اس نوجوان کے والد بزرگوار خان صاحب مشفق و مہربان کے بارے میں لکھنا بیکار ہے۔ ظاہرا اس خاندانِ عالیشان کے مفصل احوال آپ نے نہیں سنے۔ ورنہ بندگی اور خداوندی کے اس قدیم تعلق کے پیشِ نظر یہ تمام لاپرواہی نہ ہوتی۔ اگرچہ آج کل سرکار کے ملازموں کا جو حال ہے وہ بھی معلوم ہے۔

والسّلام

Marfat.com

(۶۴)

بنام نواب عمادالملک

مخدوم زادۂ کمالات دست گاہ میاں احسان اللہ احمدی کو ہم نے رخصت کردیا ہے کہ آدابِ رفاقت کی رعایت سے اربابِ نسبت کی خدمت میں رہنا حصولِ فتوحات اور رفعِ مضرات کا باعث ہے چاہے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ آپ کو چاہیے کہ ہمارے مخصوص لوگوں کے ساتھ امرِ معاش اور زبانی التفات دونوں میں خاص توجہ رکھیں۔ یہ فقیر کی خوشنودی کا باعث ہے اور درویشوں کی رضامندی دین اور دنیا کی ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ بشرطیکہ حسنِ ظن اور صدقِ عقیدت ہو۔ یقین ہے کہ میر مبین خاں پر جو علاقۂ محبت کی وجہ سے اور ہمارے طریقہ کی نسبت کے کمال کے باعث ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ الطافِ خاص ہوا ہوگا۔ معلوم نہیں کہ میرزا محمد علی بیگ کی قدر و قیمت کا آپ کو اندازہ ہے یا نہیں۔ وہ صفاتِ شریف یعنی حیا، وفا، صدق و صفا حُسنِ فراست اور پاکیٔ طینت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ حاکمانِ زماں خوشامد کرکے اچھے عہدے اسے تفویض کرتے ہیں۔ مگر وہ وفائے عہد اور اخلاص و عقیدت کی بنا پر آپ کی ملازمت کا قصد کرکے نکلا ہے۔ یقین ہے کہ حق شناسی اور قدر شناسی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہوگا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اس سیّد بزرگ کا آنا کامیابی کے دروازوں کی کنجی ثابت ہوگا۔ تدبیر میں بھی اور تاثیر میں بھی۔ چونکہ میر مذکور بار بار لٹا ہے۔ اور بڑے نقصان اٹھائے ہیں اس لیے اس میں مطلق

Marfat.com

استعداد نہیں رہی۔ اس کی خبر گیری میں تاخیر کرنا ظلم ہوگا۔

والسّلام

Marfat.com

(۶۵)

اصلاحی سیاست
نواب کو ہدایات

بنام نواب عماد الملک

فقیر نے نیک نیتی کی وجہ سے امرِ معہود میں گفتگو کی تھی۔ اگرچہ وہ میری وضع کے خلاف تھا۔ لیکن اب اُس بات کا پورا کرنا ضروری ہے۔ جانتا ہوں کہ تمام شعور اور فراست کے باوجود آپ کو خود غرض لوگوں کے مشورے قبول کرنے کی عادت پڑ گئی ہے ؎

"بشنوی یا نشنوی من گفتگوے میکنم"

معلوم ہوا ہے کہ آپ کے اقران و امثال یعنی دوسرے سلاطین (قلعہ کے شہزادے وغیرہ) اپنے رشتہ داروں کے ذریعہ امرِ معہود یعنی امرِ خلافت میں آپ سے خط و کتابت کر رہے ہیں۔ اور آپ مصلحت کی وجہ سے ہر ایک کی بات قبول کر لیتے ہیں۔ دنیا داروں میں اس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے آپ ہر شخص کے حق اور عدمِ حق سے غافل نہ ہوں گے۔ اور اس نسخۂ بندگی کو منظور نہیں کیا جا سکتا جسے آپ نے اپنی زندگی کے لیے مناسب سمجھا ہے۔ اور جس کی وجہ سے آقا کی ناقابلِ تسلیم باتوں کو بھی قبول کر لیا ہے۔ کوئی بھی انہیں قبول نہیں کر سکتا ہاں دو آدمی ان باتوں کو تسلیم کریں گے۔ ایک تو وہ ذلیل آدمی جو نفسِ حیوانی کی وجہ سے چند روز کے خور و خواب کو غنیمت سمجھ کر حاکم ہونے کے باوجود محکومیت کا ننگ برداشت کرتا ہے۔ ایسے آدمی سے جو توقع ہے وہ ظاہر ہے۔ کل کی بات ہے اس نے کچھ کمینوں کے بہکانے

Marfat.com

سے پھوٹ ڈالی اور تمام عہد و پیمان توڑ ڈالے۔ اس کے بعد اگر کوئی تدارک عمل میں آئے تو پہلے والی بدنامی ہو گی۔ اگر حیا اور وفا سے تغافل کریں گے تو پھر نجات نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اُس شخص کے لیئے یہ بات قابلِ قبول ہو گی جو علم، دیانت اور عقل و فراست سے موصوف ہو۔ خلقِ خدا پر رحم کرے اور تمہارے جیسے امیر کبیر کی قدر پہچانے۔ اور اپنے ساتھ ملا کر نیک نفسی کے تقاضے سے نفسانی خواہشوں کو چھوڑ کر دنیا اور دنیا والوں کی اصلاح میں کوشش کرنے کو عبادت اور سعادت جانے۔ جو چیز بھی اسے سونپی جائے اسے ان چیزوں کو ذہن میں رکھکر قبول کرے۔ بلا سے یہ حمیتِ بندگی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور یہ خصوصیات آج صرف اس فردِ خاص میں مجتمع ہیں۔ اور فقیر بیگانگی کے باوجود ایک ایک کے حال سے باخبر ہے۔ پس اس بزرگ سے وفائے عہد کی توقع رکھنی چاہیے۔ اور ایسے عزیز کی خدمت کے لیے کمر باندھ لینی چاہیئے۔ والسلام

Marfat.com

(۶۶)

بنام صاحبزادہ غلام عسکری خاں محمدی (۱)

فقیر نواب یعنی عماد الملک کی آرزو سے بہت شرمندہ ہے۔ ارادہ ہے کہ گھر واپس جاتے ہوئے متھرا سے گذروں اور متھرا میں ٹھہر کر اپنے ورود کی خبر پہنچاؤں۔ اور وہ (عماد الملک) متھرا میں آئیں۔ ایک دو روز ملاقات کر کے فقیر کو رخصت کریں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فقیر جاٹ (۲) (سورج مل جاٹ) کے قلعوں میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ فقیر پانی (جمنا) کے کنارے تک نواب کی کوئی خاطر مدارات قبول نہیں کرے گا۔ خواہ وہ راضی ہوں یا نہیں۔ اگر تم سے ہو سکے تو نواب کو ان شرائط پر راضی کر کے اطلاع دو تاکہ ہمارا وہاں جانا بیکار نہ ہو بعض آثار سے ملاقات کی توقع بہت کم ہے۔ خدا تم کو بزرگوں کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ دنیاداری کے شغل اور "بیگانگانِ طریقہ" کی صحبت بہت بڑی مصیبت ہے۔ افسوس ہے کہ تم نے دنیا کے لیے آخرت کو چھوڑ دیا ہے اور دنیا ہاتھ نہیں آتی۔ اگرچہ وجہ معاش پر آخرت کی بنیاد ہے۔ سنا ہے نواب نے اپنے رفیقوں کا غیر حاضری کی وجہ سے قلیل سا وظیفہ بند کر دیا ہے [حالانکہ] ان رفیقوں میں ہر ایک کا وجود ایک الگ فائدہ رکھتا ہے۔ شاہ محمد یاران طریقہ میں سے ہیں۔ وہ بھی ان لوگوں میں آ گئے۔ اگر ہو سکے تو کہنا ان کا بھلا اسی میں ہے کہ یہ طریقہ چھوڑ دیں۔ اس سے نقصان ہوتا ہے۔ اور

Marfat.com

اندیشہ یہ ہے کہ محمد احسان احمدی کا بھی وظیفہ بند ہو جائے گا
قس علیٰ ہذا۔

والسّلام

Marfat.com

مشکل کام حل ہو جائیں گے۔ ہر کام وقت آنے پر پورا ہوتا ہے۔ تاخیر سے مایوس نہ ہوں۔ روپے پیسے اور خزانے کی کمی سے ہراساں نہ ہوں موجودہ قاضی القضاۃ مجید الدین خاں جو علم میں کمال رکھتے ہیں۔ دیانتداری اور انصاف میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ اور فقیر سے اُن کا تعلق برادرانہ رشتہ سے زیادہ ہے۔ اس سے پہلے بھی ان کے بارے میں نواب کو خبر دے چکا ہوں اگر مملکت پر تصرف کے بعد ان کو بحال نہ کیا گیا تو فقیر بھی اس شہر میں نہیں رہے گا۔ کیونکہ قاضی کا وجود آبِ رحمت ہے یہ بات خود غرضی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض خدا کے لیے لکھی ہے اگرچہ زیادہ امکان اسی کا ہے کہ ملک پر قبضہ ہونے کے بعد ہماری اور نواب کی ملاقات نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہم دونوں کے مزاج میں مناسبت نہیں ہے لیکن ان کی کامیابی ہی ہمارا مقصود ہے۔ بشرطیکہ اُن کا وجود خلائق کے لیے فائدہ مند ہو۔ والسّلام۔

Marfat.com

(۶۸)

بنام صاحبزادہ غلام عسکری خاں محمدی

تمہارا خط پہنچا۔ مضامین وحشت آئین سے جو مجھ پر گذرنی تھی گذری۔ چونکہ ہم غرضِ نفسانی نہیں رکھتے۔ اور ہمارا عمل نیک نیتی پر مبنی ہے۔ اس لیے ہم نے صبر کیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ وگرنہ نواب نے جو بے اعتنائی تمہارے ساتھ کی۔ وہ گویا فقیر کے ساتھ کی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ساری دُنیا کو آگ لگا دوں۔ جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ اب کچھ لطف باقی نہیں رہا۔ میں اس جھگڑے سے درگزرا۔ ہمیں دردِ سر کی ہوس نہیں ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اپنے طور کے خلاف کس ارادہ سے اس مقدمہ میں ہم نے گفتگو کی ہے۔ اب اس معاملہ کو ختم کئے بغیر دو تین دن اور ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے۔ اور چار و ناچار مکروہات کو دیکھنا چاہیے۔ شاید دنیا کی اصلاح اس صورت سے ہو جائے۔ اگر نواب کی آزردگی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ تمہارا روزمرہ بھی بند کر دے تو پھر تمہارا اس جگہ رہنا عبادت ہے۔ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (کیونکہ اللہ رزق دینے والا اور قوت والا ہے) حوصلہ کے مطابق کام کرنا چاہیے۔ نادانوں کی معمولی سی بات پر اپنی جگہ سے نہیں جانا چاہیے انشاءاللہ سچائی غالب آئے گی۔ سب بھائیوں کے ساتھ حزب البحر کا وظیفہ پڑھتے رہو۔ مولوی صاحب کے متوسلین فقیر سے احتراز کرتے ہیں۔ اس کی وجہ معلوم نہیں۔ اور انہوں نے برسوں سے ملاقات کرنا بند کر دیا ہے۔ ہمیشہ ان کی طرف سے سلام

Marfat.com

اشتیاق اور ملاقات ہوتی تھی۔ اس روّیہ کا راز میں نہیں سمجھا۔ وہ جھوٹا فقیر
جس دن سے میرے گھر سے دوائے معہود لے گیا ہے۔ اپنی صورت چھپائے
ہوئے ہے۔ اور خدا اس کی شکل نہ دکھلائے۔ اس لیے فلاکت اور افلاس میں
گرفتار ہے۔ والسّلام

Marfat.com

(۶۹)

بنام صاحبزادہ غلام عسکری خاں محمدی

تمہارے خط سے جو احوال نگاہداشت اور تنخواہوں میں تخفیف کے حال پر مشتمل تھا اور دوسری معتبر خبروں سے مطلقاً بے وصولی کا حال معلوم ہوا عجیب بات ہے۔ طاقتور دشمن کا مقابلہ درپیش ہے۔ حصولِ مقصد کے ساتھ جان اور آبرو کی حفاظت بھی منظور ہے۔ ایسے وقت میں روپیہ پیسہ خرچ کیے بغیر نئے رفیقوں سے جانفشانی کی توقع کرنا عقل سے دُور بات ہے۔ اگر خزانے میں روپیہ زیادہ نہ ہو تو مقدور بھر اور ضرورت کے مطابق لوگوں کو روپیہ دینا چاہیے۔ کیونکہ نواب کی رفاقت آخرت کے لیے تو ہے نہیں۔ لوگوں کے فائدے کے خیال سے ہٹ کر اپنے مصائب دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ مخالف اسی لیے لوگوں کے ساتھ رعایت کرتے ہیں۔ منّت اور سماجت کے ساتھ انہیں اپنا دوست بناتے ہیں۔ اور جو عزیز فقیر کے کہنے پر اس فتوح کو چھوڑ کر بے سامانی کے ساتھ سفر کی تکلیفیں اٹھائیں اور جنہیں آدھی روٹی اور تھوڑا سا پانی بھی نہ ملے۔ تو پھر وہ میری تعریفیں تو کرنے سے رہے۔ اگر میرے پاس پیسہ ہوتا۔ تو ان مایوس سرداروں پر خرچ کرتا اور انہیں بھیج دیتا کیونکہ ہر قوم کے سردار ہم سے ربط رکھتے ہیں کیا کروں ؎

'بے زری کرد بمن آنچہ بقاروں زر کرد'

Marfat.com

ارشاد خاں اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ اور نجتاور خاں اپنی بہادری کے ساتھ۔ ایک اور شخص ہے۔ محمد خاں آفریدی جو معمولی کوششوں سے روہیلہ سرداروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور ان کے ہنگاموں کو برہم کر دیتا ہے۔ یہ سب لوگ پے بہ پے فاقے کر رہے ہیں۔ ان میں سفر کی طاقت کہاں ہے۔ جب تک ان کی مدد نہ کی جائے اور روزمرہ کی وصولیابی سے متعلق پکا وعدہ نہ کیا جائے یہ کام مشکل ہے اپنے اقارب کے بارے میں کیا لکھوں۔ کہ انہیں اس گہرے رشتے کے باوجود ان کے [نواب] دولت خانہ سے کوئی فیض نہیں پہنچا (سب) گھر پڑے ہیں۔ اپنی طرف سے ہم نے نواب کو خط نہیں لکھا ورنہ رُوئے سخن نواب کی طرف ہے۔ سعادت خاں کو شاہ ولی خاں زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور سعادت خاں ابھی تک واپس نہیں آئے تاکہ ان کے ناکردہ گناہوں کی معافی کی خوش خبری ملتی۔ والسلام۔

Marfat.com

سیاسی معاملات و حالات سے گہری واقفیت

(۷۰)

بنام صاحبزادہ غلام عسکری خاں محمدی

یہاں نواب[۱] اور جاٹ[۲] کی نجیب[۳] خاں سے صلح کا شور مچا ہوا ہے۔ اور دونوں طرف کے معتبر رازداروں سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی مصلحت کی وجہ سے جاٹ راجہ بہادر سنگھ اور دلیر سنگھ کے توسط سے وہیلوں سے دوستی کرتا ہے۔ اور نواب کا ذکر تو صرف برائے نام ہے۔ کیونکہ اُس نے (نواب نے) خواہ واقعی بے سروسامانی کی وجہ سے اور خواہ کفایت شعاری کی وجہ سے لوگوں کو خود سے جدا کر دیا ہے۔ اور نظروں میں ذلیل ہو گیا ہے۔ بدمعاملگی کی وجہ سے کسی کو نواب پر اعتماد نہیں رہا۔ اور دوسرے یہ کہ لوگ کیوں نواب کی طرف آئیں وہ اپنے اغراض کو مقدم رکھتا ہے۔ آج کل کسی پر اعتماد نہیں ہے کہ عزیزوں کے خلاف کچھ لکھوں۔ اتنا بھی پریشان ہو کر لکھا ہے۔ شہر کے حال سے لیکر محل کی خبروں تک فقیر سے کچھ نہیں چھپا۔ اور جو کچھ حقیقت ہے فقیر تک پہنچ جاتی ہے۔ ہر چند میں نے کئی بار اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نواب جو کچھ کرنا چاہے مجھے بتا دے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ورنہ میں ایسی بنیاد رکھتا کہ لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ مشکل یہ ہے کہ نواب کے تمام مشورہ دینے والے لالچی اور خود غرض ہیں اکثر نیچ قوم سے ہیں۔ اور جو شریفوں میں سے ہیں۔ وہ منافق ہیں۔ اس تمام جھگڑے کی جڑ آقا کی بے اعتمادی ہے۔ کیونکہ نہ تو اس کی نیکی سے یقین کی حد تک امید ہے اور نہ اُس کے شر سے کوئی خوف۔ ہم ظلم کی کہاں فریاد کریں۔ چونکہ تم آشنا اور

Marfat.com

سیاسی حالات

(۷۱)

بنام صاحبزادہ غلام عسکری خاں محمدی

شاہ ابدالی نے پشاور میں قیام کیا ہے اور اپنے بڑے لڑکے تیمور مرزا کو بہت بڑی فوج کے ساتھ ممالک خراسان کے بندوبست کو رخصت کیا ہے۔ پنجاب اور ملتان دونوں ممالک میں آج کل نظم ونسق نہیں ہے (ابدالی) کو ان کی اصلاح کا خیال ہے۔ اور امکان غالب یہ ہے کہ اس کام کو اپنی فوجوں کے ذریعہ کرے۔ اور اگر اس کی ضرورت پڑی کہ وہ خود سفر کرے تو وہ لاہور اور ملتان تک پہنچ جائے گا۔ آخر اس کا ملک ہے۔ وہ ہندوستان آنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس نے جدید فوج فراہم نہیں کی۔ صرف قدیم فوج ساتھ ہے۔ اہلِ دہلی فرار کے عادی ہیں، بے اختیار ہو کر گھبرا جاتے ہیں۔ اور یہاں مزاحمت بہت ہے۔ یہی مناسب ہے کہ یہ فتنہ لاہور سے دہلی کا قصد نہ کرے۔ ہماری اور تمہاری آبرو ایک ہی ہے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ ہم نے اس آیت پر عمل کیا ہے کہ ففروا الی اللہ (اللہ کی طرف بھاگو) فی الحال متعلقین کو بھرت پور لے جانا اچھا ہے۔ لیکن آیندہ کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ آخر میں یہ فتنہ اُس علاقہ میں جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مجھ کو رسواد فقیر کو معتبر معتمدوں سے یہی معلوم ہوا ہے ہم نواب کو خوب جانتے ہیں۔ پھر اس صورت میں شکر و شکایت کیا۔ لوگ اپنی عقل کے مطابق بات سمجھتے ہیں۔ کوئی ہمارے آثار دیکھ کر اندازہ لگاتا ہے کہ ہم نواب سے خوش ہیں۔ اور کوئی بعض علامات سے گمان کرتا ہے کہ ہم ناراض ہیں۔ حقیقت سے دونوں ہی غافل ہیں۔ فقیر تو

Marfat.com

آئینہ کی طرح ہے جب نواب کسی بھی نیت سے اس طرف ملتفت ہوتا ہے اس کا عکس اس آئینہ میں منعکس ہو جاتا ہے۔ اور جب کبھی وہ منہ چھپاتا ہے۔ خواہ کسی ضرورت اور عذر کی وجہ سے کیوں نہ ہو تو پھر اس آئینہ میں کوئی صورت نظر نہیں آتی اور لوگ تو گفتگو میں معذور ہیں۔ آپ اس میزان کو یاد رکھیے۔ انشاء اللہ اس کے بعد ہماری ہر حرکت اسی میزان کے مطابق پائیں گے۔ اگر نواب ہمارا سلیقہ چاہتا ہے اور ہماری سلامتِ عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اچھی اور بُری باتوں میں ہم سے صلاح لیتا ہے۔ تو خلق اللہ کے لیے قوی توجہ اور مفید تدبیر کو ہم کام میں لائیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہاں عقلمندوں اور شریف لوگوں کی بات کا گذر نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ جو ہماری شان کے شایاں نہیں تھا۔ وہ ہم نے نہیں کیا۔ یعنی امور ملکی اور مالی پر توجہ نہیں کی۔ اتنا بھی اعزّہ کی خاطر ہم نے ان کلمات سے اپنی زبان کو آلودہ کیا ہے۔ جس سے شرمندہ ہیں۔ والسّلام

Marfat.com

(۷۲)

بنام صاحبزادہ محمد احسان محمدی

جو کچھ احوال وشہود کے بارے میں تم نے لکھا ہے کہ ہر ذرّہ میں ذات خداوندی کا ظہور معلوم ہوتا ہے۔ اور اسے تم نے توحیدِ متعارف سمجھ لیا یہ غلط ہے۔ جو توحید وحدتِ وجود ماننے والے لوگوں کے سامنے ہے وہ مرتبہ صفات سے بالا نہیں ہے۔ چاہے تم اسے بزعم خود توحیدِ ذات سمجھو اور چاہے کثرت میں ایک ہی وحدت کے ظہور سے انکار کرو چنانچہ ہمارے پیر حضرت مجدّد الف ثانی نے ایک خط میں لکھا تھا کہ صوفی کمالاتِ نبوت سے بہرہ رکھتا ہے۔ تجلّی ذات بغیر صفات کی آمیزش کے مشرف ہوتا ہے۔ اگر اس کو شہودِ توحید میسر ہو تو وہ دوسرا عالم ہے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہ اُس نے ہمارے اور تمہارے ایسے ناکارہ لوگوں کو اس دولت سے مشرف کیا۔ لیکن اس سے بھی اصل چیز اپنی بندگی اور خدا کی معبودیت کا مشہود ہے۔ جو شریعتِ ظاہری کے مطابق ہے اور انبیا علیہم السلام کے مناسب ہے۔ والسّلام

Marfat.com

(۷۲)

بنام صاحبزادہ محمد احسان محمدی

حافظ سرور خاں کو طریقہ میں داخل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ تمہارا ہاتھ فقیر کا ہاتھ ہے۔ اور انہوں نے کسبِ طریقہ اور فقیروں کی صحبت میں رہنے کا ارادہ کیا ہے۔ خدا انہیں میسّر کرے۔ فقیر کا دل بھی اس عزیز کی طرف بہت کھنچتا ہے۔ ظاہرا اچھی قسمت رکھتا ہے۔ اگرچہ تمہاری صحبت کا فیض ہی کافی ہے۔ جو کچھ تم نے اس عزیز کو سرکار احمد خاں کی قید سے آزاد کرانے کے لیے التماس کیا تھا۔ اس سلسلے میں کئی بار دعا اور توجہ کا قصد کیا ہر دفعہ یہ معلوم ہوا کہ جس کی قید میں وہ ہے اس کے حق میں اُس کا محبوس ہونا مقید ہو چکا ہے۔ دعا نہیں کرنی چاہیئے پتا نہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ آخر میں ظاہر ہو جائے گا۔ اس عزیز کو اطمینان دلا دینا چاہیئے ؎

بعد نومیدی بسے امید ہاست ✿ در پسِ ظلمت بسے خورشید ہاست

فقیر کی دعا خانہ آباد پہنچا دیجئے۔ آپ کے اہلِ خانہ کا حال بتانا آپ کو پریشان کرنا ہے۔ اور اعزہ و اقربا کے حالات سے بے خبر رہنا گناہ ہے۔ غلام عسکری خاں کی والدہ وغیرہ فاقہ کشی کی وجہ سے فرخ آباد جانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ خدا حفظ و اماں سے پہنچا دے۔ اور (یہ سفر) راست آئے گا۔ کیونکہ ہر ایک کا رزق اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

والسّلام

دعا سے رکاوٹ

Marfat.com

(۷۴)

اشاعت طریقہ

بنام صاحبزادہ محمد احسان محمدی

توجہ دینا

سعادت

آپ بیوی بچوں کا غم نہ کیجئے خدا رزاق ہے۔ اخذ طریقہ کے لیے روہیلوں کا اتنا ہجوم ہے کہ تمام دن توجہ دینے سے فرصت نہیں ملتی۔ طاقت ختم ہو گئی ہے لیکن میں اسے سعادت سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر عبادت نہیں ہے۔ اس قوم میں عجیب وغریب آثار ظاہر ہوئے ہم نے یہ سفر بالکل ٹھیک کیا۔ فقیر کے پہنچنے کی خبر سن کر یہ لوگ دور دراز علاقوں سے احرام بستہ آتے ہیں۔ یہ لوگ آدمیت عرضی سے کم واقف ہیں۔ اور ان کے علماء کا علم بھی فقہ کی دو کتابوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔

پھر بھی یہ سفر اس علاقے کے لوگوں کے لیے مفید ہوا سنبھل، امروہہ سے لے کر شاہجہاں پور تک تمام منزلوں میں ٹولی ٹولی بنا کر ایک ایک گروہ نے قوم روہیلیہ میں سے اکثر اور ہندوستانی لوگوں میں سے کمتر نے اخذِ طریقہ کیا ہے۔ اور منور و منائم ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت ساتھ آتی ہے اور کسبِ مقامات کے لیے میرے ساتھ دلی جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس علاقہ کے اکثر علما اس طریقہ کی نسبت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لیے جو دہلی جانے کی سکت نہیں رکھتے میں نے اس شہر میں میر مبین خاں کو اپنی جگہ چھوڑ دیا ہے۔ یہ اصلاحی مقامات سے گذر چکے ہیں۔ اور اجازت مطلقہ پا چکے ہیں۔ اور ان کی توجہ بھی بہت مؤثر ہے۔ ان دنوں اتفاقاً اپنے شہر سے مجھ سے ملنے آئے تھے۔ لوگ اس بزرگ زادے کی صحبت

Marfat.com

(۷۵)

بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی

حمد اور صلوٰۃ کے بعد فقیر جانجاناں کی طرف سے جناب فضیلت و ولایت مآب مولوی صاحب سلمہ الرحمٰن مطالعہ کریں۔ خدا (آپ جیسے) شریعت کو رواج دینے والے، طریقت کو منور کرنے والے اور دین اور دیانت کے نور مجسم کو سلامت رکھے کثر اللہ امثالکم ولیس امالکم (اللہ آپ کی مثال کو ہمارے ہاں زیادہ کرے اور آپ کے انجام کو آسان کرے) آپ کا اچھا برا بعینہٖ فقیر کا اچھا برا ہے۔ فقیر کا اعتقاد ہے کہ تمام موجودات میں آپ کا وجود عزیز ترین ہے اور بہت سے انوار و برکات کا مصدر ہے۔ مردوں میں تم سے زیادہ عزیز اور عورتوں میں بہو جیو یعنی تمہاری بیوی سے زیادہ ہمارا کوئی مخلص نہیں ہے۔ فقیری کے اس آخری زمانے میں ہمارا تجرد اتنا بڑھ گیا ہے کہ کسی کی صحبت اچھی نہیں لگتی [تم لوگ] مل گئے ہو۔ جتنی توجہ دیتا ہوں یارانِ حلقہ کے ساتھ بیس اتنی دیر بیٹھتا ہوں۔ اہلِ دنیا سے کوئی توقع نہیں ہے۔ خالی زبانی جمع خرچ کرتے ہیں۔ اور اگر وعدہ پورا کر دیتے ہیں تو گردن پر احسان کا بہت بڑا بوجھ رکھ دیتے ہیں۔ اور لڑتے ہیں۔ میں دیوانہ آدمی ان مکروہات کی تاب نہیں رکھتا۔ دوستِ دلنواز کی خبر جانگداز۔ نے جو دل کو صدمہ پہنچایا ہے وہ کسی کو نصیب نہ ہو۔ اس کی سعادت کی علامت اس سے زیادہ اور کیا ہو گی۔ کہ اس کے امورِ اُخروی تم جیسے صاحبِ کمال نے انجام دیے۔ برخوردار احمد اللہ کی بیماری کی خبر سے سخت تشویش

Marfat.com

ہوئی۔ میری عمر طبعی آخر ہو چکی ہے۔ ورنہ میں خود اپنی زندگی اس برخوردار کو بخش دیتا۔ کیونکہ یہ نسخۂ انسانیت بڑی محنت سے درست ہوا تھا۔ خدا اس کی عمر دراز کرے۔ پیر علی کی قسمت میں دنیا نہیں ہے۔ حالانکہ لاکھ ہاتھ پیر مارتا ہے۔ علی رضا خاں نے فقیر سے طریقہ حاصل کیا ہے۔ اور لطائف خمسہ کا ذکر جاری ہو گیا ہے۔ اور انہوں نے نفی و اثبات شروع کر دیا ہے۔ آپ کی خدمت میں پہنچتے ہیں۔ اور آپ کے حلقہ میں شامل ہوں گے۔ ان کے لطیفۂ قلب پر توجہ ضروری ہے۔ پہلے یہی لطیفہ منظور ہے۔ پریشانیاں اور فتوحاتِ ظاہری کا انسداد تحریر میں نہیں آتا۔ اور شکرِ باطنی بھی نہیں کیا جاتا۔ ع

"ہر چہ بشود یار سلامت ماند"

یارانِ حلقہ مقصد کی طرف متوجہ ہیں اور ترقی کر رہے ہیں۔ اور مخصوصان غائب و حاضر کا حکم فیوض و برکات کے حاصل کرنے میں حکمِ حاضراں رکھتے ہیں۔

'والسّلام'

Marfat.com

(۷۶)

بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی

فقیر تمہارے اندازِ تحریر سے ناراض تھا۔ چونکہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لیے میں نے خود کو زبردستی باز رکھا۔ اور تمہارے حق میں دعائے خیر کی۔ تاکہ خاطر جمع ہو۔ اب جو تم نے معذرت کی ہے۔ دل صاف تر ہو گیا۔ ہم نے معاف کر دیا۔ خاطر جمع رکھو۔ ہمارے آپس کے تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر کوئی نامعقول بات بھی کہی جائے تو حسنِ ظن کی وجہ سے جو اس نسبت کے لیے لازم ہے تسلیم کر لی جائے۔ کجا کہ بحث کی جائے۔ حرفِ معقول کے مقابلے میں ہمیں تمہارے کمالات اور حقوقِ اخلاص منظور رہیں۔ خیر خواہی اور تمہاری تربیت کے خیال سے افسوس کا اظہار کیا تھا۔ خدا اس کا فائدہ پہنچائے۔ لطف النساء کے انتقال کی خبر نے پتا پانی کر دیا اور دل کو کباب بنا دیا۔ خدا اس مرحومہ کو بخشے (ہم نے) برزخ میں توجہ کی خدا کا شکر ہے کہ اس پر خدا کا فضل اور مہربانی ہے۔ برخوردار احمد اللہ سے خوف ہے کہ بہت صدمہ اٹھاتا ہو گا۔ انشاء اللہ بہت جلد تسلی ہو گی نسبت طریقہ اور اطمینانِ نفس بھی آخر اپنا کام کرے گا۔ خاطر جمع رکھو اخوان اور اخواتِ پانی پت کی خدمت میں سلام پہنچا دینا۔

والسلام

Marfat.com

(۷۷)

بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی

میرے بھائی عجیب بات ہے پانی پت کا ہر شخص تمہاری شکایتوں سے بھرا ہوا آتا ہے۔ معلوم نہیں تم کیا کرتے ہو۔ اگر تمہاری سچائی اور دیانت لوگوں کی تکلیف کا سبب ہے تو ایسی راستی سے باز آؤ۔ لوگوں کی دلجوئی اور حفظِ حرمت کے لیے تاویل سے کام لیا کرو۔ کیونکہ (تمہارے عمل سے) طریقہ اور پیران طریقہ بدنام ہوتے ہیں ان کمالات ظاہری اور باطنی کے باوجود لیمُوں کی خاطر دوسروں کو آزردہ کرنا اور خود کو بدنام کرنا عقل سے دور بات ہے۔ لوگوں کی ناراضگی رشد و ہدایت کے سلسلے کو نقصان پہنچاتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہمیں بادشاہ سے کوئی توقع نہیں ہے کیونکہ جیسا مزاج ہم رکھتے ہیں۔ اُس کے ہوتے ہوئے کیسے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ گلاوٹی سے خط آیا ہے کہ سید نعیم اللہ انتقال کرنے والے ہیں (ان کی) زندگی کی کوئی توقع باقی نہیں۔ معلوم نہیں کہ میری موت کہاں طوق و زنجیر میں گرفتار ہے۔ جو (مجھ تک) نہیں پہنچتی۔ اور دوست ہیں کہ چلے جاتے ہیں۔ فقیر اس بے حقیقت اور ہیچکارہ یعنی دلیل اللہ کو بہت دوست رکھتا ہے۔ اس کی محبت کا عکس فقیر کے آئینۂ دل میں پڑا ہے۔ ورنہ باطن میں ہرگز صفحۂ کائنات کا کوئی نقش نہیں۔

ان صاحبوں کے خاندان اور اس فقیر کی دوستی مشہور ہے۔ لیکن اخلاص اور محبت کا وہ جیسا اہتمام کرتے ہیں۔ اُس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ ہمارے خطوط کا جواب نہیں دیتے اگرچہ کثرت اشتغال عذر ہوگا۔ لیکن مجھ دیوانے کو اس

Marfat.com

بے اہتمامی کی تاب نہیں۔ انصاف کی رُو سے جوابِ سفارش کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ان خطوط کا جواب تو عمل کرنا ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس قاعدہ میں ہم سے کوئی تقصیر نہیں ہوئی۔ اس تمہید سے مراد یہ ہے کہ میاں فضل علی یارانِ طریقہ میں اور میاں شرف الدین آشنا اور آشنا زادے ہیں۔ انہوں نے فقیر سے کلمۃ الخیر کی درخواست کی تھی (غالباً کسی سے سفارش کرائی تھی) چونکہ آئینِ آدمیت میں انکار کرنا کفر ہے۔ مجبوراً خط لکھا شاید (اُس کا) اثر ہو۔ اور ان لوگوں کا کام ہو جائے۔ یہی مقصودِ فقر ہے۔ والسلام

Marfat.com

(۷۸)

اپنی بیوی کے متعلق قاضی صاحب کو ہدایات

بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی

مردمِ محل کو ان کی درخواست کے مطابق پانی پت رخصت کرنا قرار پایا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ جب وہ پہنچیں تو ان کی دلجوئی اور خاطرداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ اور وعظ و نصیحت میں اُن پر سختی نہ کرنا۔ اور بہت دلجوئی کرنا۔ اگر فقیر کو پیٹھ پیچھے بُرا کہیں تو ہرگز مقابلہ نہ کرنا۔ اور ہرگز ان سے بددل نہ ہونا۔ کیونکہ ہماری تمہاری خیریت اسی میں ہے۔ لیکن جب بات حد سے گذر جائے تو پیر علی کے مشورے سے جو مناسب ہو کرنا۔ کیونکہ وہ ان کا ایک حصّہ ہونے کے باوجود فقیر کا طرفدار ہے اور ان کا مزاجداں بھی ہے۔ اگر وہ کسی کے گھر جائیں تو انہیں ہرگز وہاں نہ چھوڑنا۔ مباحہ کاموں کے لیے انہیں ڈھیل دیتے رہنا۔ ایسا نہ ہو سودا کی زیادتی سے فتنہ پیدا ہو جائے۔ پیر علی شور سودائے مورو ثی رکھتا ہے۔ اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ چاہو تو نہ دکھانا۔ کہیں اپنی والدہ کے پاگل پن سے تنگ آکر دور نہ چلا جائے دعا کرو کہ ان سودائیوں کا مزاج ٹھیک ہو جائے۔ فقیر کو پانی پت میں تمہارے بھائی کی خباثت اور نفاق سے پریشانی ہے۔ تمہارے خاندان سے مجھے بے انتہا محبت ہے۔ ان مکروہات کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اسی واسطے اس طرف کا ارادہ کرنے میں متردّد ہوں۔ تمہیں کسی کو چھوڑنا نہیں چاہیے کہ وہ الگ ہو جائے۔ کیونکہ ظاہر اور باطن میں دنیا تمہارے دامن سے آویختہ ہے۔ بیوی دعا کہتی ہیں۔ تم سے بہت خوش ہیں۔ نہ ہے اقبال و طالع۔ والسّلام۔

Marfat.com

(۷۹)

بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی

نفسِ قدسی شخص علوی اس ہیچ کارہ اور ہیچمدان کے مہربان اور قدردان فرید الدین خاں صاحب اپنے کمالات سے قطع نظر آپ کے کمالات کی بہت زیادہ قدر کرتے ہیں۔ آپ کی تالیفات میں سے مسائل طریقہ پر ایک کتاب اُن کے پاس تھی بغرض نقل کرنے کے لیے لے لی۔ اور دوسرا نسخہ جو تم نے اسی سلسلے میں میاں منیر صاحب کی صاحبزادی کے لیے تالیف کیا تھا۔ سنبھل کے اس سفر میں نظر سے گذرا۔ مبتدیوں کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔ وہاں نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ اگر اُس کا نسخہ آپ کے پاس ہے تو ارسال کر دیجئے۔ تاکہ میں نقل کر لوں۔ رسالہ تصوف کا مسودہ مولوی غلام علی کی معرفت ملا۔ ہم ان مطالب اور مسائل کے مطالعہ سے مشرف ہوئے اور اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں اور بڑے عطیوں میں شمار کیا۔ تحقیق کے بعد توضیح کہاں ملتی ہے۔ میں نے بہت لطف اٹھایا۔ اللہ تمہارے برکات اور بڑھائے آپ کو چاہیے کہ اپنے تصنیف کیے ہوئے چھوٹے بڑے تمام رسائل ایک جلد میں جمع کریں۔ غفلت نہ کیجئے آپ نے سیر نبوی کی جو چار جلدیں مانگی تھیں ان میں سے تین جلدیں محمد عظیم کے حوالے کر دی ہیں اور تیسری جلد کو چند روز کے لیے عاریتاً اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ آج کل دل و دماغ پر اتباع سنت کا خیال بہت چھایا ہوا ہے۔ اور اعمال کو سنت کی میزان پر پرکھنے کے لیے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے

Marfat.com

ملاقات کے وقت یہ کتاب حوالے کردی جائے گی۔ بشرطیکہ تم بعض امورات کو فارسی میں لکھ کر مجھے دیدو۔ کیونکہ اتباعِ سنت کا اس سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اگر خلاصہ السیر کی شرح کو مکمل کرنے کا ارادہ ہے تو اپنے علم و فضل کے مطابق پوری کوشش کو کام میں لانا چاہیے۔ تاکہ جو مطالب پہلی جلد میں پھیلائے تھے وہ سمیٹ لیے جائیں۔ شرح "سفر السعادت" کا نسخہ موجود ہے۔ لیکن ہمارے اور تمہارے درمیان اس کا وعدہ نہیں تھا۔ جب بھی تم طلب کرتے۔ تم سے بڑھ کر کون اس کا مستحق تھا۔ یہ نسخہ بھی محمد عظیم کے حوالے کردیا ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف پڑھ چکا ہے اور مصنف کے ہاتھ سے اس پر حواشی بھی لکھے ہوئے ہیں۔ میں شیخ عبدالحق کا خط پہچانتا ہوں۔ ان کی قدر جانو۔ بہت ہی احتیاط سے اسے رکھنا۔ جیساکہ کرتے ہو، ہرچند مولوی نعیم اللہ کی رخصت قریب ہے۔ سیف المسلول کا نسخہ ان کے حوالے کردیا ہے۔ خلاصۃ السیر مع ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب کہ دونوں فقیر کے پاس تھے بھیج دیے ہیں۔ خدا پہنچادے۔ والسّلام

خلاصۃ السیر کا ذکر

شرح سفر السعادت کا ذکر

(۸۰)

بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی

برخوردار احمد اللہ اور محمد جمیل پہنچ گئے۔ گرمی کی وجہ سے انہوں نے چند مقام کیے تھے۔ بارش پڑنے کے بعد ۲۴ محرم کو مردم محل کی رخصت قرار پائی اسی ماہ کی ۲۳ تاریخ یعنی یکشنبہ کی شام کو سواری، باربرداری معہ ساتھ کے لوگ دروازے پر آگئے (اسی وقت) پیر علی کے گھر میں ولادت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور تدبیر کا ورق الٹ گیا۔ روانگی موقوف ہو گئی۔ صبح یعنی دوشنبہ کو احمد اللہ کو ہم نے رخصت کر دیا۔ جب احمد گنج پہنچا تو تقریباً بیس سوار روہیلہ ادھر سے آرہے تھے۔ ان دونوں نوجوانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور جب ان دونوں کو جنگ پر آمادہ پایا تو ان کے ہتھیاروں سے ہاتھ اٹھا لیے۔ اور محمد جمیل سے کپڑوں کا بقچہ لے لیا۔ اور بھاگ گئے۔ احمد اللہ ننگ و عار کے خیال سے ان کے پیچھے بھاگا۔ ہر چند محمد جمیل نے روکا مگر فائدہ نہ ہوا جس جگہ پر طویل مسافت کے بعد ان سواروں نے قیام کیا تھا۔ یہ برخوردار وہاں پہنچ گیا۔ اور بقچہ طلب کیا۔ نوبت لڑائی تک آگئی۔ اور احمد اللہ مجروح ہو گیا۔ لیکن خدا نے اس کی جان اور آبرو بچا لی اور سواروں کے دل میں ڈالدی کہ وہ (اس بہادری پر) آفریں کریں انہوں نے کپڑے آپس میں تقسیم کر لیے تھے۔ انہیں اکٹھا کر کے حوالے کیا اور چلے گئے اور یہ برخوردار شدید گرمی اور زخمی ہونے کے باوجود چھ کروہ کا سفر طے کر کے عصر کے وقت فقیر کے گھر واپس پہنچ گیا۔ اس کے

Marfat.com

زخم میں ٹانکے

کاندھے پر تلوار کا ایک زخم آیا تھا۔ سات ٹانکے لگے ہیں۔ بالکل خیریت سے ہے اور فقیر نے اس برخوردار کے غسلِ صحت تک اپنا سفر ملتوی کر دیا ہے۔ انشاء اللہ ایک ہفتہ میں ٹھیک ہو جائے گا زخم گہرا نہیں ہے۔ خاطر جمع رکھو۔ رستم جیسا کام کیا ہے۔ ہزار آفریں اور ہزار شکر کہ خدا نے اس کی آبرو اور جان کو سلامت رکھا۔ والسّلام

Marfat.com

(۸۱)

بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی

اس زمانے کا سانحہ یہ ہے کہ آج جمادی الاول کی انتیس تاریخ کو زوال کے بعد تمہاری والدہ انتقال فرما گئیں۔ اسی وقت ایک لونڈی آئی۔ اور اُس نے خبر دی۔ حکیم شریف خاں صاحب تجہیز و تکفین کے بعد (مرحومہ کو) پانی پت روانہ کریں گے۔ اگر ممکن ہوا تو فقیر بھی نماز جنازہ کے لیے جائے گا۔ اور اس وقت جتنے تہلیل اور قرآن کے ختم اور استغفار تھے (یعنی جو میں نے پڑھے تھے) سب ان کو بخش دیے۔ خدا ان پر رحمت کرے۔ مرحومہ سے بہت معمولی تعلقات کے باوجود جو مجھ پر حالت گذری وہ تحریر میں نہیں آتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اب تمنا یہ ہے کہ خدا بہو جیو (یعنی ان کے متعلقان کو) زندہ سلامت رکھے۔ کیونکہ اس خاندان میں ان سے (بہو جیو سے) بزرگ اور کوئی خاتون نہیں ہے۔ فقیر میں بھی کچھ نہیں رہا۔ کل یا پرسوں ہمارے بھی انتقال کی خبر پہنچ جائے گی۔ شیخ عین الدین خدمت میں حاضر ہوں گے۔ توجہ طریقہ سے انہیں محروم نہ رکھیے۔ ان کے قلب میں تنویر حاصل ہو گئی ہے۔ قطع مسافت ابھی شروع نہیں کیا۔ اس کا دل ٹوٹا ہوا ہے۔ اس لیے مورد رحم ہے۔ مردم محل نے مدّت سے دونوں وقت توجہ کا التزام کر رکھا ہے۔ نسبتِ طریقہ کے غلبہ سے ان کے مزاج میں تبدیلی آگئی ہے۔ دنیا سے انقطاع اور آخرت سے اقبال اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی محبت میں نمایاں ترقی معلوم ہوتی ہے۔ اور صوفیانہ زندگی کو کمال متابعت میں گذارتی ہیں۔ بظاہر تو عذر و فریب کے آثار نہیں معلوم ہوتے۔

والسّلام

Marfat.com

(۸۲)

بنام متعلقانِ قاضی ثناء اللہ پانی پتی

ہم لوگوں کو جو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ ہمارے اعمال کی سزا ہے ؎

آنچہ بر تو آید از ظلماتِ غم!
ہم ز بیباکی و گستاخی ست ہم!

اگر بزرگوں کے ساتھ ادب اور چھوٹوں کے ساتھ پیار اور شفقت سے زندگی گذارو۔ تو کوئی تم سے برائی نہیں کریگا۔ شوہر کی خدمت اور اطاعت کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ دین اور دنیا کی فلاح اور رضائے خداوندی اسی پر موقوف ہے غضب و غصہ کو پی جانا چاہیے۔ واہیات باتوں سے زبان کو روکنا چاہیے۔ اور نماز میں بھی پابندی کرنا چاہیے۔ اس کے بعد کس کی مجال ہے کہ تمہیں تکلیف پہنچائے کون مسلمان ایسا ہوگا کہ کسی مسلمان کو حج کے سفر سے روکے۔ بشرطیکہ حج فرض ہو۔ تم پر فرض نہیں ہے۔ اگر عورتوں کو توفیق ہو اور وہ تم سے توجہ کی خواستگار رہوں تو ضرور توجہ دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ بزرگانِ طریقہ سے قوی امید ہے کہ اثر ہوگا۔ ذکر الٰہی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی پابند رہو۔ اچھے اخلاق اور عزیز و اقارب کے حقوق کا خیال رکھو۔ یہ نیک نامی اور دونوں دنیاؤں کی کامیابی کا سبب ہوگا

والسلام

Marfat.com

(۸۳)

بنام مولوی احمد اللہ(۱)

حقوق کی رعایت

معلوم ہوا ہے کہ تم نے حج کا ارادہ کیا ہے۔ حج کی فرصت نہ ہونے کے باوجود والدین اور غم والم میں مبتلا بیوی کی حق تلفی کر کے حج کرنا دینداری ظاہر اور نسبتِ باطن کے خلاف ہے۔ اور ایک مستحب کے لیے اتنے بڑے گناہوں کا ارتکاب تم جیسے باکمال آدمیوں سے بہت بعید ہے تمہیں چاہیے کہ مکروہات زمانہ پر صبر کرو۔ اربابِ مقاماتِ عالیہ کی طرح خود کو رضائے الٰہی پر چھوڑ دو۔ یہ خطرہ دل سے نکال دو کہ فقیر کے دل کو بہت صدمہ پہنچے گا۔ ذی حق فقیروں کا آزار کسی کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔ غیر حق کی محبت کے سلسلے میں جو کچھ لکھنا چاہیے۔ وہ تم نے خود ہی لکھا ہے۔ فقیر کے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا کی یاد میں مشغول رہنا چاہیے۔ اجر کے فائدے سے قطع نظر سعادتِ اُخروی اور راحتِ دنیاوی بھی اسی میں ہے۔ پرسے میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ جب حزن وملال زیادہ ہوتا ہے تو

تعزیت

تعزیت سے غم اور بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ تعزیت میں مرنے والے کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ ان مرحومہ کے حق میں ہم نے توجہ کی تھی۔ ان پر خدا کا فضل وکرم پایا۔ ہم

ختم پڑھنا

نے ختم بھی پڑھے ہیں۔ خاطر جمع رکھو۔ اور جتنا بھی ممکن ہو ان کے نام پر تہلیل پڑھا کرو۔ تم نے ترقیات باطن کے شکریہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ فقیر کو بھی اس کا علم ہے۔ صبح کے حلقہ میں ہر روز پہلے تمہیں توجہ دی جاتی ہے۔ تمہارا مرتبہ کمالات

دور بیٹھ کر باوجود مرید کے حالات کی اطلاع

Marfat.com

مرتبۂ نبوت تک پہنچتا ہوا معلوم ہوتا ہے یہ تمہاری استعداد کی خوبی ہے عبادت کے اوقات کی تقسیم اور دوستوں کو توجہ دینے کی پابندی کو خود پہ لازم کر لو۔ انشاء اللہ فتوحات متواتر میسّر ہوں گی۔ یاد نہ کرنے کی شکایت تو دوستی میں بطیء دل لگی ہے۔ تمہارا خط ملا۔ جس میں تم نے خط نہ لکھنے کی معذرت کی ہے۔ تقصیر معاف کر دی گئی چونکہ ان لایعنی باتوں سے محبت میں کمی ظاہر ہوئی ہے۔ اس لیے حوصلہ انہیں برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتا۔ اب اس کا خیال رکھنا اور درگاہ سے دونوں جہاں کی فتوحات کے امیدوار رہو۔ والسّلام

(۱) فرزند اصغر قاضی صاحب ۱۲

Marfat.com

(۴۸)

بنام مولوی دلیل اللہ (۱)

تم نے جو لکھا ہے کہ اس تنگ دستی میں تکلیف نہ اٹھایئے [تو اس کا] کیا مطلب ہے۔ معمولی سی تنگی ہو یا فراخی بسیار، جو کچھ میسر ہو گا بھیج دوں گا۔ خدا فقیر کو شرمندگی سے نجات دے۔ کیونکہ تم کو ہم سے شفقت کی توقع ہے۔ اور تم ہم پر اعتماد کرتے ہو اور ہم ناسازئی زمانہ سے معذور ہیں۔ اگر فتوح نے ساتھ دیا۔ اور زندگی نے وفا کی تو انشاء اللہ میں تمہارے ساتھ ایسا سلوک کروں گا کہ تم والدین کی شفقت بھول جاؤ گے تمہیں چاہیئے کہ بزرگانِ طریقہ سے محبت، کتاب کے سبق کی پابندی، والد بزرگوار کی خدمت پر توجہ والدین اور دادی اماں کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ جب تک تمہارا خط درست نہ ہو جائے۔ کسی معتمد شخص کو مقرر کر لو کہ ہمارے خط لکھ دیا کرے۔ ہر ایک سے گھر کی باتیں کہنی مناسب نہیں ہیں۔

والسلام

(۱) فرزند اصغر قاضی صاحب ۱۲

Marfat.com

(۸۵)

بنام محمد مراد

خدا تم کو ہزاروں سال زندہ رکھے۔ کہ تم میری خاطر میری بیوی کی بد سلوکی برداشت کرتے ہو۔ اور معاملات کو ٹھیک کرتے ہو۔ تمہیں چاہیے کہ میری بیوی کے نیک و بد سے غافل نہ رہو۔ تاکہ یہاں فقیر خاطر جمعی کے ساتھ طالبانِ خدا کی تربیت میں مشغول رہے۔ تمہیں بھی اس کا اجر ملے گا۔ میری بیوی کی خدمت اور مرزا شاہ علی کی دلجوئی کی کوشش کرتے رہنا۔ خدا تم کو سلامت رکھے۔ تمہاری وجہ سے فقیر کو گھر کی طرف سے سکون مل گیا ہے۔ فقیر اپنی بیوی کی خوشامد کے دھوکے میں آکر سفر حج کے لیے راضی ہو گیا ہے ہندوستان کے دوستوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ میں خواہ کہیں ہوں، تمہیں فیضِ طریقہ بطریقِ قسمت پہنچاؤں گا۔ اگر خدا نے انہیں باز رکھا تو فتوح ہے۔ ورنہ ہر چہ باداباد۔ آخر سفرِ طاعت ہے۔ بہت زیادہ اکیلے رہنے کی وجہ سے احباب کی جدائی آسان ہو گئی ہے اکثر جانے پہچانے لوگ چلے گئے ہیں۔ پانی پت میں فقیر کے بیمار پڑنے میں خدا کی حکمت تھی۔ کہ وہاں کے لوگوں کی ایک جماعت اور صوفیوں کی ایک جماعت نے دن رات خدمت کی۔ اور مولوی صاحب کا تمام گھر علاج دوا اور غذا میں مشغول تھا۔ ان لوگوں کا کہاں تک شکر ادا کروں۔ خدا کے فضل سے دوا اور طبیب سب ہی میسر ہو گئے عمر باقی تھی ورنہ توقع تو تھی نہیں۔ خدا ہماری ملاقات کرائے۔ والسّلام

Marfat.com

(۸۶)

بنام حکیم محمد فاروق

بیماریٔ عام اور نا امنی کی وجہ سے جو شہر کے لوگوں کا حال ہے۔ وہ کہاں تک لکھوں۔ خدا اس شہر سے اپنا غضب اٹھالے۔ کیونکہ امورِ سلطنت میں کوئی نظم ونسق نہیں رہا۔ خدا خیر کرے۔ مشائخ کی زیارت سے فراغت ہو گئی ہے صبح شام یارانِ حلقہ کی تعلیم طریقہ اور تربیت میں مشغول ہوں۔ کیونکہ اس سفر سے یہی مقصد تھا۔ الحمد للہ علی احسانہٖ تمہیں چاہیے کہ فقیر کے کہنے کے مطابق ڈیوڑھی پر حاضر ہوا کرو۔ تسکین وتسلی کیا کرو۔ اور اگر کوئی خدمت فرمائیں جو ضروری ہو تو حقوقِ فرزندی کے پیشِ نظر اسے پہلے انجام دیدینا۔ تم سے اس سے زیادہ امید ہے اور تم برخوردار پر اعتماد کی وجہ سے دل کو سکون ہے۔

والسلام

Marfat.com

(۸۷)

بنام حکیم شریف خاں

معلوم ہوا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی والدہ پادشاہ بیگم کو تجہیز و تکفین کے بعد پانی پت روانہ کر دیا جائے گا۔ اطلاع دینی چاہیے کہ نماز جنازہ کہاں پڑھی جائے گی۔ اگر جامع مسجد لائیں تو یہ ضعیف بھی ثوابِ نماز میں شریک ہوگا کیونکہ گرمی کی وجہ سے سفر کی طاقت نہیں۔ اور مسجد میں بہت سے لوگ داخلِ حسنہ ہوں گے۔ والسّلام

Marfat.com

(۸۸)

بنام میاں بدر علی صاحب

حمد و صلوٰۃ کے بعد اس ہیچکارہ و ہیچمدان فقیر جانجاناں کی طرف سے وہاں کے صاحبان اور خاص طور پر میاں بدر علی صاحب سلمہ الرحمٰن مطالعہ فرمائیں۔ کہ اُس خط کو مطالعہ کے بعد جس میں مولوی نعیم اللہ صاحب اوصلی اللہ الی منتہی منیۃ (خدا انہیں کمال کی انتہا تک پہنچائے) کو بلانے کی تاکید کی گئی تھی۔ میں نے وطن جانے کی اجازت دے دی ہے۔ خدا ان کے حق میں جو بہتر سمجھے وہ کرے۔ ان کی والدہ ماجدہ کو اس رخصت کی خوشخبری اور سلام پہنچا دیجئے۔ والسّلام

Marfat.com

(۸۹)

بنام غلام عسکری خاں

باعث تحریر یہ ہے کہ مولوی غلام حسین نام ایک فاضل جو اخوانِ حلقہ اور یاران قدیم میں ہیں۔ قصبہ تھانہ کے رہنے والے۔ فاروقی النسب، نجیب اور مہذب، نجیب الدولہ کے ہاں بہ عنوان فضیلت ملازم ہیں اس سے پہلے اپنی قوم میں (انہوں نے) شادی کی تھی۔ لیکن ان کے ہاں لڑکا نہ ہوا اور (بیوی) کی موافقت بھی پسند نہیں آئی بلکہ سکونتِ وطن سے بھی خوش نہیں۔ فقیر کی صحبت پسند کی اور دہلی میں مستقل قیام کر لیا۔ اور دوسری شادی کا ارادہ کیا۔ بی بی امتہ المجید کے توسط سے میر فضل علی خاں کی بہن، بی بی فضل النسا تجویز ہوئی ہیں۔ میر فضل علی خاں کو اس امر سے مطلع کر دیا گیا ہے، اب یہ شادی ان کی رضا یا عدم رضا پر منحصر ہے۔ حضرت محمد مبین اپنے والدین کی زیارت کے لیے فرخ آباد جانے والے ہوں گے۔ ان (والدین) کے دم کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اور ان کی دلجوئی میں کوئی فرد گذاشت نہیں کرنی چاہیے کہ فقیر کی رضا اسی میں ہے۔ وہ (والدین) کسی چیز کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ کے بھائی غلام حسن احمد اللہ کے ساتھ جس آدمیت سے پیش آئے ہیں۔ اسے تحریر کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ کیوں نہ ہو بزرگ زادے ہیں۔ اور بزرگی حاصل کی ہے۔ امینہ کے مکتب کی شادی میرے حضور میں ہوئی۔ والسّلام!

Marfat.com

(۹۰)

بنام میر مسلمان

باعثِ تحریر یہ ہے کہ میر صاحب مشفق میر شرف الدین حسین صاحب کہ سید برحق اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہیں۔ اور مجھ پر میری مقدار سے زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ اُس علاقے کی سیر کرنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے انہیں آپ جیسے برگزیدہ انفس و آفاق کے (حال سے) مطلع کر دیا ہے۔ وہ آپ کے مشتاق ہیں۔ اگر ملاقات ہو تو آپ سے وہی کچھ ظہور میں آنا چاہیے۔ جس کی توقع ہے۔

والسلام

مکتوب نمبر ۸۹ و ۹۰ کلماتِ طیبات میں نہیں ہیں ۔

Marfat.com

(۹۷)

بنام سید موسیٰ خاں دھبیدی

الحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وصحبہ وآلہ

بعد حمد و صلوٰۃ، فقیر جانجاناں کی طرف سے حضرت سید موسیٰ خاں صاحب ملاحظہ فرمائیں فقیر اس وقت اوائل ماہ صفر ۱۱۰۸ھ میں پانی پت کے اندر عافیت سے ہے۔ محلہ دہلی کے لوگ بھی بخیر ہیں۔ میری عمر اب اسّی کے قریب پہونچ گئی ہے۔ بڑھاپے کا ضعف غالب ہے۔ روزانہ چار وقت حلقہ ہوتا ہے صبح، دوپہر، شام اور رات کو۔ لوگ حاضر ہوتے ہیں علماء و سادات سے گروہ گروہ اجازت حاصل کر کے (اپنے اپنے) شہروں کو جانے کی رخصت پاتے ہیں۔ اب میرے ہم عمروں میں کم لوگ باقی رہے ہیں۔ اس وقت ہندوستان کی حالت ابتر ہے۔ ہر طرف فتنہ برپا ہے۔ ارادۂ حج تھا، ناتوانی اور بے سامانی نے اجازت ہی نہ دی اب تو سفرِ درازِ آخرت درپیش ہے حق تعالیٰ بزرگوں کے صدقے میں آسانی سے منزل مقصود تک پہونچا دے۔ آپ کے جدا ہونے کے بعد سے آج تک آپ کی کوئی خبر نہیں ملی تھی۔ بعد انتظار بسیار حاجی عبدالقادر نے جو آپ کے مخلصوں میں سے ہیں آپ کی سلامتی کا پیام پہونچایا جس سے اس مردۂ صد سالہ کے جسم میں جانِ تازہ آگئی اور ایام گذشتہ کی صحبتیں یاد آنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور ارشاد و تلقین میں برکت عطا فرمائے۔ آپ نے اس علاقے کو منور کر دیا ہے۔ آپ سے اظہارِ اشتیاقِ ملاقات کروں تو بیکار ہے۔ اسبابِ ظاہری کے پیشِ نظر آپ سے ملاقات کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی

Marfat.com

انشاء اللہ تعالیٰ بشرطِ حُسنِ خاتمہ، بہشتِ جاوداں میں خاطر خواہ ملاقات میسر آئے گی چونکہ بُعدِ مسافت کے باعث بہت کم ہندوستانی آپ کے علاقے میں آتے جاتے ہیں اس لیے ارسالِ خط و کتابت سے بھی قاصر ہوں اور آپ بھی معذور ہیں۔ الحمد للہ دعا سے غافل نہیں ہوں۔ آپ بھی خاتمہ بالخیر کی دُعا سے مجھ کو فراموش نہ فرمائیں۔ ہمارے ہم پیروں (پیر بھائیوں) میں سے اس ہندوستان میں سوائے مرزا مظفر کے جو کہ ارشاد و تلقین میں مشغول ہیں۔ اب کوئی زندہ نہیں رہا۔ بلکہ خاندان عالیشان میں بھی ایسے صاحبزادگان جو صاحبِ ارشاد و تاثیر ہوں۔ نہیں ہیں۔ والسلام۔ (دیگر یہ کہ) اقامتِ دہلی کو ترک کرنے کا سبب یہ ہے کہ طالبانِ خدا شہر میں کم اور قصبات میں زیادہ ہیں۔ تنعم و تجمل کے اسباب جو سرمایۂ غفلت ہوا کرتے ہیں شہر میں زیادہ اور دیہات و قصبات میں کم ہیں۔ والسّلام ۵

۵۔ یہ خط مرزا صاحب کے خطوط کے کسی مجموعے میں شامل نہیں۔ نسیم احمد فریدی صاحب نے الفرقان (بابتہ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ) میں نقل کیا تھا۔

Marfat.com

دیباچہ دیوانِ فارسی

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جانجاناں متخلص بہ مظہر پسرِ جان جانی تخلص کہ علوی نسب و ہندی مولد و حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب ہے اپنے احوال دوستوں کی خدمت میں پہنچاتا ہے۔ سولہ سال کی عمر میں یہ خاکسار یتیم ہو گیا۔ اور بیس سال کی عمر میں درویشوں میں شامل ہو گیا۔ تیس سال تک مدرسہ اور خانقاہ میں جاروب کشی کی، باقی زندگی بھی اسی شغلِ شریف میں گذار دی اللہ کی دی ہوئی ہمت اور توفیق سے پوری زندگی دستِ طلب کو دنیا کی گندگی سے آلودہ نہیں کیا اور پائے سعی کو اس راہ میں نہ رکھا آج کہ ۱۱۷۰ھ ہے اور میری عمر ساٹھ سال ہے۔ بیس سال سے کنجِ عزلت میں پناہ گزیں ہوں۔ اور حضراتِ مشائخ کے احکام کے مطابق انسانوں کے نسخۂ وجود کی تصحیح میں مشغول ہوں۔ جن کی ذات کے فردِ باطل میں ہزاروں غلطیاں ہیں۔ عہدِ جوانی میں شورِ عشقی کی تحریک پر کہ جو جوانی کے خمیر کا نمک ہے۔ نالہائے موزوں کیے تھے جس لیے شاعری میں میرا نام آگیا۔ والا ہمتی کی وجہ سے اجزائے مسودات و مواد کلیات اکٹھا کیا۔ بہت سا سرمایۂ سخن برباد ہو گیا۔ باقی میں ارباب نقل و روایت نے نمایاں تصرف کر کے غلط کلام کو رواج دے دیا۔ کور سوادوں نے جنکی آنکھیں نہیں تھیں انصاف سے درگزر کیا۔ شاعری پر اعتراضات کیے اور مغزِ سخن تک نہ پہنچ پائے۔ اُن اعتراضات کی ذمہ داری مجھ پر عاید ہوئی۔ اس کم فرصتی کے زمانے میں جب کہ موت کا خوف بہت زیادہ اور سفر درپیش ہے۔ ان اعتراضات کا جواب میرے اختیار میں نہیں تھا۔ ایک

Marfat.com

تذکرہ سروِ آزاد میں مرزا صاحبؒ کے حالات

فقیر جانجاناں متخلص بہ مظہر پسر مرزا جان تخلص جانیؔ، علوی نسب، ہندی مولد، حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب ہے۔ اس کی ولادت ہوئی۔ ظاہری نشوونما اکبرآباد میں ہوئی اور باطنی تربیت شاہجہاں آباد میں حضرت سید محمد بداؤنی نقشبندی مجددی کے ہاتھوں ہوئی۔ اٹھائیس واسطوں سے محمد بن حنفیہ سے ہوتا ہوا ان کا سلسلۂ نسب شیر بیشۂ کبریا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ پر منتہی ہوتا ہے۔

اس فقیر کے جدِّ اعلیٰ امیر کمال الدین نویں ہجری کی ابتدا میں طائف کے علاقے سے نکل کر ترکستان میں آباد ہو گئے اور اس ملک کے بعض فرمانرواؤں کے ساتھ زندگی گزار دی۔ ان کی بہت زیادہ اولاد تھی۔ ان میں سے امیر مجنوں اور امیر بابا اُس زمانے میں ہندوستان آئے جب ہمایوں بادشاہ نے ملک فتح کیا۔ اس کے بعد سے سلاطین گورگانیہ کی خدمت اور رفاقت اس خاندان کا شعار رہا ہے۔ میرزا جان مذکور (والدِ مرزا صاحب) جن کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت پر امیر بابا سے اور بارھویں پشت پر امیر کمال الدین سے ملتا ہے۔ عہد اورنگ زیب بادشاہ علیہ الرحمۃ میں منصب عالی ترک کر کے گوشہ گیر ہو گئے تھے۔ بچپن سے اس خاکسار کو ہوس جاہ و مال نے پریشان نہیں کیا۔ تحصیلِ ضروریات کے بعد اس فقیر نے خود کو فقیروں کے دامن سے وابستہ کر لیا۔ اس امید پر کہ دوسری دنیا پر آنکھ کھل سکے۔ نقشِ قدیم کی طرح ان کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ اس لیے اس کا دماغ ضعفِ قوی رکھتا ہے۔ تدبیرِ اسباب کی تاب نہیں رہی۔ تجرید و تعزیہ اختیار کر لی۔

Marfat.com

گُل کی طرح تمام زندگی ایک ہی لباس میں گزار دی۔ شورِ عشق کی تحریک پر کہ اس کے خمیر کا نمک ہے کبھی فریاد کے لیے لب کھولتا ہے اور چونکہ اس کا نالہ موزوں ہوتا ہے۔ احباب جوہر شناسی کی وجہ سے انہیں اشعار سمجھتے ہیں۔ وگرنہ اپنی بے سرمائیگی کے پیشِ نظر غایت انصاف کی وجہ سے اس نے سخن کی دوکان نہیں لگائی۔ ۵

---

۵ آزاد بلگرامی کی فرمائش پر مرزا صاحب نے تذکرۂ سروِ آزاد کے لیے اپنے حالات خود لکھکر بھیجے تھے۔

Marfat.com

وحدت الوجود و وحدت الشہود

دیباچہ بر حاشیۂ رسالۂ مولوی غلام یحییٰ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ (ہم تعریف کرتے ہیں اللہ کی اور درود بھیجتے ہیں اس کے رسول پر) سرکردہ علمائے فحول اور جامع معقول ومنقول سید غلام یحییٰ اور صلی اللہ الیٰ تیمنی (اللہ اس کی تمناؤں کو پورا کرے) نسبت اِخوت طریقت اس ہیچمدان یعنی جانجاناں سے رکھتے ہیں۔ (انہوں نے) میرے ایما پر مسئلہ وحدتِ وجود و وحدتِ شہود کے بیان میں ایک مختصر رسالہ لکھ کر مجھے دکھایا۔ حق بات یہ ہے کہ اختصار کے باوجود انہوں نے پورے موضوع کا احاطہ کر لیا ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا (خدا انہیں جزائے خیر دے)، لیکن مسئلہ تطبیق سے الجھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ مکاشفین کے درمیان تطبیق کا مسئلہ تکلف سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس سے ایک اچھی مصلحت وابستہ ہے ھی الاصلاح بین الفئتین العظمتین (اس سے دونوں عظیم فرقوں کے درمیان مصالحت ہو جائے گی)، مرحم اللہ عبداً انصف ولم تیعصف (اللہ رحم کرے اس بندے پر جس نے انصاف کیا اور بے انصافی کو روکا)، والسلام

Marfat.com

مرزا صاحب کا وصیت نامہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جانجاناں محمدی مجددی اُس حالت میں کہ جس میں اقرار و مقر صحیح و معتبر ہوتا ہے ان احباب کو چند وصیتیں کرتا ہے جنہوں نے اس سے اخذِ طریقہ کیا ہے۔ فقیر کی تجہیز و تکفین کے لیے سنت نبوی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ اس کے بعد میرے مزار پر دکان نہ لگائی جائے۔ کیونکہ میں زندگی میں بھی اس کا مخالف تھا۔ میں بندگانِ خدا میں سے ایک ہوں اور میں نے خدا کے نام پر تعلیم دی ہے۔ اور بس۔ چند روز پہلے میری بیوی نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اپنے امور اخروی کی تدبیر ان پر چھوڑ دوں۔ میں نے اس سلسلے میں انہیں ایک تحریر دے دی ہے تاکہ میرے بعد میرے مخلص ان سے مخالفت نہ کریں۔ اور وہ جہاں چاہیں مجھے دفن کریں میں نے اس بات کا زبانی اقرار کر لیا ہے۔ لیکن اُن دنوں یہ مستورہ کسی قطعہ زمین کی مالک نہ تھی۔ حال ہی میں انہوں نے ایک حویلی خریدی ہے۔ میں اس جگہ سے سخت متنفر ہوں۔ اگر وہ چاہیں کہ مجھے اس جگہ دفن کریں تو دوستی کے تقاضے سے میرے احباب پر واجب ہے کہ ہرگز یہ بات قبول نہ کریں۔ ہاں اس جگہ کے علاوہ جہاں کہیں بھی جگہ میسر ہو۔ ان کی مرضی کا خیال رکھیں۔ بیرون ترکمان دروازہ مناسب تر جگہ ہے اس مستورہ نے عارضۂ سودا اور طویل عمری کی وجہ سے مجھے پریشان کیا ہے۔ جو دوستوں سے مخفی نہیں ہے۔ لیکن میں نے سب معاف کر دیا ہے۔ اس محبت کے خیال سے جو انہیں خدا اور اس کے رسول سے ہے۔ میرے مخلصوں پر میرے حق وفا کے مطابق

Marfat.com

ان کی دلجوئی لازم ہے۔ میرے مخلصوں کو یہی وصیت کافی ہے کہ دمِ آخر تک اتباعِ سنت میں کوشاں رہیں۔ اور خدا کے سوا کسی کو مقصودِ حقیقی اور آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو متبوع واجب الاتباع نہ سمجھیں۔ فقیروں کے طور طریق اپنائیں۔ اور دنیاداروں سے ملنے ملانے سے گریز کریں۔ علوم دین کے شغل سے خود کو معذور نہ رکھیں۔ اللھم وفقھم ۵

۵۔ مرزا صاحب نے وصیت نامہ لکھ کر اپنے خلیفہ نعیم اللہ بہرائچی کو دے دیا تھا جنہوں نے معمولاتِ مظہریہ میں نقل کیا ہے۔

Marfat.com

حواشی

Marfat.com

مکتوب ۱

(۱) اصل نام مجنوں خاں ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے غلام علی آزاد بلگرامی کو ایک خط میں لکھا ہے (سرو آزاد ص ۲۳۲) تذکرہ سفینۂ خوش گو میں بھی یہ نام مجنوں خاں ہے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ محبوب خاں اور بابا خاں کا ذکر اکبر نامہ میں موجود ہے (کلماتِ طیبات ص/۱۴) لیکن اکبر نامہ میں کسی ایسے قزلباش کا ذکر نہیں ہے جس کا نام محبوب خاں ہو۔ اس کے برعکس مجنوں خاں اور بابا خاں کے نام ساتھ ساتھ آئے ہیں۔ گھوڑا گھاٹ کی جاگیر ان دونوں کو ایک ساتھ ملی تھی کلماتِ طیبات مطبوعہ سنہ ۱۸۸۵ء ص/۱۸ اور مطبوعہ ۱۸۹۴ء ص/۱۴، اور معمولات مظہریہ ص/۲-۱ میں کاتب کی غلطی سے نام لکھا گیا۔

جو لوگ ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ ان میں مجنوں خاں کا نام بھی ہے ممکن ہے بابا خاں اس وقت قابلِ ذکر نہ ہوں یا پھر بعد میں ہندوستان آئے ہوں۔ ہمایوں کی وفات کے وقت مجنوں خاں نارنول کے جاگیر دار تھے۔ ہمایوں کے انتقال کی خبر سنکر حاجی خاں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا کچھ دن بعد صلح ہو گئی۔ اور مجنوں خاں دہلی آ گئے۔ اکبر نے مانک پور کی جاگیر بخش دی۔ مجنوں خاں نے بہت سے اہم معرکوں میں حصہ لیا تھا سنہ ۹۷۱ھ میں جب جونپور کے صوبہ دار علی قلی خاں نے بغاوت کی تو اکبر خود فوج لے کر گیا۔ مجنوں خاں دائیں بازو کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ اس دفعہ شاہی فوج کو فتح ہوئی۔ ۹۷۶ھ میں اکبر نے انہیں کالنجر تسخیر کرنے کے لیے بھیجا تو وائی کالنجر راجہ رامچندر

Marfat.com

نے بغیر جنگ کیے ہتھیار ڈال دیے۔ ۹۸۹ھ میں جب شاہی فوج نے بنگال فتح کیا تو گھوڑاگھاٹ کی جاگیر مجنوں خاں اور باباخاں دونوں کو ملی۔ آئین اکبری میں "بزرگانِ جاوید دولت کے تحت مجنوں خاں کا نام سہ ہزاری منصب داروں میں ہے۔ ۹۸۹ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہوں۔ ماثر الامرا جلد سوم ص/۲۰۹ و ۲۱۱، اکبر نامہ جلد دوم ص/۲۵۷، تذکرہ ہمایوں واکبر ص/۳۴۱، آئین اکبری جلد اول ص/۲۲۳ طبقات اکبری (انگریزی) ص/۲۹۶-۳۲۹، The Emperer Akbar. V.I. P.172

(۲) مرزا صاحب کے والد مرزا جان لڑکے تھے مرزا عبدالسبحان کے دو لڑکے تھے۔ مرزا محمد امان کے، اور دوسرے لڑکے تھے شاہ بابا سلطان کے جو باباخاں کے لڑکے تھے۔ مجنوں خاں کے انتقال کے بعد ہندوستان کے قافشالان کی سرداری باباخاں کو ملی۔ اگرچہ مجنوں خاں کی وفات کے بعد گھوڑاگھاٹ کی جاگیر کا جائز وارث ان کا لڑکا جبّاری خاں تھا۔ لیکن اکبر نے حکمت عملی سے کام لے کر یہ جاگیر باباخاں کو دے دی ۹۸۹ھ میں باباخاں کا انتقال ہوا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ماثر الامرا جلد اول ص/۳۹۱-۳۹۳ تذکرہ ہمایوں واکبر ص/۲۹۳، ۳۴۱-۳۔ طبقات اکبری (انگریزی) ص/۵۳۶۔ خلاصۃ التواریخ ص/۳۸۴

(۳) اکبر کے زمانے میں گجرات کے صوبہ دار مظفر خاں نے "آئینِ داغ" نافذ کر دیا تھا۔ آئین کی رو سے تمام جاگیرداروں کو اپنی فوج بھیج کر سوار کا حلیہ لکھوانا ہوتا تھا اور گھوڑے

Marfat.com

کے چہرے یا پچھلی ٹانگوں پر ایک داغ لگوانا پڑتا تھا۔ لوگ عام طور پر اس قانون کے خلاف تھے باباخاں اپنے سوار بھیجتے تو مظفر خاں کے ملازم رشوت طلب کرتے۔ باباخاں کہا کرتے تھے کہ میں ستر ہزار روپیہ خرچ کر دیا ہے لیکن ابھی تک سو گھوڑے بھی نہیں داغے گئے (ماثر الامرا جلد اول ص/ ۳۹۱) مظفر خاں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر جب معصوم خاں کابلی نے بغاوت کی تو باباخاں اور مجنوں خاں کا لڑکا جباری خاں دونوں باغیوں میں شامل ہو گئے مظفر خاں جو ٹانڈہ میں پناہ گزیں تھا۔ باغیوں کے ہاتھوں مارا گیا اور باغیوں نے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔ فتح کے بعد منصب اور خطاب تقسیم ہوئے باباخاں نے خانخاناں کا لقب اختیار کیا۔ اس کامیابی کے بعد باباخاں ایسے بیمار پڑے کہ پھر مر کر ہی اٹھے۔ اکبر نے جب باغیوں پر قابو پا لیا تو مجنوں خاں کے لڑکے جباری خاں کو گرفتار کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد جباری خاں کے احساس ندامت سے متاثر ہو کر اُسے رہا کر دیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ماثر الامرا جلد اول ص/ ۳۹۱، اکبر نامہ جلد سوم ص/ ۶۵ سفینہ خوش گو (قلمی۔ پٹنہ) ورق ۱۸۷ ب، ۱۸۸ الف۔

اس بغاوت کے بعد اکبر نے اس خاندان پر اعلیٰ مناصب بند کر دیے۔ خوش گو نے لکھا ہے کہ مجنوں خاں نے اکبر کے عہد میں بغاوت کی تھی۔ اس لیے اس خاندان کے لوگوں کو ملازم نہیں رکھا جاتا تھا۔ لیکن مرزا صاحب کے والد مرزا جان اورنگ زیب کے منصب دار تھے۔ سفینۂ خوش گو (قلمی۔ پٹنہ) ورق ۱۸۷ ب خوش گو کا بیان درست نہیں۔ مرزا صاحب کے خاندان پر صرف اعلیٰ مناصب بند کیے گئے تھے۔ نیز مرزا جان بھی اورنگ زیب کے منصب داروں میں نہیں تھے۔ کیونکہ کسی فہرست میں ان کا نام نہیں ہے۔ غالباً وہ کسی معمولی عہدے پر فائز تھے۔

Marfat.com

شریفین بھی کی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی انہیں سے علم حدیث سند کیا تھا، وہ کتابوں کے اس قدر شوقین تھے کہ لوگ جو کچھ انہیں بطور ہدیہ پیش کرتے وہ کتابیں خرید لیتے۔ ایک دفعہ کسی نے پندرہ ہزار روپوں کی پیش کش کی تھی۔ انہوں نے تمام روپوں کی کتابیں خرید لیں سنہ ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳ء میں انتقال کیا اور خواجہ باقی باللہ میں مدفون ہوئے ملاحظہ ہوں خزینۃ الاصفیا ص/۶۶۴، مقامات مظہری ص/۹۱-۱۵۔

(۷) سید نور محمد بداؤنی نقشبندی سلسلے کے ایک برگزیدہ بزرگ تھے۔ وہ شیخ سیف الدین بن محمد معصوم بن مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے۔ حافظ محمد حسن اور محمد بن معصوم کے دوسرے خلفاء سے بھی فرقہ کامل حاصل کیا تھا۔ کثرتِ عبادت سے کمر میں خم آگیا تھا۔ اتباع سنت میں اس قدر محتاط رہتے تھے کہ ایک دفعہ خلاف سنت بجائے بائیں کے دایاں پاؤں بیت الخلاء میں رکھدیا تین دن تک انقباض رہا۔ ۱۱ر ذیقعدہ سنہ ۱۱۳۵ھ کو انتقال کیا اور بستی نظام الدین میں مدفون ہوئے۔ ملاحظہ ہوں معمولات مظہریہ ص/۱۵۔ مزارات اولیاء دہلی ص/۴۲۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص/۷-۹۔

(۸) یہ شیخ عبدالاحد مجددی نقشبندی بن احمد سعید بن مجدد الف ثانی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے پیدل تشریف لے گئے تھے سنہ ۱۱۶۰ھ میں انتقال کیا مبارک باغ کے سامنے آزادپور دہلی کے قریب مدفون ہوئے۔ مزارات دہلی ص/۱۴۴۔ خزینۃ الاصفیاء جلد ۲ ص/۶۷۲-۶۷۴۔

Marfat.com

مکتوب ۲۴

(۱) شاہ غلام علی کا بیان ہے کہ میر مسلمان دہلی کے سادات میں سے تھے انہوں نے علائق و اسبابِ دنیا سے ترک تعلق کر لیا تھا اور علوم ظاہر و باطن کی تحصیل کے لیے مرزا مظہر کے ساتھ ان کے مشائخ کرام کی صحبت میں رہنے لگے۔ اور پھر خود مرزا صاحب سے استفادہ کیا۔ مرزا مظہر اُن کا بہت احترام کرتے تھے۔ مکتوب ۲۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ میر مسلمان فرخ آباد چلے گئے تھے۔ اس ترکِ وطن کا مقصد بظاہر رشد و ہدایت معلوم ہوتا ہے۔ ان کی وفات بھی دہلی سے باہر ہوئی تھی۔ کیونکہ مرزا مظہر نے میر محمد مبین کے نام ایک خط میں لکھا ہے کہ میر مسلمان کی وفات سے جو دل کی حالت ہوئی ہے۔ وہ ناقابلِ بیان ہے۔ ان کے انتقال کی کیفیت لکھو اور یہ بتاؤ کہ انہیں کہاں مدفون کیا گیا ہے۔ مقاماتِ مظہری ص/ ۶۵ کلمات طیبات ص/ ۵۵، اور ص/ ۷۳،

(۲) مرزا مظہر نے شیخ احمد کو خادمِ سرکار میر مسلمان لکھا ہے۔ مکتوب ۲۵ سے پتا چلتا ہے کہ شیخ احمد بغیر اطلاع کے فرخ آباد سے دہلی مرزا صاحب کے پاس آ گئے تھے۔ میر مسلمان صاحب شیخ احمد کے اس طرح غائب ہو جانے سے بہت پریشان تھے۔ کلماتِ طیبات ص/ ۵۵-۵۶۔

مکتوب ۲۶

(۱) فیض اللہ خاں امید کے والد کا نام عبداللہ خاں تھا۔ عبداللہ خاں بھی شاعر تھے اور مشتاق تخلص کرتے تھے۔ معصفی نے تذکرہ ہندی گویان میں ان کے

Marfat.com

ترجمے میں لکھا ہے کہ عبداللہ خاں ولد ابوالحسن خاں ابن سیف اللہ خاں یوسف زئی پٹھان تھے۔ بقول عبداللہ خاں ان کے والد کا تخلص حسن اور دادا کا سبقی تھا۔ عبداللہ خاں فضل وکمال رکھتے تھے۔ ان کے دادا بہادر شاہ اول کے استاد تھے زر و مال کی کثرت ہونے کی وجہ سے ان کے والد نے ترکِ روزگار کر کے خانہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ تذکرہ ہندی گویان کی تالیف کے وقت بادشاہ نے انہیں مشتاق علیخاں خطاب دیکر پانصدی منصب پر فائز کیا۔ اور مرزا فرخندہ بخت بہادر کا استاد مقرر کیا بقول مصحفی عبداللہ خاں کو علم جفر و رمل و ہندسی سے بہت دلچسپی تھا اور خطِ نستعلیق و ثلث و شفیعا کے لکھنے میں وہ یگانۂ روزگار تھے۔ پہلے شاہ محمد علیم حیرت الٰہ آبادی کے شاگرد تھے اور جب دہلی آئے تو میر تقی میر کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہو گئے۔ مصحفی نے ان کے اٹھارہ اشعار کا انتخاب بھی دیا ہے۔ قدرت اللہ شوق نے فیض اللہ خاں کو نبیرۂ نواب بہادر شاہ جہانپوری بتایا ہے۔ غالباً ابوالحسن خاں کا خطاب نواب بہادر تھا۔ شوق نے لکھا ہے کہ "فیض اللہ خاں" صاحبِ مروّت، معدنِ حلم و شجاعت مہذب صورت، پاکیزہ سیرت، معزز و مکرم سراپا خلق، مجسم رونق افزائے انجمن قدردانِ اہل سخن، طبع سلیم و مناسب و رود"۔ شوق کو اُن سے ملاقات کا اتفاق بھی ہوا تھا۔ انہوں نے قرآنی رسم خط میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔ بقول شوق انہیں ملا منو نثار سے تلمذ تھا۔ اور مرزا مظہر کے تربیت یافتہ تھے۔ فیض اللہ خاں نے پانچ اشعار اپنے ہاتھ سے لکھ کر شوق کی نذر کیے تھے۔ جو شوق نے اپنے تذکرے میں نقل کیے ہیں مرزا صاحب کو ان سے بہت محبت تھی ایک خط میں ان کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ فیض اللہ خاں کی خوبیوں کے بارے میں کیا تحریر کروں۔ تمام دنیا کے مناقب و محاسن اس جوان میں جمع ہو گئے

Marfat.com

لیے روانہ ہوگیا۔ اس کے جاتے ہی سکھوں کی شورشیں پھر شروع ہوگئیں۔ جن میں ابدالی کے صوبہ دار زین خاں کی بدمعاملگی اور لالچ کو زیادہ دخل تھا۔ ۱۷۶۴ء میں ابدالی پورے سال اپنے ملک کے معاملات میں الجھا رہا خراسان کی بغاوت نے اسے اتنا وقت اور موقع ہی نہیں دیا کہ وہ ہندوستان کی طرف توجہ کرتا۔ ۴ نومبر ۱۷۶۲ء کو سکھ امرتسر میں جمع ہوئے اور انہوں نے غیر ملکی لوگوں سے اپنے مقدس مقامات آزاد کرانے کی قسم کھائی۔ دسمبر ۱۷۶۳ء میں چالیس ہزار سکھوں نے سرہند پر حملہ کردیا۔ زین خاں نے معمولی فوج کے ساتھ سکھوں کا مقابلہ کیا۔ ابدالی فوج کو شکست ہوئی زین خاں مارا گیا۔ سکھوں نے سرہند پر قبضہ کرلیا۔ بقول جادوناتھ سرکار "سکھوں نے شہر کو لوٹ کر بالکل تباہ و برباد کردیا۔ اور شہر کو جنگل بنادیا" تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ مغل حکومت کا زوال جلد دوم ص ۴۹۰-۴۹۳

(۲) مولوی غلام یحییٰ مرزا صاحب کے خلیفہ تھے۔ قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد ظاہری علوم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے علمِ معقول کی کتابوں پر مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔ پہلے قادریہ سلسلے کے ایک بزرگ سے بیعت ہوئے۔ برسوں ذکر اور شغل باطنی میں مصروف رہے۔ ان کی پوری زندگی صبر و قناعت اور استغنا کا ایک مکمل نمونہ تھی۔ جب مرزا صاحب کے کمالات کی شہرت سُنی تو یوپی سے دہلی آئے۔ اور مرزا صاحب سے بیعت ہوئے پانچ سال تک مرزا صاحب سے کسب سلوک کیا اور پھر اپنے وطن واپس چلے گئے ان کی وفات سے متعلق روایت ہے کہ خاندان قادریہ میں جوان کے شیخ تھے۔ ایک دفعہ بیمار پڑ گئے۔ انہوں نے شیخ کا مرض سلب کرلیا۔ شیخ تندرست ہوگئے اور ان کا انتقال ہوگیا۔ مرزا صاحب کو ان کی وفات کا بہت

Marfat.com

صدمہ تھا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ مولوی غلام یحییٰ کی وفات کے زخم کا کوئی مرہم نہیں ہے۔ مکتوب ۴۶ میں بھی مرزا صاحب نے ان کی وفات کا ذکر کیا۔ اور سنہ تحریر ۱۱۸۶ھ درج ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ۱۱۸۶ھ میں اُن کا انتقال ہوا تھا۔ مقامات مظہری ص/ ۷۹۔ ۸۰

(۳) یہ غالباً مرزا صاحب کے صاحبزادے تھے۔ شاہ علی اور پیر علی ان کے نام تھے دیباچہ میں ان پر بحث کی جا چکی ہے۔

مکتوب ۳۲

(۱) شاہ محمد سالم بھی مرزا صاحب کے خلفا میں تھے انہوں نے دس سال تک مرزا صاحب سے کسبِ فیض کیا تھا۔ اور اجازت تعلیم طریقت پاکر رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا مقامات مظہری ص/ ۷۵۔ ۷۶

مکتوب ۳۳

نعیم اللہ بہرائچی بھی مرزا صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے علم معقول ومنقول کی تحصیل کے بعد مرزا صاحب کے ایک خلیفہ محمد جمیل کے حلقہ میں شامل ہوئے۔ پھر دہلی آکر مرزا صاحب سے بیعت ہوئے۔ چار سال تک مرزا صاحب کی خدمت میں رہے۔ اور مقامات عالی پر پہنچے۔ خرقہ، اجازت اور خلافت لے کر اپنے وطن چلے گئے۔ مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ دو مردوں کو جو فائدہ بارہ سال کی مدت میں ہوتا ہے وہ نعیم اللہ کا چار سال میں ہو گیا۔ مقامات مظہری ص/ ۸۰۔ ۸۱۔ نعیم اللہ بہرائچی نے مرزا صاحب کے سوانح "معمولات مظہریہ" کے نام سے لکھے ہیں جس میں مرزا صاحب کی تعلیمات وملفوظات بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

(۲) محمد قاسم کسی امیر کے ملازم تھے۔ کیونکہ مکتوب ۳۶ میں جو محمد قاسم کے نام ہے مرزا صاحب نے برج لال نامی کسی نوجوان کی سفارش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اپنے آقا کو اس کا مشتاق کردو۔ غالباً یہ عماد الملک یا انتظام الدولہ کے ملازم تھے۔

(۳) شاہ شفیع۔ مقامات مظہری سے صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ مرزا صاحب کے مرید تھے۔ اور مقاماتِ مظہری کی تالیف کے وقت حیات تھے۔ مقامات مظہری ص/۸۳

مکتوب ۳۴

(۱) نجف خاں شاہِ ایران شاہ حسین خاں صفوی کے وزیر اعظم آغا نجف کا پوتا تھا یہ اصفہان میں ۱۷۳۷ء میں پیدا ہوا۔ اس کی بہن صفدر جنگ کے سب سے بڑے بھائی محمد محسن سے بیاہی ہوئی تھی۔ جس کے ساتھ وہ لڑکپن میں ہندوستان آیا۔ اور الہ آباد کے حاکم محمد قلی خاں کے ہاں ملازم ہو گیا جب ۱۷۶۱ء میں شجاع الدولہ نے محمد قلی خاں کو قتل کر دیا تو نجف خاں فرار ہو کر بنگال پہنچا۔ جہاں نواب قاسم علی خاں نے اسے ملازم رکھ لیا۔ اور تین لاکھ روپے دیئے۔ تاکہ نجف خاں فوج تیار کرے جب ۱۷۶۴ء میں بکسر کی لڑائی کے بعد نجف خاں نے انگریزوں سے مل کر شجاع الدولہ پر حملہ کیا۔ اور الہ آباد کے قلعہ پر انگریزوں کا قبضہ کرا دیا تو نجف خاں کو شاہی جنرل تسلیم کر لیا گیا۔ کیونکہ انگریز سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے شاہ عالم ثانی کے نام پر جنگ کر رہے تھے۔ انگریزوں کی سفارش ہی پر اسے کوڑا کا شاہی فوجدار مقرر کیا گیا۔ لیکن پورا لگان وصول نہ کر سکنے کے الزام میں تین سال بعد اسے برطرف کر دیا گیا۔ اور وہ ایک سال تک الہ آباد میں بیکار پڑا رہا۔ مئی ۱۷۷۱ء میں جب بادشاہ نے دہلی کا قصد کیا تو اس کے بھی دن پھرے

حکومت کا زوال جلد سوم، تذکرہ ہندی گویان ص/ ۲۴۸، قواعد فخریہ (قلمی۔آصفیہ) ص/ ۳۲، مختصر تاریخ ہندوستان (قلمی آزاد لائبریری علیگڈھ) ص/ ۱۔۷

(۲) مجد الدولہ کا پورا نام عبدالاحد خاں تھا۔ یہ عبدالمجید خاں کا لڑکا تھا۔ جو کشمیر سے ہندوستان آکر عنایت اللہ خاں کے ملازم ہوئے تھے۔ عنایت اللہ خاں کی وفات کے بعد عبدالمجید خاں اعتماد الدولہ قمرالدین خاں کے ملازم ہوئے۔ کچھ دن بعد شاہی ملازمت مل گئی۔ اپنی عقلمندی اور سوجھ بوجھ کی وجہ سے بادشاہ کی نظروں میں چڑھ گئے۔ نادر شاہ کے حملے کے بعد محمد شاہ نے انہیں ہزاری منصب، علم، نقارہ پالکی جھالردار اور خطاب مجد الدولہ عنایت کیا۔

عبدالاحد خاں پہلے نجیب الدولہ کا ملازم ہوا۔ نجیب الدولہ کی وفات کے بعد ضابطہ خاں کا ملازم ہو گیا۔ ضابطہ خاں کی شکست اور فرار کے بعد ۳۰ مارچ ۱۷۷۲ء کو یہ شاہ عالم ثانی کی خدمت میں آیا اور معافی مانگ لی۔ ایک سال تک بے روزگار رہا۔

مکتوب ۴۴

دوندے خاں بھتیجا تھا شاہ عالم خاں کا۔ جن کے غلام داؤد خاں نے روہیلکھنڈ کی بنیاد رکھی۔ دوندے خاں، داؤد خاں کے زمانے ہی میں ہندوستان آگیا تھا۔ اپنی بہادری اور سیاسی سوجھ بوجھ کی وجہ سے بہت جلد روہیلہ سرداروں میں نمایاں ہو گیا داؤد خاں کے بعد علی محمد خاں اور ان کے بعد حافظ رحمت خاں کے ساتھ رہا، بسولی مراد آباد، چاندپور اور سنبھل کا حاکم مقرر ہوا وہ اپنی ایمانداری، بہادری اور انتظامی صلاحیتوں میں شہرت رکھتا تھا ۱۷۷۱ء میں بسولی میں انتقال ہوا۔ نجیب الدولہ اس

Marfat.com

کا داماد تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ نجیب الدولہ مرتبہ شیخ عبدالرشید، حافظ رحمت خاں، تاریخ اودھ۔

(۲) حافظ رحمت خاں کے والد شاہ عالم خاں روہ کے رہنے والے ایک بزرگ تھے۔ داود خاں انہیں بزرگ کا غلام تھا۔ جسے انہوں نے اپنے لڑکے کی طرح پرورش کیا تھا۔ داؤد خاں نے ہندوستان میں کھیڑ کے علاقے میں آکر اچھی خاصی جمعیت اکٹھا کرلی داود خاں کی وفات کے بعد اس کا متبنیٰ لڑکا علی محمد خاں اس جمعیت کا سردار ہوا۔ مگر اکثر اس کی فرمانبرداری سے گریز کرتے تھے اس لئے علی محمد خاں نے حافظ رحمت خاں کو روہ سے بلوالیا۔ حافظ کچھ دن ہندوستان رہ کر واپس چلے گئے مگر علی محمد خاں کے اصرار پر تین سال بعد پھر واپس آگئے۔ اور اس دفعہ مستقل قیام کا ارادہ کرلیا۔

کٹھیر کے علاقہ میں روہیلوں کی دست درازیوں سے تنگ آکر جاگیرداروں نے مرکزی حکومت سے شکایت کی۔ محمد شاہ نے ۱۷۴۲ء میں راجہ پرنندن کھتری کو روہیلوں کی طاقت کچل دینے پر مقرر کیا۔ مگر علی محمد خاں اور حافظ الملک کی بہادری نے راجہ کو شکست دی۔ راجہ اور اس کا لڑکا مارا گیا۔ روہیلوں کے ہاتھ کافی مال و دولت آیا، شاہ آباد، مراد آباد سنبھل اور دوسرے پرگنات پر روہیلوں کا قبضہ ہوگیا۔ کچھ دن بعد حافظ الملک نے راجہ کمایوں پر حملہ کیا۔ اور الموڑہ پر قبضہ کرلیا اس بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر محمد شاہ بادشاہ پریشان ہوگیا۔ ۱۷۴۵ء میں محمد شاہ نے خود روہیلوں پر حملہ کیا۔ علی محمد خاں خود کو معہ اپنے لڑکوں کے بادشاہ کے حوالے کرنے پر مجبور ہوگئے۔ بادشاہ علی محمد خاں کو لے کر دہلی پہنچ گیا۔ کچھ ہی دن بعد حافظ رحمت خاں سات ہزار روہیلوں کی فوج لے کر دہلی پہنچ گئے۔ اور نواب علی محمد خاں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ کو مجبوراً انہیں رہا کرنا پڑا۔ اور نواب

Marfat.com

علی محمد کو سرھند کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ حافظ رحمت نے یہاں بھی کارہائے نمایاں دکھائے پہلی جنگ بہارا مل والی رائے پور سے ہوئی جسے شکست ہوئی۔ کچھ دن بعد قصبہ جوت پور پر قبضہ کر لیا جب ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ ابدالی ہندوستان کی طرف آیا۔ تو بادشاہ نے اس خوف سے کہ کہیں یہ لوگ ابدالی سے نہ مل جائیں۔ انہیں واپس بلا لیا اور نواب علی محمد خاں کو روہیلکھنڈ کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ نجف خاں کی سفارش پر اسے نائب وزیر مقرر کیا گیا۔ اور مجد الدولہ بہرام جنگ کے خطابات عنایت ہوئے۔ اپنی ظاہری آداب و اطوار کی خوبی اور عیاری و مکاری سے بہت جلد بادشاہ کو عزیز ہو گیا۔ لیکن اس میں حاکم ہونے کی صلاحیتیں تھیں اور نہ سپاہی ہونے کی۔ اس کا سب سے بڑا ہتھیار صرف سازش تھا۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد اس نے نجف خاں کے خلاف سازشیں شروع کیں۔ نجف خاں جب جاٹوں سے نبرد آزما تھا تو مجد الدولہ نے ضابطہ خاں کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ کچھ دن بعد اسی ضابطہ خاں کے خلاف بادشاہ کو اکسایا چونکہ ضابطہ خاں اپنی جاگیر کی سالانہ آمدنی بادشاہ کو پیش کرنے میں مجبور تھا۔ اس لیے مجد الدولہ نے بادشاہ کو جنگ پر اکسایا۔ عبد القاسم خاں جو مجد الدولہ کا چھوٹا بھائی تھا فوج لے کر ضابطہ خاں کے مقابلہ پر بھیجا گیا۔ اور مارا گیا۔ ان سازشوں کی وجہ سے نجف خاں کے سپہ سالار افراسیاب خاں نے ۱۵ر نومبر ۱۷۷۹ء کو اسے گرفتار کر لیا۔ اور پھر وہ کبھی آزاد نہ ہو سکا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ماثر الامرا جلد ۳ ص/ ۸۰۷ و ۸۰۸، مغل حکومت کا زوال جلد ۳ ص/ ۸۶ - ۸۸، ۱۷۳ - ۱۷۶۔ شاہ عالم فرینکلن ص/ ۸۲ - ۹۶۔

Marfat.com

مکتوب ۳۷

(۱) اس خط کا سنہ تحریر ۱۱۸۶ھ ہے۔ کیونکہ خط میں مولوی غلام یحییٰ کے انتقال کی ہے جو ۱۱۸۶ھ کا واقعہ ہے۔ دیکھیے مکتوب ۳۱ حاشیہ (۲)

مکتوب ۴۰

(۱) یہ خط غالباً ۱۱۸۳ھ میں لکھا گیا ہے۔ کیونکہ صاحب بستانِ بے خزاں نے مرزا صاحب کے مستقل قیام کے بارے میں لکھا ہے۔ چونکہ یہ تذکرہ ۱۱۸۳ھ میں تالیف ہوا تھا۔ اس لیے شاید اسی سال کا واقعہ ہو۔ مؤلف نے لکھا ہے۔

چونکہ اس شہر (دہلی) کی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے ارشاد خاں بن نواب امین الدولہ انصاری سنبھلی کے خاص اور ربط کی وجہ سے سنبھل مراد آباد میں قیام کر کے گوشہ گیر ہو گئے ہیں۔ بستانِ بے خزاں (قلمی۔ رام پور)

(۲) ۱۴ ستمبر ۱۷۶۹ء کو نواب علی محمد خاں کا انتقال ہو گیا۔ نواب نے مرتے ہوئے حافظ رحمت خاں کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ کچھ ہی عرصہ بعد صفدر جنگ نے روہیلوں کی تخریب کے خیال سے قطب الدین خاں کو روہیلکھنڈ کی سند دلا دی مراد آباد کے قریب قطب الدین خاں اور حافظ رحمت خاں کی جنگ ہوئی اور قطب معہ ہمراہیوں کے مارا گیا۔ صفدر جنگ نے اس دفعہ روہیلکھنڈ کی سند نواب قائم خاں بنگش کو دلا دی قائم خاں فوج لے کر روہیلکھنڈ پر حملہ آور ہوا۔ قائم خان مارے گئے اور پھر حافظ رحمت کو فتح ہوئی اور اس دفعہ بدایوں، مراد آباد، اسہت اور پریم نگر بھی روہیلکھنڈ میں شامل ہو گئے۔ کچھ ہی دن میں حافظ رحمت نے دامنِ کوہ کا بہت بڑا علاقہ فتح کر لیا۔

Marfat.com

پرگنہ سنبھ، کھیرا گڑھ، بھرتا پور، بجولیا، ورما پور، سنگلیا، ملہوارہ وغیرہ بھی روہیلوں کے قبضے میں آگئے۔ جب صفدر جنگ نے مرہٹوں کی مدد سے احمد خاں بنگش والی فرخ آباد پر حملہ کیا۔ تو احمد خاں بنگش نے روہیلکھنڈ میں پناہ لی۔ صفدر جنگ نے روہیلکھنڈ پر حملہ کر دیا۔ چار مہینے کی جدوجہد کے بعد صفدر جنگ کو صلح کرنی پڑی۔

صفدر جنگ کے بعد جب شجاع الدولہ جانشین ہوا تو اسے بھی روہیلوں کی فکر ہوئی۔ اس نے انگریزوں کی مدد سے حافظ رحمت خاں پر حملہ کر دیا۔ کڑاں میراں پور کے قریب جنگ ہوئی۔ ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو حافظ رحمت میدان جنگ میں مارے گئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ حیات حافظ رحمت خاں، تاریخ اودھ جلد اول و دوم، مغل حکومت کا زوال جلد دوم۔

مکتوب ۴۶

(۱) مرزا صاحب کے مرید تھے علوم ظاہری سے بہرہ اندوز تھے۔ حضرت خواجہ موسیٰ خاں کی صحبت سے بھی استفادہ کیا تھا۔ سات سال تک اُن کی صحبت میں رہے تھے۔ حضرت محمد زبیر کے خلیفہ خواجہ ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعدل اور شیخ محمد عابد کے خلیفہ شاہ عبدالحفیظ کی صحبت سے استفادہ کا اتفاق ہوا اور مرزا صاحب سے بیعت ہوئے برسوں ساتھ رہے۔

(۲) اس خط پر مرزا صاحب نے سنہ تحریر ۱۱۸۶ھ (۱۷۷۲ء) لکھا ہے۔ اس میں بعض واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مرہٹوں اور ضابطہ خاں کی لڑائی کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس لڑائی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ نجیب الدولہ کے انتقال (۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء) کی خبر شاہ عالم کو پہونچی جو اس وقت الہ آباد میں مقیم تھے تو نجیب الدولہ

سے تمام دشمنی کے باوجود شاہ عالم نے ان کے لڑکے ضابطہ خاں کو تعزیت نامہ بھیجا۔ اور اس کے ساتھ میر بخشی کا عہدہ اور امیر الامرا کا خطاب بخشا اور حکم دیا کہ ضابطہ خاں بادشاہ کو دہلی لے کر جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بادشاہ کا یہ مطالبہ تھا کہ باپ کا عہدہ اور جائیداد کا مالک ہونے کی پیشکش کی جائے حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں بادشاہ کے دل میں ضابطہ خاں کے خلاف کوئی جذبہ نہیں تھا۔ اور ہونا بھی کیسے بقول سرکار ضابطہ خاں دہلی میں بادشاہ کی ماں اور متعلقین کی حفاظت کر رہا تھا۔ جلا وطن بادشاہ کے پاس اپنی کوئی فوج بھی نہیں تھی۔ ضابطہ خاں نے عہدہ تو قبول کر لیا۔ لیکن حساب دینے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ کو مجبور ہو کر مرہٹوں سے مدد مانگنی پڑی۔ شاہ عالم نے مادھو جی سندھیا سے ساز باز کر لی۔ بادشاہ مرہٹوں کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور فرخ آباد پہنچا۔ شاہ عالم نے ضابطہ خاں سے صلح کی کوشش کی۔ مگر ناکام ہوا۔ اور بادشاہ کے دہلی پہنچنے سے پہلے ضابطہ خاں دہلی سے فرار ہو گیا۔ دہلی میں گیارہ دن قیام کے بعد بادشاہ ضابطہ خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ مغل فوج کا سردار نجف خاں تھا۔ اور مرہٹہ فوج کے ساتھ ٹکوجی ہالکر، مادھو جی سندھیا وغیرہ تھے۔ بادشاہ خود بھی فوج سے دس میل پیچھے تھا۔ یہ فوج لونی، باغپت اور غوث گڑھ ہوتی ہوئی چاندپور یعنی گنگا کے مغربی کنارے پر پہنچ گئی۔ اس دوران میں ضابطہ خاں نجیب آباد کے قلعہ پتھر گڑھ میں اپنا خزانہ اور بیوی بچوں کو ایک مختصر سی فوج کے ساتھ چھوڑ کر سکرتال پہنچ گیا۔ جہاں اس نے مورچہ لگایا۔ چونکہ سردیوں کا موسم تھا۔ گنگا میں بالکل پانی نہیں تھا۔ مغربی کنارے پر شاہی فوج اور مرہٹے تھے۔ اور مشرقی کنارے پر اڑتیس میل تک روہیلے پھیلے ہوئے تھے۔ مرہٹوں نے چاندی گھاٹ

Marfat.com

(سردوار سے بالکل نیچے) سے گنگا پار کی ۲۳ر فروری ۱۷۷۴ء کو سورج نکلنے سے دو گھنٹہ پہلے چاندی گھاٹ پر دریا پار کر کے حملہ کر دیا۔ چونکہ روہیلے اس سے بے خبر تھے اس لیے گھبرا گئے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد انہوں نے حالات پر قابو پا لیا۔ اور جوابی حملہ کیا۔ مرہٹوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس دوران میں نجف خاں اپنی فوج لے کر آ گیا۔ اس کے خطرناک گولہ بارود نے جنگ کا تقریباً فیصلہ کر دیا۔ روہیلوں کے بڑے بڑے سردار جو سب سے آگے تھے توپوں کے گولوں کی نذر ہو گئے۔ روہیلہ فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ صرف سعادت خاں آفریدی دو چار سو سپاہیوں کے ساتھ میدان میں جما رہا۔ جبکہ مرہٹوں اور شاہی فوج کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار سے کم نہیں تھی آفریدی کا گھوڑا زخمی ہو کر گر گیا۔ خود اس کی رانوں پر گولیاں لگیں۔ لیکن اس نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی میں حصہ لیتا رہا۔ یہاں تک کہ زخموں نے اسے گرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے گرتے ہی تمام روہیلے فرار ہو گئے۔ ضابطہ خاں فرار ہو کر سکرتال پہنچا۔ لیکن یہاں بھی خود کو محفوظ نہ پا کر صرف چالیس ملازموں کے ساتھ اپنے ہاتھی پر بیٹھ کر روانہ ہو گیا مرہٹوں نے روہیلوں کا تعاقب کیا۔ سکرتال سے ہوتے ہوئے مرہٹے بھی پتھر گڑھ کے قلعہ پر پہنچے اور محاصرہ کر لیا۔ قلعہ میں بڑھا سردار سلطان خاں تھا۔ پندرہ دن محاصرہ رہا۔ آخر اس شرط پر صلح ہوئی کہ مرہٹے کسی کو جان سے نہیں ماریں گے۔ قلعہ کا دروازہ کھولا گیا۔ اور خوب لوٹ مار کی گئی۔ مرزا صاحب کی پوری ہمدردیاں روہیلوں کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے ایک خط میں ضابطہ خاں کے باپ نجیب الدولہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اور دوسرے نجف خاں سے مرزا صاحب بہت متنفر تھے۔ اس جنگ کی تفصیل کے لیے

Marfat.com

ملاحظہ ہوں۔ معل حکومت کا زوال جلد سوم ص/ ۲۸-۵۵، تاریخ اودھ حصہ سوم

مکتوب ۴۵

(۱) امتیاز علی خاں صاحب عرشی اس خط کی عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں۔
"جس فتنے کا مرزا صاحب نے اپنے مکتوب میں حوالہ دیا ہے۔ اس سے مرہٹوں کی دلّی پر چڑھائی مُراد ہے انہوں نے ۱۱۸۳ھ (۱۷۶۹ء) میں بہت بڑے لشکر کی صورت میں دریائے چنبل عبور کر کے دلّی کا رُخ کیا تھا۔ مگر نواب نجیب الدولہ بہادر نے فرخ آباد کی تسخیر کی طرف متوجہ کر دیا۔ آغاز ۱۱۸۴ھ ۱۷۷۰ء میں یہ مہم مرہٹوں نے شروع کر کے قلعہ شکوہ آباد روہیلوں سے لینے کے بعد صلح کر لی۔ اس سال غالباً جب میں نواب نجیب الدولہ بہادر کا انتقال ہو گیا۔ اور مرہٹے دلّی کی طرف بڑھے۔ اس سے یہ قیاس کرنا بیجا نہیں کہ ۱۱۸۵ھ میں مرزا صاحب آنولے یا سنبھل میں تھے۔
دستور الفصاحت حواشی ص/ ۶۷

(۲) و (۳) خانساماں اور بخشی بڑے بہادر اور جری سپاہی تھے حقیقت یہ ہے کہ روہیلوں کی طاقت کا بہت کچھ انحصار ان ہی لوگوں پر تھا۔

(۴) ملاحظہ ہو مکتوب ۴۴ حاشیہ (۲)

مکتوب ۵۳

(۱) مولوی کلیم اللہ بنگالی، مرزا صاحب کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے مرزا صاحب سے کسبِ سلوک کیا تھا۔ برسوں مرزا صاحب کے پاس دہلی میں رہے مقاماتِ مظہری ص/ ۸۲-۸۳

Marfat.com

مکتوب ۵۵

(۱) ایک خط میں مرزا صاحب نے میر محمد مبین کو حشمت خاں کا لڑکا لکھا ہے۔ بقول شاہ غلام علی کمالات ظاہر و باطن سے آراستہ ہے۔ مرزا صاحب سے کسبِ سلوک کیا تھا۔ مرزا صاحب ان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ میر مبین اولیاء خدا، کبیر بعد میں صغیر میں سے ہوں۔

(۲) میر محمد معین چھوٹے بھائی تھے میر محمد مبین کے۔

مکتوب ۶۰

(۱) یہ محمد شاہ کے وزیر قمر الدین کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ بزدل ہونے کی وجہ سے ہمیشہ جنگ و جدل سے دامن کشاں رہا۔ بقول سرکار اس میں فوجی زندگی کی اہلیت و قابلیت تھی اور نہ حوصلہ۔ صفدر جنگ کے باغی ہو جانے پر جب احمد شاہ بادشاہ نے اس سے قلمدانِ وزارت چھینا تو انتظام الدولہ نے وزارت کا عہدہ سنبھالا۔ مگر پندرہ مہینہ۔ (مارچ ۱۷۵۳ء سے مئی ۱۷۵۴ء) سے زیادہ نہیں رہا کہ عماد الملک نے اپنی طاقت کے زور سے یہ عہدہ چھین لیا۔ ۱۷۵۶ء میں جب ابدالی نے پھر ہندوستان پر حملہ کیا۔ تو عماد الملک کو معافی مانگنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ دراصل لاہور ابدالی کے قبضے میں تھا۔ اور وہاں ابدالی کی طرف سے مغلانی بیگم صوبہ دار مقرر تھی۔ عماد الملک نے لاہور پر حملہ کیا اور مغلانی بیگم کو گرفتار کر لیا۔ یہ خبر سنتے ہی ابدالی پھر ہندوستان آیا عماد نے معافی مانگ لی۔ لیکن وزارت کا عہدہ ۲۶ر جنوری ۱۷۵۷ء کو انتظام الدولہ کو بخش دیا۔ صاحب تاریخ احمد لکھتے ہیں "محمد عالمگیر غازی درجہ پادشاہی بدستور و انتظام الدولہ خلف قمر الدین خاں وزیر را وزیر پادشاہ مذکور و نواب نجیب الدولہ را

Marfat.com

بمرتبہ امیرالامرائی سرافراز فرمودہ" چونکہ انتظام الدولہ نے ابدالی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اُسے وزارت بخش دی گئی تو وہ دو کروڑ روپیہ نذر گزرانے گا۔ چنانچہ ابدالی نے اس نذرانہ کا مطالبہ کیا۔ مگر انتظام الدولہ نے معذوری کا اظہار کیا۔ ابدالی کے حکم سے انتظام الدولہ کو سر دربار ذلیل کیا گیا۔ اور اس کی ماں یعنی قمرالدین وزیر کی بیوی شولاپوری بیگم کو سر دربار بلا کر ذلیل کیا گیا۔ اس نے ایک حویلی کا پتہ بتایا۔ جسے فوراً ڈھا دیا گیا۔ اور نقد، جواہرات نقرئی وطلائی ظروف اور ایسے ہی قیمتی اشیا برآمد کی گئیں۔ ابدالی کے حکم کے مطابق ۳ر اپریل ۱۷۵۷ء کو عماد الملک کو وزارت عنایت کی گئی ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء میں جب ابدالی نے پھر ہندوستان پر حملہ کیا اور نجیب الدولہ کو امیرالامرا مقرر کیا گیا۔ تو عماد نے ہالکر اور رگناتھ راؤ کو دکن سے بلا کر دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ ۴۵ دن مقابلہ ہوا۔ آخر نجیب الدولہ نے ہالکر کو رشوت دے کر اپنی طرف ملا لیا۔ اور صلح ہو گئی نجیب دہلی چھوڑ کر اپنے علاقے کی طرف چلا گیا۔ عماد الملک نے ۸ر ربیع الآخر ۱۱۷۳ھ (۲۹ر نومبر ۱۷۵۹ء) کو عالمگیر ثانی کو قتل کر دیا۔ اور ۳۰ر نومبر کو انتظام الدولہ کو قلعے میں پھانسی دیدی گئی اور اس کی لاش ایک بڑے پتھر سے باندھ کر دریائے جمنا میں ڈال دی گئی (۱)، مرزا مظہر کے جن خطوط پر مکتوب الیہ کے نام ہیں ان میں دو خطوط انتظام الدولہ کو لکھے گئے ہیں۔ ایک خط میں مرزا لکھتے ہیں۔

"..... اشعار آبدار سرکار از نظر گذشت، درست با مزہ است و فارسی بہتر از ہندی حاجت اصلاح نداشت"

مرزا کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انتظام الدولہ فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ مگر افسوس کہ ہماری نظر سے کوئی ایسا تذکرہ نہیں گذرا جس میں اس کے اشعار ہوتے۔

Marfat.com

مکتوب ۶۲

(۱) عماد الملک کا نام میر شہاب الدین تھا۔ یہ فیروز جنگ غازی الدین کا لڑکا تھا۔ جب فیروز جنگ کو احمد شاہ بادشاہ نے دکن کے انتظامات پر مقرر کیا۔ تو دکن جانے سے پہلے فیروز جنگ نے اپنے لڑکے شہاب الدین کو نیابت میر بخشی پر مقرر کرادیا تعلیم و تربیت اور دیکھ بھال کے لیے اسے صفدر جنگ کے سپرد کر دیا۔ جب فیروز جنگ کا دکن میں انتقال ہوا تو صفدر جنگ نے لحاظ و مروت سے اسے میر بخشی کا عہدہ دلایا اور بادشاہ نے عماد الملک کا خطاب دیا۔ عماد الملک لڑکپن ہی سے ذہین اور ہوشیار تھا۔ اپنے جوڑ توڑ اور صفدر جنگ کی غلطیوں سے فائدہ اٹھا کر احمد شاہ کو صفدر جنگ کا اتنا مخالف کر دیا کہ صفدر جنگ کو بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنی پڑی۔ صفدر جنگ نے مرہٹوں کو اپنے ساتھ ملا کر دہلی پر حملہ کیا چھ ماہ تک مسلسل لڑائی رہی۔ عماد الملک کی ہوشیاری سے صفدر جنگ کو شکست ہوئی۔ صفدر جنگ کے بعد وزارت کے عہدے پر قمر الدین وزیر کا لڑکا انتظام الدولہ فائز تھا (اس کی وزارت کا زمانہ مارچ ۱۷۵۳ء سے مئی ۱۷۵۴ء تک ہے) دربار میں انتظام الدولہ کے خلاف بغاوت ہو رہی تھی۔ عماد الملک نے مرہٹہ سردار ہولکر اور خاص طور پر صمصام الدولہ میر آتش کی مدد سے انتظام الدولہ سے وزارت چھین لی اور خود اس عہدے پر فائز ہو گیا۔ اسے احساس تھا کہ مغل بادشاہ احمد شاہ اس کا سخت مخالف ہے۔ اس لیے عماد نے احمد شاہ اور اس کی ماں کو گرفتار کر لیا اور ایک ہفتہ بعد دونوں کو اندھا کر دیا۔ ۱۱۶۷ھ میں جہاندار شاہ کے پوتے عالمگیر ثانی کو تخت پر بٹھایا اور پھر پنجاب کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ لاہور احمد شاہ درانی کے قبضہ میں تھا۔ وہ معین الملک کو گورنر بنایا گیا تھا۔ وفات کے بعد

Marfat.com

اس کی بیوی مغلانی بیگم یہاں کی گورنر تھی۔ احمد شاہ ابدالی اس کی بہت زیادہ عزت کرتا تھا اور عماد نے مغلانی بیگم کو گرفتار کر کے لاہور پر قبضہ کر لیا اور تین لاکھ روپے کی پیشکش پر آدینہ بیگ کو یہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ جب درانی نے یہ خبر سنی تو فوراً ہندوستان پہنچا آدینہ بیگ فرار ہو گیا۔ عماد کو گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن اس کی معافی مانگنے اور خود مغلانی بیگم کی سفارش پر اسے رہا کر دیا گیا۔ یہ ۱۱۷۰ھ کا واقعہ ہے۔ درانی نے دو مغل شہزادوں کے ساتھ عماد کو اودھ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں سے دولت حاصل کی جائے۔ اسی دوران میں عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ کی ملاقات ہوئی۔ بادشاہ کی شکایات پر احمد شاہ ابدالی نے عماد الملک کو برطرف کر کے نجیب الدولہ کو امیر الامرا کا عہدہ دلایا عماد الملک نے جب یہ سنا تو ہالکر اور رگناتھ راؤ کو دکن سے بلا کر دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ پینتالیس دن تک جنگ رہی۔ آخر نجیب الدولہ نے ہالکر کو رشوت دیکر اپنی طرف ملا لیا اور عماد الملک ایک بار پھر دہلی کا ڈکٹیٹر ہو گیا۔ اس ۲۹ نومبر ۱۷۵۹ء کو عالمگیر ثانی اور ۳۰ نومبر کو انتظام الدولہ کو قتل کرا دیا۔ درانی نے جب یہ خبر سنی تو پھر دہلی کی طرف آیا عماد الملک فرار ہو کر سورج مل جاٹ کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ ۱۷۵۹ء سے ۱۷۶۲ء تک عماد الملک سورج مل کے ساتھ رہا۔ پھر فرخ آباد آ گیا۔ کچھ دن بعد حج کو چلا گیا۔ وہاں سے واپس آ کر کالپی میں مقیم ہوا۔ جہاں ۱۸۰۰ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مغل حکومت کا زوال جلد اول ص/۴۴۵۔ ۴۴۶ جلد دوم ص/۱۔۹ اور ۵۲۷۔۵۲۸، ماثر الامرا۔ جلد دوم ص/۸۴۷۔ ۸۵۶، سیر المتاخرین۔ جلد سوم ص/۸۹۳۔۹۰۸، دستور الفصاحت دیباچہ ص/۵۶۔۵۷۔

Marfat.com

مکتوب ۶۶

(۱) عسکری خاں، عماد الملک کا عہدہ دار تھا۔ مرزا صاحب کے کئی خطوط اس کے نام ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے عماد الملک کے مزاج میں اچھا خاصہ دخل تھا۔

(۲) سورج مل جاٹ متبنیٰ تھا راجہ بدن سنگھ دائی بھرت پور کا۔ سورج مل کی خالہ راجہ کی حرم تھی اس لیے سورج مل اکثر حرم میں آتا رہتا تھا۔ راجہ اس کی ذہانت سے متاثر ہو کر اسے گود لے لیا۔ اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے سورج مل نے بہت جلد یہ ثابت کر دیا کہ بدن سنگھ کے بعد جاٹوں کی سرداری کا صرف وہی اہل ہے۔ خود راجہ کی حکومت کا نصف آخر دور سورج مل کی تاریخ ہے کیونکہ راجہ صرف برائے نام رہ گیا تھا۔ سورج مل نے بہت جلد اپنی تلوار کے زور سے آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب محمد شاہ بادشاہ نے مئی ۱۷۴۵ء میں علی محمد خاں روہیلہ پر حملہ کیا تو سورج مل بھی بادشاہ کی حمایت میں اس جنگ میں شامل ہوا۔ اسی سال نومبر میں علیگڑھ کے صوبہ دار فتح علی خاں نے اس کی خدمات حاصل کیں اور فتح علی خاں کو اپنے دشمن اسد خاں خانہ زاد پر فتح ہوئی۔ صفدر جنگ نے جب نواب بنگش پر حملہ کیا تھا۔ تو سورج مل بھی صفدر جنگ کے ساتھ تھا۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے متھرا کی صوبہ داری اس کے سپرد کر دی۔ اس طرح سورج مل کو مغل حکومت میں اچھا خاصا عمل دخل ہو گیا۔ وہ ایک ایماندار اور بہادر انسان تھا۔ اس کی آخری لڑائی نجیب الدولہ کے ساتھ دہلی کے پاس ۱۷۶۳ء میں ہوئی جس میں وہ مارا گیا۔ اور جاٹوں کی وہ طاقت جنہوں نے اکثر لڑائیوں کا فیصلہ کیا تھا۔

Marfat.com

ختم ہو گئی۔ ملاحظہ ہو مغل حکومت کا زوال جلد دوم ص/ ۴۲۴-۴۶۳

مکتوب ۷۰

(۱) نواب سے مُراد نواب عماد الملک ہے۔

(۲) جاٹ سے مراد سورج مل جاٹ ہے۔

(۳) نجیب خاں روہیلہ عمر خیل، یوسف زئی سے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے آنولہ آیا تھا۔ اور نواب علی محمد خاں کی فوج میں ملازم ہو گیا اگرچہ وہ بالکل ان پڑھ تھا، لیکن خداداد ذہانت، اور خوش قسمتی نے اسے بہت جلد علی محمد خاں کی نظروں میں چڑھا دیا۔ بہت جلد وہ جمعدار ہو گیا۔ جب صفدر جنگ سے گھبرا کر مرہٹے کماؤں کی پہاڑیوں میں پناہ گزیں ہوئے۔ تو سعد اللہ خاں نے نجیب خاں کو کماؤں کی پہاڑیوں کی ایک چوکی پر پانچ سپاہیوں کا انچارج مقرر کیا کچھ ہی عرصے بعد نجیب خاں کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اور اُس نے ایک روہیلہ سردار دوندے خاں کی لڑکی سے شادی کر لی۔ دوندے خاں اس کی ترقی کا سبب بن گیا۔ دوندے خاں نے چاندپور، نگینہ، شیر کوٹ اور بجنور کے محلات کا عامل مقرر کر دیا۔ جب دہلی میں صفدر جنگ نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تو نجیب خاں اپنی فوج لے کر بادشاہ کی مدد کو آیا۔ صفدر جنگ کی طرف سورج مل جاٹ تھا۔ مرزا صاحب نے اس خط میں اسی واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ چار مہینے تک لڑائی جاری رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا آخر نجیب خاں نے بادشاہ سے مل کر صلح کر لی۔ اسے سہارنپور کی فوجداری دے دی گئی۔ صفدر جنگ اور سورج مل جاٹ اپنے اپنے علاقوں کو

Marfat.com

واپس چلے گئے۔ نجیب خاں نے کوشش کر کے بہت جلد احمد شاہ ابدالی سے تعلقات قائم کر لیے۔ جس نے اس کی بہت مدد کی۔ جب دہلی پر حملہ سے فارغ ہو کر واپس جانے لگا تو اس نے عماد الملک کو بادشاہ کا وزیر اور نجیب خاں کو میر بخشی مقرر کر دیا۔ اس وقت عماد الملک متھرا میں تھا۔ نجیب خاں دہلی پہنچ گیا۔ اور میر بخشی، دہلی کا فوجدار اور مختار ہو گیا۔ عماد الملک نے یہ حالات دیکھ کر مرہٹہ سردار ہالکر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور دہلی پر حملہ آور ہوا۔ نجیب خاں لڑائی کی تاب نہ لا کر اپنے علاقے میں واپس چلا گیا اور عماد الملک پھر دہلی کا ڈکٹیٹر ہو گیا۔ کچھ دن بعد ابدالی کے آنے کی پھر خبر آئی اور عماد الملک دہلی سے فرار ہو گیا۔ اب نجیب خاں کا زمانہ آ چکا تھا۔ دس سال تک یہ بہادر سردار مغل حکومت کو دوبارہ زندہ کرنے میں سرگرداں رہا۔ کوئی طاقت ایسی نہیں تھی جو مغل حکومت کے خلاف ہو اور نجیب خاں نے اسے کچلنے کی کوشش نہ کی ہو۔ ۱۷۶۰ء سے لے کر ۱۷۷۰ء تک مغل حکومت کی تاریخ نجیب الدولہ کے کارناموں کی تاریخ ہے۔ اکتوبر ۱۷۷۰ء میں اس عظیم انسان کا انتقال ہو گیا۔ ملاحظہ ہو نجیب الدولہ مرتبہ و مترجمہ شیخ عبدالرشید (انگریزی)، مغل حکومت کا زوال جلد دوم

Marfat.com

اشاریہ

ابراہیم کردی ۷۱

ابوالحسن ۲۳۷

ابوتراب ۲۶

ابوالفضل فیضی ۳۹

ابوالقاسم ابن اسمٰعیل ۹۸

ابوالقاسم قشیری ۱۲۷

احسان اللہ ۱۷۷

احسن خاں بریلوی ۱۶۲

احمداللہ ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۵، ۲۱۰

احمد خاں بنگش ۲۴۸

احمد سعید ۲۳۵

احمد شاہ ابدالی ۵۳ تا ۱۹۱، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۶، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۸

احمد شاہ بادشاہ ۲۵۲، ۲۵۴

آدینہ بیگ ۲۵۵

ارسطو ۴۰

ارشاد علی خاں نواب ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۴۹

۱۵۰، ۱۵۳، ۱۶۶، ۱۷۲، ۱۸۸، ۲۳۸

۲۳۹

اسداللہ خاں غالب ۴۲، ۴۳، ۴۴

اسد خاں ۲۵۶

اسد خاں وزیر ۱۲

اسد یار خاں ۱۷۴

اشرف علی خاں ۱۷

آغا نجف ۲۴۴

افراسیاب خاں ۲۴۶

افلاطون ۴۰

اکبر (جلال الدین) ۱۱، ۲۶، ۲۷، ۲۸

۲۳۱ - ۲۳۲

اقبال صاحب ۴۲

امام ابوحنیفہ ۵۹، ۹۸، ۲۲۳

امام غزالی ۸۹

Marfat.com

امام سیوطی ۹۹

امتیاز علی خاں عرشی ۲۵۱

امتہ المجید ۲۱۷

امیر خسرو ۳۹

امیر کمال الدین ۵۹ و ۲۲۳

امیر معاویہ ۱۰۲

امین الدولہ امین الدین خاں سنبھلی ۱۵۳ و ۲۳۸

امینہ ۲۱۷

انتظام الدولہ انتظام الدین خاں ۱۷۲ ۱۷۳ و ۲۳۸ و ۲۴۲ و ۲۵۲ و ۲۵۳ ۲۵۴

انشاء اللہ خاں انشا ۱۵

انعام اللہ خاں یقین ۱۸

انوار حسین تسلیم ۴۱

اورنگ زیب (عالم گیر) ۱۲ و ۱۳ ۲۹ و ۳۰ و ۳۹ و ۵۹ و ۲۲۳ و ۲۳۳ ۲۳۴ و ۲۴۳

ایوب علیہ السلام ۸۲

ب

باباخاں ۱۱ و ۵۹ و ۲۳۱ و ۲۳۲ ۲۳۳

بختاور خاں ۱۸۸

بدر علی ۲۱۶

برج لال ۴۷ و ۱۴۳

بساون لال بیدار ۴۶

بہادر سنگھ ۱۸۹

بہادر شاہ اوّل ۲۳۷

بیگم شولاپوری ۲۵۳

بھگوانداس ہندی ۱۸

پ

پادشاہ بیگم ۲۱۵

پرتھوی راج ۲۲

پیر علی (شاہ علی) ۵۵ و ۱۳۴ و ۱۹۸ ۲۰۲ و ۲۰۵ و ۲۴۱

پیر محمد ۱۶۶

ت

تیمور مرزا ۱۹۱

Marfat.com

ٹ

ٹکوجی ہالکر ۲۴۹ و ۲۵۴ و ۲۵۵

ج

جادوناتھ سرکار ۲۴۰

جباری خاں ۲۳۲ و ۲۳۳

جہاندارشاہ ۲۳۸ و ۲۵۴

جہانگیر ۲۸

چ

چندربھان برہمن ۳۹

چودھری تہورخاں ۱۵۴

ح

حاجی خاں ۲۳۱

حاجی عبدالقادر ۲۱۹

حاجی محمد افضل ۱۴ و ۳۷ و ۶۰ و ۲۳۴

حافظ رحمت خاں ۱۵۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸

حافظ سرورخاں ۱۹۴ و ۱۹۶

حافظ سعداللہ ۱۴

حافظ علی مرادآبادی ۴۱

حافظ عبدالرسول ۶۰

حافظ غلام رسول ۱۳۳

حافظ محمدی ۱۳۵

حافظ محمد حسن ۲۳۵

حافظ عبداللہ ۴۱

حفیظ اللہ ۱۳۵

حسن ثانی نظامی ۳۵

حسین بن منصور ۸۱

حشمت خاں بہادر ۱۷۱ و ۱۷۶ و ۲۵۲

خ

خلیق احمد نظامی ۳۵

خواجہ باقی باللہ ۲۲ و ۲۳۵

خواجہ حیدرعلی آتش ۴۲

خواجہ ضیاء اللہ ۲۴۸

خواجہ گیسودراز ۲۵

خواجہ موسیٰ خاں ۲۳۹ و ۲۴۸

خواجہ محمد پارسا ۱۳۸

خواجہ معین الدین چشتی ۲۲

خواجہ میردرد ۳۲ و ۳۷ و ۴۲

Marfat.com

خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی ۲۳
خواجہ نظام الدین اولیا ۲۴

د

داؤد خاں ۲۴۴، ۲۴۵
دلیر سنگھ ۱۸۹
دلیل اللہ ۲۱۲
دوندے خاں ۱۵۳، ۱۶۴ و ۲۴۴
۲۵۷

س

راجہ بدن سنگھ ۲۵۶
راجہ رام چندر ۲۳۱
رام بابو سکسینہ ۱۵
رام چندر ۳۹، ۴۶

ز

زین خاں ۲۴۰

س

سبحنی ۲۳۷
سردار خاں بخشی ۱۶۴
سعادت خاں ۱۸۸
سعادت خاں آفریدی ۲۵۰
سعادت خاں ناصر ۱۸
سعداللہ خاں ۲۵۷
سلطان خاں ۲۵۰
سورج مل جاٹ ۱۸۱ و ۱۸۹ و ۲۵۵
۲۵۶ و ۲۵۷
سید جیون ۱۲۶
سید محمد بداؤنی نقشبندی ۲۲۳
سیف اللہ خاں یوسف زئی ۲۳۷

ش

شاہ ابوالفتح ۱۱۵، ۱۵۲، ۱۵۳
شاہ ابوالخیر ۲۰
شاہ بابا سلطان ۲۳۲
شاہ حسین صفوی ۲۴۲
شاہ سیف اللہ ۱۲۱
شاہ شفیع ۱۳۷، ۲۴۲
شاہ رحمت اللہ ۱۳۷
شاہ عالم ثانی ۵۳، ۲۴۲، ۲۴۳
۲۴۴ و ۲۴۸، ۲۴۹

Marfat.com

شاہ عالم خاں ۲۴۴ و ۲۴۵
شاہ عبدالرحمٰن قادری ۲۳۳ و ۲۳۴
شاہ عبدالعدل ۲۴۸
شاہ عبداللہ شطاری ۲۲
شاہ عبدالہادی ۱۵
شاہ غلام علی ۱۷ و ۲۰ و ۱۴۱ و ۲۰۳
۲۳۶
شاہ محمد ۱۸۱
شاہ محمد سالم ۱۳۶ و ۲۴۱
شاہ محمد علم حیرت الہ آبادی ۲۳۷
شاہ کلیم اللہ ۳۴
شاہ مراد اللہ ۱۳۱
شاہ نظام ۳۴
شاہ نعمت اللہ قادری ۲۲
شاہ ولی اللہ ۱۶ و ۲۲ ، ۳۶ ، ۱۳۳
۱۳۷ و ۱۸۸ و ۲۰۴ و ۲۳۵
شاہ یحییٰ ۷۱ و ۹۶
شجاع الدولہ ۲۴۲ و ۲۴۸

شرف الدین ۲۰۱
شریف الدین حکیم ۲۰۷ و ۲۱۵
شیخ احمد ۱۲۱ و ۱۲۳ و ۱۲۶ و ۲۳۶
شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ ۷۱ و ۷۲
شیخ بدرالدین سمرقندی ۲۲
شیخ بہاؤالدین ذکریا ۲۲
شیخ سیف الدین ۲۳۵
شیخ شہاب الدین سہروردی ۴۱
شیخ عبدالاحد ۲۳۴ و ۲۳۵
شیخ عبدالحق ۲۰۴
شیخ عبدالخالق شوقی ۶۰
شیخ عبدالرشید ۲۴۵ و ۲۵۸
شیخ عین الدین ۲۰۷
شیخ فرید گنج شکر ۲۳۹
شیخ محمد حیات محدث ۹۸
شیخ محمد عابد ۱۴ و ۶۰ و ۲۴۸
شیخ محمد معصوم ۲۳۴
شیخ ہمدانی مصحفی ۲۳۶ ، ۲۳۷ ، ۲۴۳
شہنواز خاں ۲۳۸

Marfat.com

ص

صدیق حسن سنبھلی ۴۱

صفدر جنگ ۲۴۲، ۲۴۳ و ۲۴۷

۲۴۸، ۲۵۲، ۲۵۴ و ۲۵۷

صمصام الدولہ ۲۵۴

ض

ضابطہ خاں ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۴۸

۲۴۹ و ۲۵۰

ضیاء الدین برنی ۲۳

ظ

ظفر علی خاں ۳۹ و ۱۲۵، ۱۳۲ و ۱۳۴

۱۵۱ و ۱۵۳ و ۲۳۹

ظہور اللہ (مولوی) ۱۳۳

ع

عالمگیر ثانی ۲۵۲، ۲۵۳ و ۲۵۵

عائشہ (حضرت) ۱۰۹

عبدالحیٔ تاباں ۱۸

عبدالرزاق قریشی ۴۰، ۴۱

عبدالرزاق (مولوی) ۱۶۱

عبدالقادر بدایونی ۲۷

عبدالقادر بیدل ۳۹

عبدالقاسم خاں ۲۴۶

عبدالمجید خاں ۲۴۴

عبداللہ انصاری ۱۵۳

عبداللہ (مخدوم الملک) ۲۷

عبداللہ خاں ۱۴۸، ۲۳۶ و ۲۳۷

عبید خاں ۱۵۶

عثمان رضی اللہ عنہ ۱۰۲

عظیم الدین ۱۵۰

علی ابن ابی طالبؓ ۵۹ و ۱۱۰، ۱۰۲ و ۲۲۳

علی رضا خاں ۱۹۸

علی قلی خاں ۲۳۱

علی لطف ۲۱

علی محمد خاں (نواب) ۱۶۴، ۲۴۴، ۲۴۵

۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۶ و ۲۵۷

عمادالملک ۵۳، ۵۴، ۱۷۴، ۱۷۶

۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۹، ۱۹۱ و ۲۴۲

۲۴۳، ۲۵۲، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶ و

۲۵۸، ۲۵۷

Marfat.com

عنایت اللہ خاں ۲۴۴
عیوض علی ۳۵

غ

غازی الدین خاں فیروز جنگ ۳۴ و ۲۵۴
غلام حسن احمد اللہ ۲۱۷
غلام حسین ۲۱۷
غلام عسکری خاں (صاحبزادہ) ۵۳ و ۵۴
۱۸۱ و ۱۸۳ و ۱۸۵ و ۱۸۷ و ۱۸۹ و ۱۹۱
۱۹۴ و ۲۱۷ و ۲۵۶
غلام علی آزاد بلگرامی ۲۲۴ و ۲۳۱
غلام قطب الدین ۳۵
غلام محمد ۱۳۳
غلام یحییٰ (مولوی) ۱۳۴ و ۱۴۶ و ۲۲۵
۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۷

ف

فاطمہ (حضرت) ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱
فتح خاں خانساماں ۱۶۴ و ۲۵۱
فتح علی خاں ۲۵۶
فخر الدین (مولانا) ۳۲ و ۳۴ و ۳۵
۲۴۳
فضل الرحمٰن (مولوی) ۴۱
فضل علی ۲۰۱
فضل علی خاں ۱۸
فضل النساء ۲۱۷
فرخ سیر ۲۳۸
فرخ شاہ (مولوی) ۷۱
فیض اللہ خاں (نواب) ۵۴ و ۱۲۱ و ۱۲۵
۱۴۹ و ۲۳۶ و ۲۳۷

ق

قاری عبد الرسول ۱۴
قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۲۰ و ۴۱ و ۴۸
۴۹ و ۱۹۷ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۲ و ۲۰۳
۲۰۵ و ۲۰۷
قاضی ثناء اللہ سنبھلی ۱۲۹ و ۱۳۱
۱۳۲ و ۱۳۴ و ۱۵۰ و ۲۰۹ و ۲۱۵ و ۲۳۹
قاسم علی خاں (نواب) ۱۶۳ و ۲۴۲
قائم خاں بنگش ۲۴۷
قدرت اللہ شوق ۲۳۷
قدرت اللہ صدیقی ۱۷

Marfat.com

قدرت اللہ قاسم ۲۱

قطب الدین خاں ۲۴۷

قطب شاہجہانپوری (مولوی) ۱۵۵

قلندر بخش (مولوی) ۱۳۴

قمر الدین مراد آبادی ۴۱

قمر الدین وزیر ۱۷ و ۲۴۴ و ۲۵۲ و ۲۵۳

ل

لطف النساء ۱۹۹

لـ

کشن چند مجروح ۴۶

کرشن جی ۲۹ و ۴۶

کریم الدین ۲۱

کلیم اللہ محمد دانش بنگالی ۱۳۱ و ۱۶۳ و ۲۵۱

کیول رام بنیہ ۴۶

م

مادھوجی سندھیا ۲۴۹

مجد الدولہ (عبد الاحد خاں) ۱۳۹

مجدد الف ثانی ۲۶ و ۲۸ و ۲۹ و ۶۱ و ۲۴۴ و ۲۴۶

مجنوں خاں ۱۱ و ۲۳۱ و ۲۳۲

مجید الدین خاں ۱۸۴

محبوب خاں (مجنوں خاں) ۵۹ و ۲۳۱

محمد احسان محمدی ۵۱ و ۱۸۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴

محمد اسحاق خاں ۱۴۵

محمد اکبر ۱۶۱

محمد امجد علی ۴۱

محمد امین ۱۶۹

محمد انوار ۱۳۶

محمد برزنجی ۷۱

محمد بن معصوم ۲۳۵

محمد بیگ ترکی ۷۱

محمد جمیل ۲۰۵ و ۲۴۱

محمد حسین آزاد ۱۹ و ۵۰

Marfat.com

محمد خاں آفریدی ۱۸۸
محمد زبیر (حضرت) ۲۴۸
محمد سعید قاضی پیلی بھیت ۱۵۸
محمد شاہ بادشاہ ۱۷، ۳۱، ۲۴۵، ۲۵۲، ۲۵۶
محمد شاہ ۱۵۸
محمد عثمان خاں ۴۲
محمد عظیم ۲۰۳
محمد فاروق ۲۱۴
محمد فقیہ صاحب دردمند ۱۸
محمد قاسم ۴۸، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۳، ۲۴۲
محمد قلی خاں ۲۴۲
محمد قلی سلیم ۱۴۹
محمد محسن ۲۴۲
محمد مراد ۱۳۹، ۲۳۹
محمد معصوم ۲۳۵
محمد منیر ۱۳۷، ۲۳۹
محمود احمد عباسی ۱۵
محمود گاواں ۳۹
مرزا جان ۱۳، ۲۲۳، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴
مرزا حیرت ۳۱
مرزا رفیع السودا ۴۲
مرزا شاہ علی ۲۱۳
مرزا عبدالسبحان ۱۲، ۲۳۲
مرزا محمد امان ۱۲، ۲۳۲
مرزا محمد حارثی ۲۱
مرزا محمد علی بیگ ۱۷۷
مرزا مظفر ۲۲۰
مرزا فرخندہ بخت ۲۳۷
مرید حسین (صاحبزادہ) ۴۸، ۱۴۷
مظفر خاں ۲۳۲، ۲۳۳
معصوم خاں کابلی ۲۳۳
معین الملک ۲۵۴
مغلانی بیگم ۲۵۲، ۲۵۵
ملّا محمد یار ۱۶۰
ملا محمد منور نثار ۲۴۷

Marfat.com

ہ

ہربز علی ۱۵۲
ہمایوں بادشاہ ۵۹و۲۲۳
۲۳۱
ہمت خاں ۱۱۵

ی

یوسف بخاری ۴۲

Marfat.com

تذکرہ ہندی گویاں :- غلام ہمدانی مصحفی - انجمن ترقی اُردو ۱۹۳۳ء
جام جہاں نما (قلمی رام پور) قدرت اللہ صدیقی
حیاتِ طیبہ :- مرزا حیرت دہلوی - شائی برقی پریس - امرتسر ۱۹۳۳ء
خریطۂ جواہر :- مرزا مظہر جانجاناں - مطبع مصطفائی کانپور ۱۸۴۷ء
خزینۃ الاصفیا :- مفتی غلام سرور - مطبع نول کشور
دریائے لطافت :- انشاء اللہ خاں - چھاپہ خانہ آفتاب عالمتاب مرشد آباد - ۱۲۶۶ھ
دستور الفصاحت :- مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی سلسلۂ مطبوعات کتابخانہ رامپور ۱۹۴۳ء
سفینۂ خوش گو (قلمی - پٹنہ) بندرابن راقم خوش گو -
شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات :- پروفیسر خلیق احمد نظامی سلسلۂ تصانیف مشائخ - ۱۹۵۰ء
طبقات الشعراء (قلمی - آصفیہ) قدرت اللہ شوق سنہ تالیف ۱۱۸۸ھ
فخر الطالبین (قلمی) سید نور الدین حسین مملوکہ خلیق احمد نظامی -
قواعد فخریہ (قلمی) عیوض علی مملوکہ حسن ثانی نظامی
گلشنِ سخن (قلمی) (علیگڈھ) مردان علی خاں مبتلا -
ماثر الامرا جلد اول و دوم و سوم - شاہنواز خاں - ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ ۱۸۸۸ء
مجمع النفائس (قلمی - رام پور) سراج الدین علی خاں آرزو
مختصر تاریخ ہندوستان :- محمد وحید اللہ - مطبع احمدی - ۱۲۷۰ھ
مخزنِ نکات :- قیام الدین قائم - انجمن ترقی اردو - اورنگ آباد ۱۹۳۹ء
مرقعِ دہلی :- درگاہ قلی خاں
مرزا مظہر جانجاناں - عبدالرزاق قریشی - ادبی پبلشرز بمبئی - ۱۹۶۰ء

Marfat.com

مزارات اولیائے دہلی۔ محمد عالم شاہ فریدی جدید برقی پریس دہلی ۱۹۲۷ء
مضامین عالم گیری۔ شبلی نعمانی۔ مطبع انتظامی کانپور ۱۹۱۱ء
معمولاتِ مظہریہ:۔ نعیم اللہ بہرائچی۔ مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۴ھ
مغل حکومت کا زوال جلد اول، دوم، سوم، جادوناتھ سرکار (انگریزی)
ایم سی۔ سرکار اینڈ سنز کلکتہ
مقاماتِ مظہری:۔ شاہ غلام علی۔ مطبع مجتبائی دہلی۔ ۱۳۰۹ھ
مکتوباتِ مجدد الف ثانی:۔ مرتبہ نجم الدین اصلاحی
مناقبِ فخریہ (قلمی۔ آصفیہ) نظام الملک
منتخب التواریخ:۔ ملا عبد القادر بدایونی۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ ۱۸۶۸ء
نجیب الدولہ:۔ مرتبہ شیخ عبد الرشید۔ شائع کردہ شعبۂ تاریخ۔ علیگڈھ۔
نشترِ عشق (قلمی رام پور) حسین علی خاں عشقی

Marfat.com

Marfat.com